فقیہ اسلام

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی

العطايا الرضويّہ فی المسائل الشرعیّہ

فقیہِ اسلام

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی
(ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا اخوند مسجد کھارادر
کراچی

نام کتاب	فقیہہ اسلام
مصنف	مولانا حسن رضا اعظمی
مطبوعہ	مشہور آفسٹ پریس
طابع	محمد الطاف ضیائی۔ محمد ریاض ضیائی
پیشکش	سید ریاست علی قادری
صفحات	۴۹۶
قیمت	

ملنے کا پتہ

مدرسہ انوار القرآن

میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی ۲

رابطہ کیلئے فون ۲۲۶۵۶۸

ناشر

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی

فہرست مندرجات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت علامہ شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان مسلک اہلسنت کے ایک عظیم شارح، ایک دردمند مصلح اور مسلمانوں کے ایک مقتدر امام کی حیثیت سے ہمیشہ ہماری فکر و نظر کے مرکز رہے لیکن ان کی علمی اور فقہی حیثیت پر تحقیقی کام کرنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب آج سے چند سال بیشتر جمشید پور میں امام احمد رضا کانفرنس کے نام ان کے علمی اور دینی کارناموں پر ایک مذاکرۂ علمیہ منعقد ہوا تھا۔ اس موقعہ پر اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام سے متعلق ایک وقیع اور معلوماتی خطبہ کی فرمائش مجھ سے کی گئی تھی ۔

ذمہ داران کانفرنس کی فرمائش کے بموجب اس موضوع پر تیاری کے سلسلے میں مجھے بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت پر جتنی کتابیں ابتک ہند و پاک میں لکھی جا چکی ہیں ان میں بیشتر کتابیں میرے مطالعہ میں آئیں ان کتابوں کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کے متعلق میری معلومات میں جو اضافہ ہوا وہ تو مسلم ہے لیکن ایک عظیم فائدہ یہ حاصل ہوا کہ

اعلیٰ حضرت کو سمجھنے کے لئے براہ راست ان کی تصانیف کے مطالعہ کا اشتیاق میرے دل میں پوری شدت سے پیدا ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں گراں قدر تصنیف "فتاویٰ رضویہ" ہے۔ جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ حسن اتفاق سے اس کی پہلی جلد میرے نجی کتب خانہ میں موجود تھی میں نے اپنی سارے مصروفیات سے صرف نظر کر کے اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کر دیا۔

یہ میری زندگی کا بالکل پہلا اتفاق تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا عرفان بغیر کسی واسطہ کے حاصل ہوا۔ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران مجھے اعلیٰحضرت کی شخصیت میں متعدد اصحاب کمال کے چہرے نظر آئے۔ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت جب کسی مسئلے پر بحث کرتے ہیں تو ایک ایسے فقیہہ کی تصویر ابھر آتی ہے جو قوت اجتہاد، بصیرت فکر، ذہانت و تعقل اور علمی استحضار میں دور دور تک اپنا جواب نہیں رکھتا۔ مطالعہ کے دوران جب آگے بڑھے تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب ہم کسی فقیہہ کے سامنے نہیں بلکہ وقت کے ایک عظیم مورخ کے سامنے ہیں جو کسی مسئلہ کی تنقیح کے سلسلے میں تاریخ کے مختلف مراحل پر بحث کر رہا ہے۔ پھر اور کچھ دور چلے تو دیکھا کہ وہی مورخ ادب و لغت اور صرف و نحو کے ایک جلیل القدر امام کی حیثیت سے علم و فن کے جواہر ریزے بکھیر رہا ہے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو مسئلے کے استنباط کے ذیل میں ایک حدیث زیر بحث آگئی۔ اب اس کا قلم ایک عظیم محدث ایک نکتہ رس نقاد اور جرح و تعدیل اور اصولِ حدیث کے ایک ماہرِ فن کی حیثیت سے حیرت انگیز تحقیقات کے دریا بہا رہا ہے اور چند اوراق الٹنے کے بعد تو میں حیران رہ گیا اور پہلی بار مجھ پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ ایک فقیہ صرف منقولات ہی پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ علم طبیعات، علم الافلاک، علم ہندسہ، فلسفۂ کون و فساد، علم تشریح الابدان اور علم جغرافیہ کے اصول و جزئیات سے

بھی ایک ماہرِ فن کی طرح باخبر ہوتا ہے۔
"فتاوی رضویہ" کے صفحات پر عقل و نقل اور علم و فن کی بے شمار شاخوں میں اعلیٰحضرت کے علمی رسوخ، وسعت نظر اور مہارت و تبحر کی تفصیلات سے گذرتے ہوئے دیکھ کر میں بار بار سوچنے لگا کہ ہماری یہ فروگذاشت کیا تاریخ کبھی معاف کریگی کہ ہم نے چودھویں صدی کی ایک عبقری اور نادر الوجود شخصیت کے مقام و فضل سے اہل علم کی دنیا کو کبھی متعارف نہیں کرایا اور نہ خود دانشورانِ ہند کو کبھی یہ توفیق ہوئی کہ وہ مسلک کے اختلاف سے پرے ہو کر ایک مسلم الثبوت اور یگانۂ روزگار شخصیت کے کارناموں کا غیر جانبدارانہ طور پر مطالعہ کرتے اور ان کے مقام علم و فضل سے روشناس ہوتے حکمت و فن کا گوہر گرانمایہ جہاں بھی ملے وہ بہرحال مردِ مومن کی میراث ہے۔

یہی وہ احساسات تھے جن کی وجہ سے میرے دل میں اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ میں اپنے اس تحقیقی مقالہ کے بارے میں ہرگز اس خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے علمی کردار پر میری یہ تحریر حرف آخر ہے۔ اصحابِ علم و دانش کے حضور میں یہ مقالہ پیش کرتے ہوئے میرا مدعا صرف اتنا ہے کہ تحقیقی کام سے دلچسپی رکھنے والے دانشوروں کو ایک نئے میدان عمل کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دوں اور جو لوگ اپنی لاعلمی کی بنیاد پر اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف ایک سخت گیر فقیہ اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے صرف ایک رہنما تھے انھیں یہ باور کراؤں کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم محقق، ایک نکتہ رس مفکر ایک بلند پایہ فقیہ اور اپنے دور کے ایک فقید المثال صاحب قلم بھی تھے۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ان کی بے شمار علمی حیثیتوں کا صرف ایک حصہ ہے اور اس مخصوص حیثیت پر جو کام میں نے کیا ہے وہ بھی تشنہ ہے۔ ان کے علمی کارناموں پر کام کرنے والوں کے لئے میں نے ایک وسیع میدان چھوڑ دیا ہے۔

مندرجہ ذیل موضوعات توجہ طلب ہیں۔

اعلیٰ حضرت بحیثیت ایک محدث، مہندس، متکلم، ادیب، مصلح، مجدد، مصنف، نعت گو شاعر اور مرشد طریقت۔ یہ اور اس طرح کے بے شمار عنوانات اصحاب فکر کو دعوت لوح وقلم دے رہے ہیں۔

علم وفضل کی ایک نادر الوجود شخصیت چونکہ دنوں کا مرکز عقیدت بن جاتی ہے اس لئے فطری طور پر اس کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز سے انس ومحبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اس لئے ارباب عقیدت کے جذبے کی تسکین کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے تعلق رکھنے والی بے شمار غیر جاندار چیزوں کی تصاویر بھی مقالہ کے ساتھ منسلک کردی ہے۔ اس مقالہ کی ترتیب وتحقیق کے سلسلے میں جن بزرگوں، دوستوں، اور عزیزوں نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔ بڑی ناشکری ہوگی اگر میں ان کے پرخلوص تعاون کا شکریہ نہ ادا کروں۔

سب سے پہلے میں اپنے رئیس ادارہ جناب پروفیسر فیاض الدین حیدر صاحب کا شکر گذار ہوں جن کی بے لوث سرپرستی مجھے حاصل رہی نیز استاد گرامی ڈاکٹر اطہر شیر کا ممنون ہوں جنھوں نے تحقیقی کام کے لئے بنیادی ڈھانچہ تیار کرنے میں میری بھرپور رہنمائی فرمائی۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اکابر کا بھی میں بے حد مشکور ہوں جن کی رہنمائی تعاون اور ہمت افزائی کے بغیر میں تحقیق کے دشوار گذار فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۔ جناب استاد گرامی پروفیسر سید امین احمد کاظمی صاحب صدر قسمت عربی پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ۔

۲۔ جناب پروفیسر سید حسن صاحب سابق رئیس ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ

۳۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر سید علی حیدر نیر صاحب صدر قسمت فارسی ادارہ تحقیقات

عربی وفارسی پٹنہ ۔

۴ - جناب پروفیسر سمیع الدین حیدر صاحب قسمت تعلیم ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ

۵ - حضرت علامہ ارشد القادری صاحب ورلڈ اسلامک مشن بریڈفورڈ (انگلینڈ)

۶ - حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب مہتمم دار العلوم غریب نواز ۔ الہ آباد

۷ - حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۸ - حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب مفتی 〃 〃

۹ - حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب شیخ الجامعۃ الاشرفیہ

۱۰ - حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب

۱۱ - حضرت مولانا یٰسین اختر اعظمی صاحب

۱۲ - حضرت مولانا عبد المبین صاحب بنارسی

۱۳ - حضرت مولانا محمد مطیع الرحمٰن نوری صاحب مہتمم مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (سیتامڑھی)

۱۴ - حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (پاکستان)

۱۵ - جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب گورنمنٹ کالج مٹھی (پاکستان)

۱۶ - جناب پروفیسر عبد السلام دانش باتھ اصلی (سیتامڑھی)

۱۷ - جناب مولانا اظہار الحسن صاحب 〃

۱۸ - حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب مہتمم ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ

علاوہ بریں مندرجہ ذیل اعزہ کا بھی بے حد شکر گذار ہوں ۔ جن کے تعاون کے بغیر یہ جوئے شیر لانا دشوار طلب تھا ۔

۱ - مولانا مجاہد حسین صاحب بلاموی ۔

۲ - مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب پوکھریروی استاد غوث الوریٰ عربک کالج سیوان

۳- مولٰنا اظہر حسین صاحب باتھوی

۴- مولوی ابواللیث شمسی صاحب عماد پوری (اورنگ آباد)

۵- مولٰنا محمد میکائیل ضیائی سب ایڈیٹر "پاسبان" الٰہ آباد

۶- مولوی شکیل احمد صاحب راجگانگ پوری (اڑلیسہ)

۷- مولٰنا مسعود احمد صاحب پیغمبرپوری

اگر اس حقیر علمی کاوش کے ذریعہ میں اعلیٰحضرت کی فقید المثال شخصیت اور انکے عظیم کارناموں سے اہل علم کو کماحقہٗ متعارف کرا سکا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

محمد حسن رضا خاں

۳؍ جنوری سنہ ۱۹۷۹ء

امام کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

از: خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی
ایڈیٹر ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد۔ و۔ مہتمم دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی حبیبہ المصطفی

فقیہہ اسلام سیدنا امام احمد رضا جیسی نابغہ روزگار وعبقری شخصیت جو اپنے معاصرین میں حق آگاہ، حق نگر، حق پسند اور حق گو ہونے میں وحید عصر اور فرید دہر ہو جس کے رمز شناس قلم سے علوم و معارف کے بے شمار سوتے پھوٹ پڑے ہوں۔ جو متقی نہیں تقوی، زاہد نہیں زہد، اور عالم نہیں علم کی چلتی پھرتی زندہ مثال ہو۔ ایسی قدسی صفات اور بلند پایہ ہستی کے لئے مجھ جیسے تہی دست و بے نوا سے کچھ لکھنے کی فرمائش کرنا میری نگاہ میں اس کی تعبیر حصول سعادت کے سوا کچھ بھی نہیں ــــ میں نے اسے شدت سے محسوس کیا کہ کہیں میرے انکار پر تمناؤں کے قتل عام اور آرزوؤں کے خون ناحق کا الزام نہ آجائے۔ نیز میرے دل نے گواہی دی کہ شاید میرا عشق میرے کام آگیا جب ہی تو یہ سعادت میرے نصیبہ میں مقدر کی جا رہی ہے۔

فقیہہ اسلام مولانا ڈاکٹر حسن رضا صاحب کی تحقیقی کاوشوں کا خوشگوار ثمرہ ہے جو صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہو گیا ہے ــــ

تفقہ فی الدین ایک ایسا اثاثہ ہے کہ اس دولت بے مایہ کو ہر دل کی تجوری

میں مقفل نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس کا رشتہ وناطہ کسب وحصول کے تانے بانے تک محدود ہے۔ اس کا آشیانہ اتنا بلند ہے کہ ہر صاحب فضل وکمال اپنی جلالت عِلم وفکری بلندیوں کے بل بوتے اس پر اپنی کمند نہیں ڈال سکتا ـــــــ اگر قرآن حکیم کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واشگاف ہوجائے گی کہ تفقہ فی الدین کا تعلق کسب وتحصیل سے پہلے مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآنی صراحت یہ ہے ـــ مَن یُّرِدِ اللّٰہُ خَیرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْن ۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ پر خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین کی دولت گرانمایہ سے مالا مال فرمادیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ فن بندوں کی کوششوں تک محدود نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ دولت گرانقدر ارادۂ الٰہی اور مشیت باری کی توفیق اور تفویض کا نتیجہ ہے پھر کیا کہنا ایسے فن اور فن کار کے علومرتبت کا ! جس پاکیزہ علم کے لئے رحمت باری نے کسی صاحب بصیرت کو منتخب کرلیا ہو۔ گویا اس انتخاب نے ان بشری لغزشوں اور غلطیوں پر پہرہ بٹھادیا جو ہوائے نفس کی پیداوار ہوتی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ اپنے منصب کے لحاظ سے مسائل کے استخراج واستنباط اور ترجیح وتطبیق وغیرہ جیسی صورتوں میں خداداد تدبر کی بخشی ہوئی بے غبار صلاحیتوں کی روشنی میں غور وفکر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مجتہد سے کوئی خطا بھی ہوجائے تو اس سے کوئی مواخذہ ومحاسبہ نہیں چونکہ اس کی تمام تر کوششوں کی اساس وبنیاد اس کی نیک نیتی خدمت دین اور جذبۂ اخلاص پر ہی منحصر ہے گویا اس کا ارادہ

احکام و مسائل کی چھان پھٹک میں کتر بیونت غیر مناسب و ناروا اتر مبہم و تنسیخ یا دینی و علمی خیانت سے لگا بندھا نہیں ہے۔ وہ محض خدا کی ودیعت کردہ بے غبار صاف و شفاف صلاحیتوں کی قوت ادراک اور فکر و نظر کی بلند پروازیوں کو ہی دخیل بناتا ہے اور عقلی گدے اور منطقی اصولوں کو بھی اپنانے کی بجائے قرآن و سنت سے اخذ مسائل میں قیاس کے متعینہ خطوط کو اپنی فکر و فہم کی جولانگاہ قرار دیتا ہے۔ اور غیر مصرح مسائل میں ایسے امور کو مقیس علیہ بناتا ہے جس پر شرعاً و عقلاً قیاس کرنا درست ہو وہ غیر مصرح مسائل کے تتبع و تلاش میں ایسی راہ نہیں اختیار کرتا جس کی تگ و دو اور فکری کاوشوں کو قیاس مع الفارق یا تجاوز عن الحدود سے تعبیر کیا جاسکے۔ وہ قرآن و سنت سے مسائل کے استخراج و استنباط میں کسی خارجی دباؤ کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اخذ مسائل میں قیاس کے انہیں متعینہ حدود کی پابندی کرتا ہے۔ جن کو شرعی اصابت رائے کی ترازو میں تولا گیا ہو۔ اور پیمانہ سے ناپا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ جو قدسی نفوس اس مرتبہ پر فائز کیے جاتے ہیں ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلادھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ معصوم نہیں مگر بہت دور تک فکری لغزشوں اور قیاس میں ہوائے نفس کے تقاضوں سے یکسر محفوظ رکھا جاتا ہے ———— سیدنا امام احمد رضا کو مجتہد علی الاطلاق نہیں بلکہ مقلد ہیں لیکن امام کی فقہی خدمات کا رشتہ مثلاً قیاس، توضیح و تاویل اور تطبیق و ترجیح،

جیسے مسائل میں اسی طبقے سے لگا بندھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت عالم و فن بھی جانتے تھے۔ فن کے تکنک اور اس کی باریکیوں پر بھی ان کی نگاہ تھی۔ انہیں معنی فہمی بھی آتی تھی اور نکتے آفرینی بھی۔ وہ ژرف نگاہ بھی تھے اور بالیدہ نظر بھی۔ اس کے علاوہ وہ صوفی پاکباز بھی تھے۔ عابد شب زندہ دار بھی، رازدار آئین شریعت بھی تھے، رمز آشنائے پیغام نبوت بھی چنانچہ آپ دیکھیں گے وہ جب تصوف کے اسرار و رموز واشگاف کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کا طائر خیال لامکانی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے۔ لیکن جب وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے ہیں یا احادیث کی کتابوں پر تشریحی نوٹ یا حواشی قلمبند کرتے ہیں۔ تو ان کا قلم اس قدر محتاط ہو جاتا ہے کہ ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہیں ــــــ آقائے کائنات سے ان کی والہانہ شیفتگی ضرب المثل بن چکی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی ربودگی اور از خود رفتگی بھی ادب شناس ہو جاتی ہے وہ کیف و سرور کے عالم میں بھی تقاضائے ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ اضطراب شوق کے ہنگامۂ ہاؤ ہو میں بھی فریاد کی لے تیز نہیں ہونے دیتے۔ آواز کے زیر و بم پر بھی ان کی گرفت رہتی ہے۔ اور وہ نوک قلم پر بھی پہرہ بٹھاتے ہیں ایسی محتاط اور ادب آشنا مگر معنی شناس و معنی آفریں شخصیت سے ظاہر ہے کہ جب فقہ جیسے عظیم فن پر اجتہادی کارنامے انجام

دیئے ہوں گے۔ تو وہ کارنامہ اپنی موشگافیوں اور دقیقہ سنجیوں کے باوصف کیا کچھ ہوگا۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلےٰ حضرت کے تجدیدی کارناموں پر عصبیت کا ایک دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ مولانا حسن رضا خاں کو دعائیں دیجیئے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ان کے اصلی روپ میں پیش کر کے ہم نیازمندوں کے سر سے ایک الزام اتارنے کی کامیاب کوشش، کی ہے۔ مولائے کریم انہیں اس خدمت کا بہترین صلہ دے اور دین و مذہب کی خدمت کے لئے ان کی زبان و قلم دونوں ہی میں مزید حسن عطا فرمائے۔ آمین

مشتاق احمد نظامی
خادم آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت
مرکزی آفس الہ آباد

باسمہٖ تعالیٰ

اِفتتاحیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ۔ ٹھٹھہ (سندھ ۔ پاکستان)

(۱)

امام احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) عہدِ جدید کے عظیم عبقری تھے. جس پر ان کی علمی تخلیقات و تحقیقات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے ۔

—— زمانے نے ان کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب، ماہتاب بنا دیا ——

ان کی روشنی دور دور پھیلی —— ان کی آواز دور دور پہنچی ——

علمائے عرب نے ان کے فضل و کمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا چناں چہ شیخ عبد الرحمٰن دھان مکی فرماتے ہیں :۔

الذی شہد لہ علماء البلد الحرام بانہ السید الفرد الامام[1]

(ترجمہ) وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے.

اور شیخ عبد اللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں :۔

وھو لنا درۃ ھذا الزمان وعزۃ ھذا الدھر والاوان ... سید الشیوخ والفضلاء الکرام یتیمۃ الدھر بلا توان[2]

---

[1] احمد رضا خان : حسام الحرمین ، مطبوعہ لاہور ، ص ۸۳

[2] احمد رضا خان : الدولۃ المکیۃ ، مطبوعہ کراچی ، ص ۹۴ - ۹۶

(ترجمہ :۔ وہ نادر روزگار، اس وقت۔اور اس زمانے کا نور۔۔

۔۔۔۔معزز مشائخ اور فضلا، کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا۔[1]

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد الشہیر بالمجلبی دمشقی فرماتے ہیں:۔

فکلامہ ...... یدلّ علی کمال علمہٖ[1]

(ترجمہ) ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور دمشق ہی کے

علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں:۔

جامع للکمالات والفضائل من الخطدون شرفہ کل متطاول

فانہ من الفضل والبوہ والمذعن لفضلہ اعداؤہ ومحبوہ مقدارہ

فی العلم جلیل ومثلہ فی الانام قلیل[2]

(ترجمہ:۔ فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین دشمن ودوست دونوں کو ہے ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔

پاک وہند کے فضلاء ومحققین میں ان کی دھوم ہے۔ چناں چہ پاکستان کے مشہور محقق ودانشور پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب (سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سندھ) فرماتے ہیں:۔

اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں، ان کے فضل وکمال، ذہانت وفطانت، طبّاعی ودرّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین ومستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔[3]

---

[1] محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۷

[2] محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۹

[3] محمد مرید احمد: جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہُوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا کا بڑا چرچا تھا۔ اور ان کے فضل و کمال کے سب قائل تھے۔ اداریہ نگار لکھتا ہے :۔

آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متبحر جید عالم .... آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے[۱]

امام احمد رضا کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلاء اور دانشور قائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر جی۔ ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) لکھتے ہیں :۔

انہوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بلندیاں جمع کرلی ہیں۔[۲] (ترجمہ انگریزی)

اور پروفیسر ایس۔ ٹی علی نقوی (صدر شعبۂ کیمیا گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ) لکھتے ہیں :۔

وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہ اور مصنف تھے۔ ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا وہ ۵۰ علوم و فنون پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔[۳] (ترجمہ انگریزی)

عہد جدید کے مشہور و معروف مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف

۱ے پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳، نومبر ۱۹۲۱ء

۲ے پیغام برائے مجلس رضا، مانچسٹر، انگلستان، محررہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

۳ے الہاشم (ٹھٹھہ، سندھ) شمارہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۵

ان لوگوں کو بھی ہے جو اُن سے اختلاف رکھتے ہیں[1]۔

پاکستان کے ایک سن رسیدہ صحافی و قلمکار میاں عبد الرشید اپنی انگریزی کتاب "پاک و ہند میں اسلام" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں :۔

حضرت احمد رضا خاں بریلوی برصغیر کے حدود سے چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک تھے ـــــ وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت ذہین اور بے حد متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر ـــــ ان کے علم ہمہ گیر تھا[2] (ترجمہ انگریزی)

۲

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہہ تھے۔ طبقات فقہاء میں امام احمد رضا کو جو مقام حاصل ہے وہ اُن کے معاصرین میں کسی حاصل نہ تھا ـــــ فقیہہ کا ایک امتیاز خاص یہ ہے کہ اس کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ پر کامل عبور ہو ـــــ امام احمد رضا کی محوت حافظہ قرنِ اوّل کی یاد دلاتی ہے۔ وہ خود حافظ قرآن تھے اور معانی و مفاہیم سے آشنا ـــــ ان کے سامنے نہ صرف قرآن کے الفاظ تھے بلکہ اس کے معانی اور روحِ معانی بھی ـــــ ان کا فکر و خیال آیات و احادیث سے آباد تھا۔ حدیث میں ان کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود علمائے عرب ان کی شان میں یہ اظہار خیال فرما رہے ہیں :

کیف لا مرھو امام المحدثین[3]

کیوں نہیں وہ تو محدثین کے امام ہیں

---

[1] عبد النبی کوکب : مقالاتِ یوم رضا، ج ۲، ص ۶۰، مکتوب محررہ ۲۸ رمئی ۱۹۶۸ء

[2] میاں عبد الرشید : پاک و ہند میں اسلام، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶۵

[3] شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی بحوالہ رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور ج ۲، ص ۱۴۸

اور ڈاکٹر سید محمد عبداللہ (چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو "عبقری فقیہہ، صاحب نظر، مفسر قرآن اور "عظیم محدث" قرار دیا ہے[۱]۔

سجادہ نشین مارہرہ شریف (بھارت) حضرت حسن میاں مدظلہ العالی ۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا:

حضرت شاہ اولادِ رسول مارہروی اعلیحضرت کے لئے فرماتے تھے کہ وہ "فقیہہ النفس" تھے، ان کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے میخ ___

حضرت شاہ اولادِ رسول، امام احمد رضا کے معاصر تھے۔ صاحب علم و فضل اور ۳۰ کتابوں کے مصنف، ۱۳۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کے ہم خیال نہ ہوتے بھی یہ اظہار خیال فرماتے ہیں:[۲]

جزئیات فقہ پر جو ان کو عبور حاصل تھا ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی

اور جسٹس پیر کرم شاہ صاحب (جج سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت بنچ) فرماتے ہیں:

علوم دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں[۳]۔

اس میں شک نہیں کہ بحیثیت فقیہہ امام احمد رضا جامع فضائل و کمالات تھے ___ وہ حق پسند بھی تھے، عدل گستر بھی اور حق گو بھی ___

۱؎ محمد مقبول احمد قادری: پیغامات یوم رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۵

۳؎ عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ج ۲، ص ۲۵

۲؎ ابوالحسن علی ندوی نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد دکن ج ۸، ص ۴۱

وہ امین بھی تھے، مخلص بھی تھے، زاہد و عابد بھی اور متقی بھی۔ ——— وہ معقولیت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی ——— وہ بے ریا اور بے نفس تھے۔ ——— ایسے صداقت شعار کہ قول و فعل میں اصلا تضاد نہیں۔ وہ باغیرت تھے، باوقار تھے۔ ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے ——— جو کہتے اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ ——— بے باک و گستاخ اور خود سر و مغرور نہ تھے ——— زمانے کے فیض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر ——— دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی سے بے نیاز ——— وہ ہشیار تھے، بے خبر نہ تھے ——— ان کی نظر ہمہ گیر تھی، اور ان کا قلم دلگیر ——— وہ صاحب بصیرت تھے، ان کی نظر پس منظر اور پیش منظر پر بھی رہتی تھی ——— بندگانِ خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے۔ ان کے خدا و رسول نے جو سہولتیں ان کو دی ہیں اس کا خیال رکھتے تھے ——— وہ زمانے کی حرکی قوت سے آگاہ تھے۔ ——— تہذیبوں اور تمدنوں کے آثار چڑھاؤ اور رسم و رواج کے نشیب و فراز سے واقف تھے ——— ان کا دماغ روشن ——— ان کا دل منور تھا ——— کتب احادیث و فقہ پر گہری نظر تھی ——— تمام مسائل شرعیہ معہ دلائل شرعیہ مستحضر تھے ——— وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ، مصنف کے مقام و مرتبے سے بھی آگاہ تھے۔ ——— ان کو زبان و بیان پر حیرت انگیز قدرت تھی ——— عربی، فارسی اور اردو میں بے تکان لکھتے چلے جاتے۔ ——— ان کی فقہی نگارشات میں بھی بکثرت ادب پارے ملتے ہیں ——— انہوں نے تحقیق و تدقیق کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا دور جدید میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ——— ان کی طنزیات میں بھی ابتذال نہیں ——— وہ اپنے قاری کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کو مطمئن کر کے چھوڑتے ہیں۔ ——— وہ اپنے قاری کو کسی الجھن میں مبتلا نہیں کرتے ——— مطالب و معانی خود ان کے ذہن میں

صاف ہوتے ہیں۔ وہ بڑی صفائی سے اپنی باتیں صاف صاف بتاتے چلے جاتے ہیں جو دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ ——— وہ دلائل وشواہد کے اتنے انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری کا فکر و خیال پیاسا نہیں رہتا بلکہ ایسا سیر ہو جاتا ہے۔ کہ پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگتی ——— ان کی تحقیقات مبالغہ آرائی اور حشو و زوائد سے پاک ہیں ——— ان کے اسلوب بیان میں قطعیت ہے ——— ان کو اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے ——— متون کی صحت کا خاص اہتمام رکھتے ہیں ——— معاصر شہادتوں کو چھان پھٹک کر قبول کرتے ہیں ——— علوم و فنون کی مصطلحات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ——— انہوں نے علوم و فنون کو تفصیل و تشریح عطا فرمائی اور نظم و ضبط دیا ——— وہ دلائل و براہین کو ترتیب و تدریج کے ساتھ بیان کرتے ہیں ——— وہ بڑی خوبی سے مضمون پھیلاتے ہیں پھر سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور کمال مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ ——— ان کے پاس جامعیت۔ صحت اور دیانت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ——— ان کی فقہی تنقیدات بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات ہیں۔ ——— وہ جب فیصلہ کر لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے ——— علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم امام احمد رضا کی علمیت و فقاہت اور قوت فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں:-

ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ ...... میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ اور ان کی ذہانت۔ فطانت اور جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں ——— مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے [۱]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

۳

فن فتویٰ نویسی میں امام احمد رضا کا جواب نہ تھا۔ ان کا سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی سے منسلک ہے ـــــ انہوں نے فقہ میں سند شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے حاصل کی۔ جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود تک پہنچتا ہے۔ ـــــ امام احمد رضا نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی۔ پھر رجب ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء ان کے والد ماجد علامہ مولانا محمد نقی علی خاں کا وصال ہوا تو امام احمد رضا مستقل طور پر مسند افتاء پر فائز ہو گئے ـــــ مجموعی طور پر ۵۴ سال امام احمد رضا نے فتوے لکھے۔ ان کی سرعتِ تحریر کا عالم یہ تھا کہ مسودات کو چار نقل کرنے والے بیک وقت نقل کرتے جاتے یہ فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا۔ ـــــ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا! ـــــ امام احمد رضا کے پاس ساری دنیا سے استفتاء اس قدر آتے کہ کسی مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آتے نہ سُنے ـــــ ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جایا کرتے تھے ـــــ خود امام احمد رضا نے تحریر فرماتے ہیں:۔

فقیر کے یہاں علاوہ ـــــ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتویٰ اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ رفقائے ہندوستان، بنگال و پنجاب، و ملیبار، و برما، ارکان و چین و غزنی و امریکہ، و افریقہ، حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء

(حاشیہ صفحہ سابق) ۱؎ ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم، تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء (شریک مجلس اقبال)

آتے ہیں۔ اور ایک وقت میں پانچ پانچ سَو جمع ہوجاتے ہیں[۱]

امام احمد رضا کے مجموعۂ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں۔ بقول مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ، بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں مبارک پور سے شائع ہوچکی ہیں۔ چھٹی جلد کتابت ہورہی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں دار الاشاعت مبارکپور میں محفوظ ہیں[۲] اس کے بعد کی منزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ ہیں۔

امام احمد رضا کا مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی اہمیت تو مسلّم ہے۔ لیکن دوسری کئی حیثیات سے اہم ہے ——— تاریخی، سیاسی، علمی لسانی، ادبی، عمرانیاتی، اقتصادی، معاشرتی، سوانحی وغیرہ وغیرہ ——— فتاوی رضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم وفنون کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ———

امام احمد رضا کے فتوے عربی، فارسی اور اردو میں ہیں۔ اور ہر زبان میں ایسی پیاری تحریر گویا یہ ان کی مادری زبانیں ہیں۔ ——— بعض فتوے انگریزی میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ کیوں کہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا اس کو اسی زبان میں جواب بھیجا جاتا تھا ——— انگریزی زبان میں ایک استفتاء ۱۹ ر ۱۹۰۸ء کو محمد قادر غنی نے رنگون (برما) سے بھیجا تھا جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا۔ اس کا عکس معارف رضا (کراچی ۱۹۸۲ء) میں شامل ہے ——— امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی تھے کہ جس زبان میں استفتاء آئے اسی زبان میں جواب لکھا جائے۔ لیکن اس کا بھی اہتمام رکھتے استفتا منثور آتا تو جواب منثور دیا جائے، اور منظوم استفتاء آتا تو جواب منظوم دیا جاتا ——— فتاوئے رضویہ میں منظوم فتوے بھی ہیں۔

---

۱ احمد رضا خاں: العلایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۴، ص ۱۴۹

۲ مکتوب محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۹ء از مبارکپور بنام راقم الحروف

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علماء کو مفتی بنا دیا۔ مخالف و موافق سب ان کے فتووں سے استفادہ کرتے ہیں۔ بعض ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ تکلیف گوارا نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لیتے ہیں بہر کیف امام احمد رضا اجر و ثواب سے محروم نہیں۔

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاوی الفتاوی الرضویہ فی العطایا النبویہ کو قانون کے ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور قانون دان اور بمبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی۔ ایف ملا نے امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ اور فتاوی عالمگیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہکار قرار دیا ہے[1]۔

اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاد شعبہ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی) لکھتے ہیں :-

فقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لئے کافی ہیں[2]۔

ہندوستان کا مشہور عالمی شہرت یافتہ علمی مجلہ معارف (اعظم گڈھ) فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا پر یہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزرسی استحضار، ذہانت، طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ــــــ ان :

---

[1] مکتوب علامہ نور احمد قادری از سفارت خانہ انڈونیشیا اسلام آباد مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۱ء

[2] سید ریاست علی قادری: معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۴۳

کے کمالانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔[1]

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ (پروفیسر کلیتہ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض) نے فتاویٰ رضویہ کا صرف ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے خود فرماتے ہیں :۔

عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے۔[2] (ترجمہ عربی)

مشہور محقق و قلمکار اور امام احمد رضا کے معاصر، مولانا وحید احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلمِ نافع ان کی فقاہت پر منتہی تھا ــــــ اس سے انہیں مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سے ان کا نام زندہ ہے۔[3]

یہ وہ فضلاء ہیں جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے ــــــ جو روز روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے ــــــ وہی کہتے ہیں جو ان کا دل کہتا ہے۔ ــــــ عالم اسلام کے موافق و مخالف فضلاء و دانشوروں نے جن جن القاب و آداب سے نوازا اور ان کے علم و فضل پر جو جو اظہار خیال کیا اس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ ــــــ ان

۱ے معارف (اعظم گڈھ، یوپی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء، ص ۴۳-۴۴

۲ے محمد یٰسین الاعظمی : امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۷

۳ے محمد مرید احمد : جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

حضرات کے تاثرات پر مشتمل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔ ——

(۴)

امام احمد رضا کے مستفتیوں میں علماء، فضلاء کے علاوہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے جج بھی شامل ہیں۔ اور کلیات و جامعات کے پروفیسر بھی —— جسٹس محمد امین مرحوم (چیف کورٹ، بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مفتیوں سے آٹھ فتوے لئے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے۔ تو انہوں نے ہدایت کی کہ پورا مقدمہ متعلقہ فتوے کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ اور ان سے درخواست کی جائے کہ:

> ان تمام فتووں کو ملاحظہ فرمادیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمائیں۔۔۔۔
> مقدمہ چوں کہ عرصے سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا، کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت میں بھجوا دیں[۵] (۱۹۱۳)

اسی طرح اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ریاض اور پرنسپل پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم امام احمد رضا سے سائنسی علمی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے —— تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انہوں نے امام احمد رضا سے جو فتوی لیا (اور جو علامہ اقبال کی نظر سے بھی گذرا) مشہور و معروف ہے۔[۶] —— اس فتوے نے تحریک ترک موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور مسلمانوں کو تباہی سے بچایا۔

---

۵ احمد رضا خاں: فتاوی رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۲ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

۶ پروفیسر محمد صدیق: پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴-۱۳۳

امام احمد رضا نے فن فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے۔ ______ ان میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں۔ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید شاہ غلام بہاری، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، حکیم سید عزیز غوث اور مولانا نواب مرزا وغیرہ ____

مولانا مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ فن فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام احمد رضا نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصب افتاء و قضاء پر مامور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:۔

ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرنا ہے کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔[1]

علامہ مصطفےٰ رضا خاں کا مجموعہ فتاوی فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے سنہ ۱۹۸۴ء میں ادارہ تصنیفات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفتاء سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ املاء کرتے جاتے۔ طبیعت اخاذ تھی، طرز سے واقف ہو گئے اور فتوے لکھتے رہے۔ فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ بہار شریعت ان کی مشہور تصنیف ہے، ان کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ امجدیہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے۔ ____

مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ و حدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے۔

امام احمد رضا کے پرپوتے علامہ محمد اختر رضا خاں (ابن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں ابن علامہ محمد حامد رضا خاں ابن امام احمد رضا خاں) آج کل بریلی میں منصب افتاء پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ۔ مصر) کے فارغ ہیں، نے نکاح

---

[1] امجد علی اعظمی: فتاوی امجدیہ، مطبوعہ الٰہ آباد سنہ ۱۹۷۹ء، ص۔ ذ۔ ر

عربی لکھتے ہیں اور علم فقہ وحدیث میں مہارت رکھتے ہیں۔

۵

فتاوی کے علاوہ امام احمد رضا دیگر کتب و تصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ ان کتب و تصانیف میں شروح و حواشی اہل علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصر مولانا ہدایت رسول لکھنوی (۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

اعلی حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں۔[51]

خانقاہ مجددیہ مظہریہ (دہلی) کے سجادہ نشین علامہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری دسمبر ۱۹۸۲ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے گفتگو راقم سے فرمایا کہ وہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ وہاں امام احمد رضا کے رد المحتار پر عربی حاشیہ جد الممتار کے[52] چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گئے۔ ——— جہاں صاحب رد المحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خاں آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں۔

شاہ اولاد رسول مارہروی (م، ۱۳۷۲ھ) اسی حاشیے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے:۔

اعلی حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیوں کہ جو جامعیت اعلی حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں۔[53]

---

۵۱ ظفر الدین بہاری: حیات اعلی حضرت، مطبوعہ کراچی، ج۔۱، ص ۱۳۸

۵۲ جد الممتار ——— (جلد اول) ۱۹۸۲ء) میں حیدر آباد دکن سے چھپ کر المجمع الاسلامی، مبارکپور سے شائع ہو گئی ہے اس میں مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی) نے

(باقی اگلے صفحہ پر)

سراج الفقہا مولانا سراج احمد (مفتی سراج العلوم، خانپور رم) امام احمد رضا کے معاصرین میں تھے۔ ان کے اساتذہ نے ان کو باور کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں۔ ان کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے۔ لیکن جب سراج الفقہا منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں ان کو الجھن پیش آئی تو مجبوراً انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا۔ امام احمد رضا نے ایسا تشفی بخش جواب عنایت فرمایا کہ سراج الفقہا حیران رہ گئے۔ اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہو گیا ——— انہیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہو گئی۔ جو ان کے مخلصین میں تھے۔ سراج الفقہاء نے امام احمد رضا کا رسالہ الفضل الموہبی ان کو دکھایا تو وہ حیران رہ گئے۔ اور عالم حیرت میں فرمایا۔

یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے؟

افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا ———

علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں ———

یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں[۱]

۶

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا۔ اپنی تصنیف حجب العوار (مطبوعہ لاہور) میں انہوں نے ماخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) امام احمد رضا پر ایک وقیع مقالہ شامل کیا ہے (ص ۲۴ - ۴۹)

[۵۳] بروایت علامہ حسن میاں مارہروی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف۔ مسعود

[۱] المیزان (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۵ - ۱۸۶

[۲] راقم نے اپنے مقالے حیات امام اہلسنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۳۸ - ۴۱) میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ حیات امام اہلسنت کا ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک ایڈیشن مبارکپور (بھارت) سے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے۔ ——— برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلانہ ڈاکٹر باربرا ڈی مٹکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں :۔

احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا۔ جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے ان کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے[۱]
(ترجمہ انگریزی)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازھر (قاہرہ، مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسلکاً اہل حدیث ہیں۔ لیکن حق پسند اور حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے ——— علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے[۲]

امام احمد رضا کی فقہی اور دینی خدمات پر کام ہو رہا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی (صدر شعبہ سائنسکس، لندن یونیورسٹی انگلستان) نے امام احمد رضا کی تین فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھکر انگریزی میں مقالات تحریر فرمائے ہیں :۔

---

[۱] باربرا مٹکاف مسلم ریلیجین لیڈرشپ ان انڈیا، برکلے ۱۹۷۴ء

[۲] صوت الشرق و قاہرہ، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۱۲

۱۔ اسلام کا تصوّرِ علم

۲۔ اسلام کا تصوّرِ جہل

۳۔ اسلام کا تصوّرِ دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلس رضا مانچسٹر (انگلستان) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوگیا ہے ـــــــ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (مارھرہ شریف) نے انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔

پروفیسر جی۔ ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی قابل مطالعہ تصنیف تمہید ایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عنقریب مجلس رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان (شعبہ اسلامیات، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ) بھی مجموعہ ہائے فتاویٰ کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا کا فتاویٰ رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقضی ۔ اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے ـــــــ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ۱۴ سال گذر چکے ہیں۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی حاصل نہ ہوسکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے۔

ـــــــ امام احمد رضا کی شخصیت بزبان حال یہ کہتی معلوم ہوتی ہے ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ہندوستان کے مشہور محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلّات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفہ جدید و قدیم پر امام احمد رضا کی تصنیف الکلمۃ الملہمہ پر اپنے مقالے "عہدِ حاضر کا تہافت الفلاسفہ"[1] میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلّہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں۔

> مجدد مائۃ حاضر جیسے نادرۂ روزگار کی عبقریت کی حقہ تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و معقول فضلاء کی کاوش و تحقیق درکار ہے وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔[2]

بلاشبہ امام احمد رضا کا ایوان علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے جہاں زمانے کے بڑے بڑے دانشور گم ہوتے نظر آتے ہیں۔

(۷)

امام احمد رضا کی جلالتِ علمی کے بارے میں فضلاء و محققین کی آراء و تاثرات قاری کو یہ جاننے کے لئے بے چین کئے دیتے ہیں کہ آخر امام احمد رضا اتنے عظیم کیوں تھے؟ ــــــ اس کے جواب میں مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب کی یہ علمی کاوش اور تحقیقی مقالہ "فقیہہ اسلام" پیش کی جاسکتی ہے در اصل یہ مقالہ ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا گیا تھا جس پر ڈاکٹر صاحب کو پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔

---

[1] معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

[2] ایضاً، ص ۲۳۴

——— یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ نے ہندوستان سے شائع کیا۔ ——— ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے ہر باب میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ ——— پہلے، دوسرے اور تیسرے ابواب محنت سے لکھے گئے ہیں۔ اور اس میں بہت ہی مفید معلومات جمع کی ہیں ——— چوتھا باب امام احمد رضا کے حالات سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے حالات و افکار کا جائزہ لیا گیا ہے ——— آخر میں ان سندات کی نقول بھی شامل کی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث و فقہ میں عطا کی گئیں۔ ———

پانچویں باب میں امام احمد رضا کے احوال و آثار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں امام احمد رضا کے منظوم و منثور فتوے، نیز عربی، فارسی اور اردو فتووں کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اور انگریزی ترجمہ شدہ ایک فتویٰ بھی نقل کیا ہے۔ اور آخر میں پچاس علوم و فنون پر امام احمد رضا کی ۶۱۲ تصانیف کی تفصیلی فہرست دی ہے۔

——— چھٹے باب میں معاصرین، تلامذہ اور خلفاء متبعین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ باب بھی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔

——— ساتویں باب میں فقہ اسلامی میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور فتویٰ نویسی میں ان کی مہارت کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی نگارشات کے نمونے پیش کیے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محدث وقت اور فقیہہ العصر تھے۔ اس باب میں فقہ سے متعلق امام احمد رضا کی مزید ۴۰ ۲ کتب و حواشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر امام احمد رضا کی ۶۶ ۶ کتب و حواشی کی تفصیلات اس تحقیقی مقالے میں

آگئی ہیں ــــــــ مجموعی طور پر یہ مقالہ قابل مطالعہ اور لائق تحسین و آفرین ہے۔ فاضل مقالہ نگار اور وہ علماء و دانشور جنہوں نے ان سے تعاون کیا سب قابل مبارک باد اور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت اس امر کی متقاضی تھی کہ اس کو پاکستان میں بھی شائع کیا جائے ــــــــ سب سے پہلے اس کی اشاعت کا خیال محترمی جناب سید ریاست علی قادری (ناظم اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) کے ذہن میں آیا۔ مگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہ کر سکے۔ تو ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی کو اس اہم کام کے لئے تیار کیا۔ اور ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔ ــــــــ اس ادارے کے اراکین بالخصوص عزیزان گرامی محمد ریاض ضیائی اور محمد الطاف ضیائی، حضرت شاہ تراب الحق مدظلہ العالی کی سرپرستی میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کئی اہم اور مفید کتابیں شائع کی ہیں۔ اور پیش نظر کتاب تو علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہم ہے۔ اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ــــــــ اللہ تعالیٰ ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کے تمام اراکین اور معاونین کو دارین میں سرفراز فرمائے۔ اور مزید ہمت و استقامت ارزانی فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

۲ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ــــ احقر محمد مسعود عفی عنہ

۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء ــــ (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

یوم جمعۃ المبارک ــــ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج

ٹھٹھہ (سندھ۔ پاکستان)

الباب الاول

ہندوستان میں فقہ اسلامی کا ارتقاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق الفقہ

فقہ کا معنی کسی شے کا جاننا اور سمجھنا ہے جیسا کہ لوئیس معلوف نے المنجد میں فقہ کا معنی "العلم بالشی والفھم بہ" لکھا ہے۔ [1]

علامہ زمخشری نے فقہ کا معنی شق اور فتح لکھا ہے الفقہ حقیقۃ الشق والفتح [2] حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں فقہ کا معنی فہم و تدبر اور دین میں بصیرت بیان کیا ہے۔ [3]

اصطلاح شرع میں احکام شرعیہ کا علم ادلہ تفصیلیہ کے ساتھ ہونا جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ توضیح میں رقمطراز ہیں :-

"العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتہا التفصیلیہ" [4]

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فقہ انسان کے مالہ وما علیہ کی معرفت کا نام ہے۔ [5]

---

[1] المنجد ص ۳۳۳ [2] حقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۲ [3] احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲۴

[4] توضیح شرح تنقیح ص ۱۰ [5] توضیح ص ۵ —

احمد ابن مصطفیٰ نے علم فقہ کی تعریف یہ کی ہے :-

" وھو علم باحث عن الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ العملیۃ من حیث استنباطھا عن ادلتھا التفصیلیۃ "[1]

فقہ وہ علم ہے جو شریعت کے احکام فرعیہ عملیہ سے بحث کرتا ہے اس حیثیت سے کہ ان احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے کس طرح اخذ کیا گیا ہے۔[2]

اس رائے کی تائید مصنف توضیح نے بھی فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فقہ شریعت کے ان احکام کا علم ہے جن پر عمل کرنا مقصود ہے اور جو ہم کو بذریعہ وحی معلوم کرائے گئے ہیں۔ یا اجماع علماء قرار پائے ہیں۔

بل ھو علم لکل الاحکام الشرعیۃ العملیۃ التی قد ظھر نزول الوحی بھا والتی انعقد الاجماع علیھا من ادلتھا مع ملکۃ الاستنباط الصحیح منھا۔[3]

---

[1] مفتاح السعادہ ص ۱۹۴ [2] اصول اسلام ص ۷۵ [3] توضیح ص ۱۱

فقہ اسلامی کے مأخذ

فقہ اسلامی کے عملی قوانین کے متعدد بنیادی مأخذ ہیں جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کے ماخذ اور تفصیلی احکام کا سرچشمہ چار ہیں۔

۱۔ قرآن کریم ۲۔ سنت نبوی ۳۔ اجماعِ امت ۴۔ قیاس

مذکورہ چاروں اصولوں کے لئے قرآن کی تشریح موجود ہے۔

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلاً ــــــ

بعض علما نے ان چاروں بنیادی اصولوں کے علاوہ دوسرے اصول کو بھی شرعی مأخذ قرار دیا ہے جسے اصطلاح میں استدلال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔

۱۔ استحسان ۲۔ مصالح مرسلہ ۳۔ استصحاب

۴۔ مسلک صحابی ۵۔ اسلاف کے قوانین

فقہ اسلامی کی

عہد بہ عہد ترقی

علامہ محمد الخضری نے اپنی تالیف "تاریخ التشریع الاسلامی" میں فقہِ اسلامی کے چھ ادوار قائم کئے ہیں۔

۱۔ فقہ بہ عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲۔ فقہ بہ عہد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۳۔ فقہ بہ عہد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (یہ عہد پہلی صدی ہجری کے بعد ختم ہو جاتا ہے)

۴۔ وہ عہد جب فقہ نے مستقل علم کی شکل اختیار کرلی۔
(یہ عہد دوسری صدی کے اوائل سے شروع ہو کر تیسری صدی کے اخیر میں ختم ہو جاتا ہے)۔

۵۔ وہ عہد جس میں ائمہ فقہاء کے مابین اکثر مسائل شرعیہ پر بحثیں ہوا کیں اور نتیجہ کے طور پر نت نئے فقہی مسائل پیدا ہوئے۔
(یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال اور تاتاری غارتگری کے کچھ دنوں بعد ختم ہو جاتا ہے)

۶۔ فقہ بہ زمانہ تقلید — یہ دور پانچویں صدی کے بعد شروع ہوا اور آج تک قائم ہے۔

(تاریخ التشریع الاسلامی ترجمہ اردو ص ۷۲)

فقہ اسلامی کے متذکرہ بالا ادوار کا سرسری جائزہ لیا جائے تو تاریخ کے صفحات پر بے شمار فقہاء نظر آتے ہیں۔ مخصوص فقہاء کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے ۔

مفتیان مدینہ :۔

۱ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ)
۲ :۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۷۳ھ)
۳ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۸ھ)
۴ :۔ حضرت سعید ابن المسیب المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)
۵ :۔ حضرت عروہ ابن الزبیر بن العوام الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)
۶ :۔ حضرت ابو بکر ابن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)
۷ :۔ حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)
۸ :۔ حضرت عبیداللہ ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۳ھ)

مفتیان مکّہ

۱ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)
۲ :۔ حضرت مجاہد ابن جبیر رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)
۳ :۔ حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)
۴ :۔ حضرت ابوالزبیر محمد ابن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۳۸ھ)

مفتیان کوفہ

۱ :۔ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ) ۲ :۔ حضرت مسروق ابن الاجدع

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام ۶۳ھ) ۳ :۔ حضرت شریح ابن الحارث رضی اللہ عنہ (م ۵۹ھ) ۴ :۔ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ (م ۹۵ھ) ۵ :۔ حضرت عامر ابن شرجیل رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)

مفتیانِ شام۔

۱ :۔ حضرت عبد اللہ ابن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ (م ۷۸ھ)

۲ :۔ حضرت رجار بن حیرۃ الکندی رضی اللہ عنہ (م ۱۱۲ھ)

مفتیانِ مصر۔

۱ :۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ (م ۶۵ھ)

۲ :۔ حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ (م ۱۲۸ھ)

مفتیانِ یمن۔

۱ :۔ حضرت طاوس ابن کیسان الجندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۶ھ)

۲ :۔ حضرت وہب ابن الصنعانی رضی اللہ عنہ (م ۱۱۴ھ)

فقہی کتابوں کی تدوین میں عہد بنی عباس بہت زیادہ فیض رساں ثابت ہوا اس دور حکومت میں تدوین فقہ اور نشر واشاعت کا کام باقاعدہ اور بہت منظم نظر آتا ہے۔ [۱]

اس فن میں سب سے پہلے حضرت مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری صدی ہجری میں ایک کتاب لکھی۔ [۲]

---

۱ تاریخ الادب العربی ص ۳۸۰ ۲ اردو انسائکلوپیڈیا ص ۱۱۵۲

ہندوستان میں
فقہ اسلامی کا ارتقاء

ہندوستان میں مسلمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پہنچ چکے تھے اس کے بعد حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں کچھ خاندان ہندوستان کے جنوبی سواحل پر آباد ہوگئے تھے۔ بعد میں تجارت کے فروغ سے یہاں عرب تاجروں کی مستقل آبادیاں قائم ہوگئیں ادھر سندھ میں عربوں کی فاتحانہ پیش قدمی نے انقلاب پیدا کر دیا اس علاقہ میں عربوں کا اثر ورسوخ بھاولپور ملتان تک چوتھی صدی ہجری تک رہا اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو جگہ جگہ مساجد و مدارس میں علماء کرام موجود تھے۔ یہ حضرات طلبہ کو فقہ اسلامی کی تعلیم دیتے ان سے عوام استفتاء کرتے اور یہ فتوے دیتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے بھی استفسارات شریعت اسلامیہ کے بارے میں ملتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے استفسارات کا حال بزرگ ابن شہریار کی کتاب :۔ "عجائب الہند" سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگ ابن شہریار ایک عرب جہازراں محمد حسن نامی کی زبانی تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کرتا ہے کہ "میں ۲۸۸ھ میں منصورہ میں تھا وہاں مجھ سے مستند بزرگوں نے بیان کیا کہ امراء کے راجہ مہروق ابن رائق جو ہندوستان کا بڑا راجہ تھا اور جس کی حکومت کشمیر زیریں میں تھی۔ ۲۷۰ھ میں منصورہ کے بادشاہ عبد اللہ کو لکھا کہ وہ اسلامی شریعت کو زبان ہندی میں منتقل کریں"۔ [1]

---

[1] عجائب الہند ص ۲، ۳۰

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں اور امیروں کو نہ صرف فقہ اسلامی سے دلچسپی تھی بلکہ انھوں نے اس فن میں تصانیف بھی چھوڑی ہیں چنانچہ سلطان محمود غزنوی فقہ اسلامی کا زبردست عالم تھا۔ اس نے ایک کتاب "التفرید فی الفروع" لکھی تھی[1]۔ جو بلاد غزنہ میں بہت مقبول ہوئی۔ اس میں شافعی مذہب کے مطابق بکثرت مسائل بیان کئے گئے۔ امام مسعود ابن شیبہ جو اعیان فقہاء میں سے تھے انہوں نے سلطانی نسخہ سے اس کو نقل کیا تھا[2]۔ اسی طرح ظہیر الدین بابر نے اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی جو اپنے وقت میں بہت مقبول ہوئی[3]۔ خوندمیر نے بادشاہ کے ایماء پر قانون ہمایوں کے نام سے فقہ پر ایک کتاب لکھی۔[4]

فتاویٰ کی ممتاز و مستند کتابیں جن کی نشاندہی تاریخ کرتی ہے یہ ہیں:۔

۱ :۔ فتاویٰ فیروز شاہی	۲ :۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی
۳ :۔ فتاویٰ اکبر شاہی	۴ :۔ فتاویٰ عادل شاہی
۵ :۔ فتاویٰ تاتارخانی	۶ :۔ فتاویٰ عالمگیری

فیروز شاہ کو فقہ سے بڑی دلچسپی تھی اس کی یہ خواہش تھی کہ حکومت احکام شرعیہ کے مطابق چلائی جائے چنانچہ اس کی خواہش پر فتاویٰ فیروز شاہی مرتب کی اس کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری لندن، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڈھ۔

فتاویٰ فیروز شاہی مولانا محمد یعقوب کرمانی نے زبان عربی میں لکھی تھی ان کے انتقال کے بعد سلطان فیروز شاہ نے مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ مرتب کرایا اور اس کا فارسی ترجمہ کرایا۔[5]

---

[1] ادب نامہ ایران ص ۹۳ [2] الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۱۵۷ و نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۹۵

[3] مسلمانان ہندوپاک کی تاریخ ص ۱۴۴ [4] ہمایوں نامہ ص ۱۴۶ [5] معاشرتی و علمی تاریخ ص ۱۰ و ۴۰۴

سلطان ابراہیم شرقی کے عہد (۱۴۰۱ء - ۱۴۴۰ء) میں فتاویٰ ابراہیم شاہی مرتب کیا گیا۔[1] عتیق اللہ بن اسمٰعیل ابن شیخ قاسم نے فتاویٰ اکبرشاہی لکھی اس کا قلمی نسخہ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے۔ فتاویٰ عادل شاہی بھی مشہور ہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں امیر تاتارخاں نے جہاں علماء کی مشارکت سے تفسیر تاتارخانی لکھوائی وہیں فتاویٰ تاتارخانی بھی مرتب کرایا۔[2] اس کی تیاری میں کتب خانہ تاتارخاں سے مدد لی گئی جس کے مہتمم عالم ابن علاء تھے۔

فتاویٰ کے سلسلے میں سب سے اہم کام اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے کیا انھوں نے فتاویٰ عالمگیری تیار کرائی جو آٹھ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور جس پر اس زمانہ میں دولاکھ روپے صرف ہوئے۔

اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ براعظم میں اسلامی حکومت پورے طور سے نافذ ہوجائے۔ اسی خواہش کے پیش نظر انہوں نے فتاویٰ عالمگیری تیار کرایا۔ اس اہم منصوبہ کی نگرانی شیخ نظام الدین برہان پوری فرمارہے تھے دہلی کے نامور علماء و فقہاء کے علاوہ اطراف واکناف کے کثیر علماء کو بلایا گیا۔[3] ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے زائد علماء اس کام کے لئے مختص تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تدوین میں ملّا حامد کے معاون تھے لیکن بعد میں عزلت پسندی کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے۔[4]

فتاویٰ عالمگیری اصل اردو میں لکھی گئی تھی۔ اس کے بعد عالمگیر نے مولانا چلپی سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا مولانا موصوف روم سے ہندوستان وارد ہوئے

۱؎ مسلمانانِ ہند و پاک کی تاریخ تعلیم ص ۴۷ ۲؎ نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۹،۱۸

۳؎ عالمگیرنامہ ص ۱۸۷ و بزم تیموریہ ص ۲۳۸ ۴؎ انفاس العارفین ص ۶۹

تھے۔ بخت آور خاں نے "مراۃ العالم" میں آپ کی بہت تعریف لکھی ہے فتاویٰ عالمگیری کے ایڈیشن مصر سے بھی شائع ہوئے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کے مرتب مخصوص فقہاء

---

۱ ۔ شیخ نظام الدین برہان پوری (سرپرست فتاویٰ عالمگیری) (م سنہ ۱۱۰۹ھ)

۲ ۔ قاضی محمد حسین جونپوری (محتسب و مرتب) (م سنہ ۱۰۷۶ھ)

۳ ۔ شیخ علی اکبر حسین اسعد اللہ خاں (" ") (م سنہ ۱۰۹۰ھ)

۴ ۔ شیخ رضی الدین بھاگلپوری (" ") (م سنہ ۱۰۹۶ھ)

۵ ۔ شیخ عبد الرحیم بن وجیہ الدین دہلوی (" ") (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۶ ۔ مفتی وجیہ الدین گوپامئوی (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۷ ۔ خطیب شیخ احمد ابن منصور گوپامئوی

۸ ۔ ابو البرکات بن حسام الدین دہلوی

۹ ۔ شیخ محمد جمیل ابن عبد الجلیل جونپوری

۱۰ ۔ مولانا ابو الخیر ٹھٹھوی سندھی

۱۱ ۔ مولانا نظام الدین ابن نور محمد ٹھٹھوی سندھی

۱۲ ۔ شیخ محمد سعید بن قطب الدین سہالوی

۱۳ ۔ مفتی عبد الصمد جونپوری

۱۴ ۔ قاضی عصمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۱۵ ۔ مولانا جلال الدین مچھلی شہری

۱۶ ۔ قاضی محمد دولت بن یعقوب فتحپوری

۱۷ - شیخ محمد غوث کاکوری

۱۸ - سید عبدالفتاح بن ہاشم صمدی

۱۹ - شیخ حامد ابن ابو حامد جونپوری

۲۰ - مفتی محمد اکرام حنفی لاہوری

۲۱ - علامہ ابوالفرح (معارف جنوری تا جون) (سنہ ۱۹۴۸ء)

۲۲ - علامہ غلام محمد قاضی القضاۃ "

۲۳ - ملا ابو واعظ ہرگاہی "

۲۴ - چلپی عبداللہ ترک " (سنہ ۱۹۴۷ء)

۲۵ - مولانا وجیہہ الرب "

۲۶ - مولانا محمد فائق "

۲۷ - ملا محمد اکرام "

۲۸ - مولانا محمد شفیع "

۲۹ - سر سید محمد قنوجی "

۳۰ - شیخ قاضی علی اکبر آبادی " (سنہ ۱۹۴۷ء)

۳۱ - شیخ نور الدین خوابی " "

شاہی سرپرستی کی کتابوں کے علاوہ ہندوستان میں بے شمار علماء ایسے گذرے ہیں جن کی فقہی تصانیف موجود ہیں۔

پہلی صدی ہجری میں ہندوستان میں کوئی فقیہہ نظر نہیں آتا جسکے تاریخی وجوہات ہیں چونکہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کا نفوذ نہیں ہو پایا تھا۔ دوسری صدی میں دو نام ملتے ہیں

۱ - شیخ موسیٰ ابن یعقوب تقتضی ـ ۲ - نجیح ابن عبدالرحمٰن ابوشعری

سندھی صاحب المغازی سنہ ۱۷۰ھ ۔ [۱]

تیسری اور چوتھی صدی میں ایک نام ملتا ہے۔

۱ ۔ ابو العباس احمد ابن صالح منصوری سندھی داؤدی صاحب کتاب المصباح الکتاب الہادی و کتاب السیر ۔ [۲]

البتہ پانچویں صدی میں مندرجہ ذیل تین نام ملتے ہیں۔

(۱) فخر الدین حسین زنجانی لاہوری ۔ (۲) شیخ امام ابو الحسن علی ابن عثمان ہجویری غزنوی لاہوری سنہ ۴۶۵ھ ۔ (۳) سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی صاحب التفرید فی الفروع (سنہ ۴۲۱ھ) [۳]

جب ہم چھٹی صدی میں آتے ہیں تو اس میں مندرجہ ذیل چار نام ملتے ہیں:۔

۱ ۔ شیخ عمر ابن سعید لاہوری المتوفی سنہ ۵۱۸ھ (۲) ۔ محمد بن عثمان جرجانی المتوفی سنہ ۵۹۰ھ (۳) ۔ محمود ابن محمد ابن خلف لاہوری (۴) ۔ یوسف ابن ابی بکر ابن علی گردیزی المتوفی سنہ ۵۳۱ھ ۔

لیکن ساتویں صدی میں جب اسلام کا کامل طور پر ہندوستان میں نفوذ ہو چکا تھا اور مسلم فاتحین اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے لئے دانشگاہیں قائم کر رہے تھے اس وقت لمبی فہرست فقہا کی نظر آتی ہے۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں علماء اور فقہاء کی بڑی تعداد علوم کی ترویج و اشاعت میں سرگرم نظر آتی ہے جن کی فہرست سنہ وار درج ذیل ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے فقہاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	وفات سن	نمبر شمار	اسمائے گرامی	وفات سن
۱	شیخ ابو بکر ابن یوسف سنقرانی سنجری		۲	احمد بن محمد ہانسوی نعمانی	۶۵۹

[۱] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۳۵ [۲] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۵۰ [۳] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۶۹

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۳	شیخ اسحاق بن علی بخاری دہلوی	۶۹۰
۴	قاضی اسماعیل ابن علی سندھی	
۵	بدرالدین غزنوی دہلوی	۶۷۵
۶	بدرالدین حسینی دہلوی	۶۴۶
۷	بدرالدین فردوسی سمرقندی دہلوی	
۸	امام رضی الدین ابوالفضائل حسن ابن محمد صنعانی ـــ صاحب مشارق الانوار مصباح الدجیٰ فی حدیث المصطفیٰ، الشمس المنیرہ والعباب الزاخرہ وغیرہ	
۹	شیخ جلال الدین حسین ابن علی بخاری	
۱۰	قاضی رکن الدین فردوسی دہلوی	
۱۱	شیخ ذکی الدین احمد لاہوری	
۱۲	شیخ سدیدالدین حسنی دہلوی	۶۹۵
۱۳	شیخ شرف الدین ولوالجی دہلوی	
۱۴	قاضی شرف الدین اصفہانی	
۱۵	شیخ شمس الدین عراقی	
۱۶	شیخ شمس الدین مارہروی	۶۳۹
۱۷	شیخ صمصام الدین فرغانی	
۱۸	شیخ قاضی ظہیرالدین دہلوی	
۱۹	شیخ خواجہ عزیز کرکی بدایونی	۶۶۶
۲۰	شیخ کمال الدین جعفری بدایونی صاحب المغنی	
۲۱	شیخ محمد ابن احمد ماریکلی دہلوی	۶۸۴
۲۲	قاضی عمادالدین محمد شقرقانی	۶۴۶
۲۳	امام برہان الدین محمود ابن ابوالخیر اسعد بلخی	۶۸۷
۲۴	مولانا منہاج الدین ترمذی ملتانی	
۲۵	شیخ نجم الدین صغری	
۲۶	نجیب الدین ابن سلیمان عدوی دہلوی	۶۶۹
۲۷	شیخ نظام الدین فرغانی	
۲۸	قاضی وجیہہ الدین کاشانی	

آٹھویں صدی ہجری کے فقہاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ اسحٰق مغربی	۷۷۶
۲	شیخ اسمٰعیل بن محمد ملتانی	۷۹۵
۳	شیخ امام الدین دہلوی	۷۸۰
۴	شیخ بدر الدین شافعی معبری	
۵	مولانا برہان الدین حنفی	
۶	قاضی تاج الدین ابن شیخ الاسلام	
۷	شیخ بہاء الدین اچی	
۸	شیخ قطب الدین محمد بن احمد حسینی مدنی کردی	
۹	قاضی جلال الدین کاشانی	
۱۰	شیخ قاضی جلال الدین ولوالجی	
۱۱	شیخ جمال الدین مغربی	
۱۲	شیخ جمال الدین بن عبد اللہ دہلوی کوٹلی	
۱۳	شیخ جمال الدین اودی	
۱۴	شیخ ابو عبد اللہ حسین ابن عمر قاضی غیاث پوری صاحب حاشیہ ہدایہ	۷۹۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۵	شیخ جلال الدین حسین ابن احمد بخاری اچی	۷۸۵
۱۶	حماد الدین ابن حماد عماد الدین حنفی صوفی کاشانی	
۱۷	شیخ رکن الدین بن جلال الدین کاشانی ملتانی	
۱۸	ابو الفتح رکن الدین ابن صدر الدین ملتانی	۷۹۶
۱۹	شیخ امام رکن الدین بدایونی	
۲۰	شیخ زین الدین بن عبد الرحمٰن غزی کابلی دہلوی	
۲۱	قاضی زین الدین مبارک گوالیاری	
۲۲	شیخ قاضی سماء الدین حنفی دہلوی	
۲۳	" امام سراج الدین ثقفی دہلوی	
۲۴	" سعید الدین ابن نجم الدین ابراہیم قندھاری	۷۳۶
۲۵	امام سلیمان ابن زکریا قریشی	
۲۶	قاضی سماء الدین ابن فخر الدین بجنوری	۷۷۶

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
٢٧	شیخ شمس الدین بن عبد الرحمٰن خراسانی	٧٣٠
٢٨	شیخ شہاب الدین صوفی دہلوی	
٢٩	" شہاب الدین بن فخر الدین زاہری میرٹھی	
٣٠	شیخ امام صدر الدین حنفی بھکری سندھی	
٣١	قاضی ضیاء الدین سمنانی	
٣٢	شیخ عبد العزیز بزار دہلی	
٣٣	" عبد اللہ ابن محمد دہلوی صاحب شرح تنقیح الاصول	٧٥٠
٣٤	قاضی امام عبد المقتدر کنزی ابن محمود دہلوی	٧٩١
٣٥	شیخ حسام الدین عثمان داؤد ملتانی	٧٣٦
٣٦	شیخ عز الدین زبیری	
٣٧	" عفیف الدین کاشانی	
٣٨	" علاء الدین حنفی الندی	٧٧٧
٣٩	" علاء الدین اودی	
٤٠	" علاء الدین حسینی سندیلوی	
٤١	شیخ امام سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد ہندی غزنوی۔ صاحب التوشیح شرح ہدایہ، زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام، شرح بدیع الاصول والغرۃ المنیفۃ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، شرح الزیادات شرح الجامعین، شرح المنار، شرح المختار، وعدۃ المناسک فی المناسک وشرح عقیدۃ الطحاوی	
٤٢	شیخ عمر ابن محمد حنفی صاحب الفتاوی الضیائیہ	
٤٣	شیخ فخر الدین مروزی	
٤٤	" فخر الدین ابن رکن الدین بجنوری	
٤٥	" فرید الدین محمود ابن علی ناگوری	
٤٦	" فرید الدین دولت آبادی	
٤٧	" فضل ابن زکریا اسدی ملتانی	
٤٨	قاضی فصیح الدین علاء الملک ہروی خراسانی	
٤٩	" کمال الدین ابن بایزید اجودھنی مالوی	
٥٠	قاضی مجد الدین ملتانی	

نویں صدی ہجری کے فقہاء

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابوالفتح بن عبدالحی جونپوری	۸۵۸
۲	" احمد بن حسن بلخی بہاری	۸۹۱
۳	" احمد بن محمود حسینی نہروانی گجراتی	۸۰۱
۴	" جلال الدین احمد بن یعقوب بستی	نویں صدی
۵	" شہاب الدین احمد بن عبداللہ کھنوی	۸۴۹
۶	شیخ احمد بن عمر زاوی قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب شرح اصول بزدوی	۸۴۹
۷	قاضی احمد بن محمد حنفی قاضی نظام الدین صاحب الفتاویٰ الابراہیم الشاہیہ (فتاویٰ قاضی کے معیار کا)	۸۷۲/۸۷۵
۸	شیخ نورالدین احمد بن عمر دھوروی پنڈوی	۸۱۸
۹	شیخ اسحاق بن ابواسحاق مالوی	
۱۰	" مخدوم اشرف بن ابراہیم سمنانی معروف بہ جہانگیری صاحب الفتاویٰ اشرفیہ وغیرہما	۸۰۸
۱۱	شیخ برہان الدین حنفی مالوی	۸۲۵
۱۲	" تاج الدین قاضی اودھی ظفرآبادی	۸۳۱
۱۳	شیخ جمال الدین کشمیری	
۱۴	" قاضی حمادالدین بن محمد اکرم گجراتی	
۱۵	" جمشید اسرائیلی حنفی صوفی راجگیری	۸۴۲
۱۶	" حامد بن محمود بخاری	
۱۷	" حسام الدین حنفی صوفی فتحپوری	۸۰۰
۱۸	" حسن بن حسین بلخی بہاری	۸۵۵
۱۹	" حسن بن محمد اوساوی گجراتی	۸۷۰
۲۰	" حسین بن اسمٰعیل ملتانی	
۲۱	" خوند بن ایذاشینی گجراتی	۸۷۴
۲۲	" رکن الدین بن صدرالدین جونپوری	۸۷۳
۲۳	شیخ رکن الدین بن شہاب الدین صوفی دہلوی	
۲۴	شیخ رکن الدین قریشی ظفرآبادی	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۵	شیخ علامہ رکن الدین بن حسام الدین حنفی ناگوری صاحب الفتاوی حمادیہ	نویں صدی
۲۶	شیخ سارنگ دہلوی لکھنوی	۸۵۵
۲۷	" سراج الدین حنفی کالپوی	۸۳۰
۲۸	" سراج الدین بن علامہ کمال الدین دہلوی	۸۱۷
۲۹	شیخ سعد اللہ بن محمد متوکل کنتوری	۸۰۶
۳۰	شیخ اسلام اللہ مندوی	
۳۱	سناء الدین بن نظام الدین غزنوی	۸۱۸
۳۲	شیخ شمس الدین اولوی گجراتی	۸۰۴
۳۳	" شہاب الدین مداری اودی	
۳۴	" صلاح الدین بن طالب گجراتی	۸۹۵
۳۵	" ضیاء الدین رفائی دیگوری	۸۲۰
۳۶	" عبدالرزاق بن عبدالغفور جھنجھوی	۸۴۸
۳۷	شیخ عبداللطیف بن جمال الدین	
۳۸	" عبداللطیف بن محمود قرشی گجراتی	۸۸۹
۳۹	شیخ عبداللہ بن محمود حسینی بخاری گجراتی	۸۵۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۰	شیخ عبداللہ بن یوسف ملتانی	۹۰۰
۴۱	" عثمان حسینی گجراتی	۸۶۲
۴۲	" عزیز اللہ بن یحییٰ مندوی	۸۵۲
۴۳	" علاء الدین علی بن احمد مہائمی صاحب انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام وغیرہ	نویں صدی
۴۴	شیخ عماد الدین غوری نارنول	
۴۵	" عین الدین بن محمد بیجاپوری	۸۳۵
۴۶	" غوث الدین قادری بغدادی گجراتی	۸۹۵
۴۷	قاضی فخر الدین ابوبکر رمضان شالیاتی شافعی ملیباری	
۴۸	شیخ ابو الغیب قطب الدین بن نور الدین واسطی ظفرآبادی	۸۶۹
۴۹	شیخ قیام الدین قرشی حنفی ظفرآبادی	۸۱۷
۵۰	" کبیر الدین بن اسمٰعیل ملتانی	۸۲۵
۵۱	" کمال الدین بن قوام الدین ناگوری پٹنی	نویں صدی
۵۲	" مبارک بن حمید حنفی صوفی بنارسی	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۵۳	شیخ محمد بن احمد بن حسین بخاری اچی ملتانی	۸۲۷
۵۴	شیخ محمد بن حسین سندھی گجراتی	۸۴۷
۵۵	" محمد حسین بن احمد ٹھٹھوی سندھی	۸۹۳
۵۶	" محمد بن رفیع الدین بخاری اچی	۸۸۱
۵۷	" محمد بن عبد اللہ بخاری گجراتی	۸۹۲
۵۸	" محمد بن علاء الدین منیری ترہتی	۸۹۲
۵۹	" محمد بن قاسم بن برہان الدین اودھی	۸۹۶
۶۰	" محمد بن یوسف حسینی صدر الدین دہلوی گلبرگوی	۸۲۵
۶۱	شیخ محمد بن ابو محمد قدوائی دریابادی	۸۰۴
۶۲	" محمد اکرم حنفی گجراتی	
۶۳	" محمود بن عبد اللہ بخاری گجراتی	۸۰۸
۶۴	" محمود بن علاء الدین نصیر آبادی	۸۶۸
۶۵	" محمود بن محمد دہلوی صاحب شرح منار	۸۹۱
۶۶	شیخ مودود بن محمد اجودھنی نہروانی گجراتی	۸۱۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۶۷	شیخ ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی	۸۶۵
۶۸	" احمد بن محمد تھانیسری	۸۲۰
۶۹	" قاضی اسمٰعیل بن عبد اللہ گجراتی	۸۶۵
۷۰	" تاج الدین بن یوسف نہروانی گجراتی	
۷۱	" جلال الدین بن اسمٰعیل عمری ناہکپوری	
۷۲	" حسین بن محمد بھروچی گجراتی	۸۹۸
۷۳	" شمس الدین خواجگی بن احمد ملتانی کروی	
۷۴	شیخ خواجہ بن جلال الدین عمری مانکپوری	
۷۵	شیخ مفتی داؤد بن رکن ناگوری	
۷۶	زین الدین بن بدر الدین عرقی	
۷۷	سعد الدین بن قاضی بڈھن خیرآبادی صاحب شرح بزدوی و شرح حسامی	۸۸۲
۷۸	شیخ صدر جہاں گجراتی	(نویں صدی)
۷۹	" عبد الغنی مندوی	
۸۰	" فتح اللہ بن نظام اودی	۸۲۱
۸۱	" محمد ساوی بن ابو محمد ساوی	۸۰۹
۸۲	" نصیر الدین دہلوی جونپوری	۸۱۷
۸۳	" نجم الدین گلبرگوی	

دسویں صدی کے فقہاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابراہیم بن جمال سندھی	
۲	شیخ ابراہیم سرہندی	۹۹۴
۳	شیخ فاضل ابراہیم جونپوری	
۴	،، ابوبکر اکبرآبادی صاحبِ شرح وصایا وغیرہ	
۵	شیخ ابوالغیث بخاری	۹۹۵
۶	،، ابوالفتح بن جمال مکی	۹۵۳
۷	مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور	۹۷۶
۸	قاضی ابوالمعالی بخاری صاحب حب المعنی کتاب بسیط	
۹	ابویزید بن لشکر محمد برہانپوری	۹۹۹
۱۰	شیخ احمد بن ابوالفتح غازیپوری	
۱۱	قاضی احمد بن اسماعیل حسینی واسطی ظفرآبادی معروف "باحمد نور"	۹۹۵
۱۲	شیخ احمد بن اسمٰعیل مندوی	
۱۳	،، احمد بن زین جونپوری بڑنوی	۹۶۳
۱۴	،، احمد بن ضیاء الدین حسینی مندوی	۹۸۸
۱۵	،، احمد بن عبدالقدوس گنگوہی	۹۷۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۶	شیخ احمد بن عبدالملک مدھوری	۹۶۶
۱۷	،، احمد بن محمد بہاری حنفی	دسویں صدی
۱۸	،، احمد بن محمد حسینی حنفی سنڈیلوی	،،
۱۹	،، احمد حنفی سرہندی	،،
۲۰	،، احمد فیاض حنفی امیٹھوی	،،
۲۱	،، احمد حنفی ملتانی	،،
۲۲	،، اسمٰعیل بن ابدال لاہوری	۹۹۴
۲۳	،، اسمٰعیل بن عبداللہ لاہوری	۹۷۸
۲۴	،، اسمٰعیل بن محمد ملتانی	۹۸۵
۲۵	مولانا اسمٰعیل نقشبندی	۹۸۰
۲۶	شیخ اللہ بخش گیلانی	۹۹۴
۲۷	،، اللہ بخش چشتی گجراتی	۹۷۰
۲۸	،، میرک بایزید سندھی	
۲۹	،، بدرالدین بن جلال الدین گجراتی	۹۹۳
۳۰	شیخ بدرالدین بن جلال الدین اکبرآبادی	۹۹۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۳۱	شیخ برہان الدین بن تاج الدین		۴۶	شیخ حسن بن احمد گجراتی	۹۸۲
	کالپوی	۹۷۰	۴۷	" حسن بن حسام الدین	
۳۲	قاضی برہان الدین نہروانی گجراتی			چشتی مارنوی	۹۹۸
۳۳	شیخ برہان الدین حنفی ملتانی		۴۸	شیخ حسن بن طاہر بن کمال	
۳۴	" بہاء الدین بن خلق اللہ عمری			عباسی جونپوری	۹۰۹
	جونپوری	۹۱۱	۴۹	شیخ قاضی حماد حنفی اودلوی	
۳۵	شیخ بہاء الدین بن معز الدین		۵۰	" مولانا حمید الدین سنبھلی	
	گجراتی	۹۱۲	۵۱	الشیخ خواجگی بن علی بن خیر الدین	
۳۶	شیخ پیر محمد بن جلال گجراتی	۹۶۹		دہلوی	
۳۷	شیخ تاج الدین یوسف بن کمال		۵۲	شیخ داؤد حنفی سندھی	
	کمال الدین مندوی	۹۵۰	۵۳	" قاضی دتہ بن شرف الدین	
۳۸	شیخ جلال الدین برہانپوری	بعد ۹۳۰	۵۴	مولانا درویش محمد واعظ دہلوی	۹۹۷
۳۹	" جلال الدین حنفی صوفی کالپوی	۹۹۰	۵۵	الشیخ عصمت اللہ سندھی	
۴۰	" جمال الدین بن محمود بن علم الدین	۹۰۴		صاحب کتاب المناسک	۹۹۴
۴۱	" مفتی جنید بن بہاء الدین		۵۶	شیخ رکن الدین سندھی	۹۴۹
	اکبرآبادی	۹۹۸	۵۷	" زین الدین بن عبد العزیز	
۴۲	شیخ چندن جونپوری			ملیباری صاحب	۹۸۲
۴۳	" چندن قریشی اکبرآبادی			قرۃ العین فی مہمات الدین	
۴۴	قاضی جگن حنفی گجراتی	۹۲۰	۵۸	شیخ زین الدین بن علی ملیباری	
۴۵	" حبیب اللہ گھوسوی بن احمد جونپوری			شافعی صاحب تصانیف کثیرہ فی الفنون العدیدہ	۹۲۸

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۹۴۶	شیخ سالار حجتہ الدین حنفی کوروی	۵۹
۹۴۵	شیخ سلیمان بن عفان دہلوی مندوی	۶۰
۹۷۰	" شکر ناظمی گجراتی	۶۱
۹۶۰	" قاضی شکر اللہ بن وجیہ الدین	۶۲
۹۸۸	" شمس الدین بن صدر الدین ملتانی	۶۳
دسویں صدی	" شمس الدین کشمیری	۶۴
۹۹۰	" قاضی صدر الدین قریشی عباسی	۶۵
دسویں صدی	" صدر الدین سندھی	۶۶
۹۹۱	" سید صفائی بن مرتضیٰ حسینی ترمذی	۶۷
دسویں صدی	" قاضی مدرح الدین خلیل حنفی جونپوری	۶۸
"	" مولانا عبد الاول بن علی حسینی جون پوری	۶۹
۹۹۰	" عبد الجلیل بن طٰہٰ انصاری جونپوری	۷۰
دسویں صدی	" عبد الحکیم بن بہاء الدین برہان پوری	۷۱
۹۶۰	" عبد الرحمٰن بن عبد الرزاق سہارنپوری	۷۲
۹۴۲	شیخ قاضی عبد الشکور بن اسماعیل سہوانی	۷۳
دسویں صدی	" عبد الغفور پانی پتی	۷۴
۹۹۰	" عبد الغفور بن عبد الملک سروھوی	۷۵
۹۸۵	" عبد الغفور حنفی صوفی اعظم پوری	۷۶
۹۴۴	" عبد القدوس بن اسماعیل گنگوہی	۷۷
دسویں صدی	" قاضی عبد اللہ بن ابراہیم سندھی	۷۸

نمبر شمار	اسماءِ گرامی	سن وفات
۷۹	شیخ عبداللہ سلطانپوری بن شمس الدین	۹۹۰
۸۰	مولانا عبداللہ سندی سامانی بدایونی	دسویں صدی
۸۱	شیخ مفتی عبدالملک بن محمود امروہوی	۹۵۰
۸۲	" علی بن حسام الدین برہانپوری	
۸۳	صاحب کنز العمال "الحدیث" وغیرہ	۹۷۵
۸۴	شیخ فخر الدین بن داؤد اکبرآبادی	۹۷۰
۸۵	" فخر الدین بن بکیر الدین جون پوری	۹۹۵
۸۶	" قاضی فضل اللہ حنفی دیوبندی	دسویں صدی
۸۷	" مولانا قاسم دیوان حنفی سندھی	۹۷۷
۸۸	" قاضی قاضن بن ابی سعید سندھی	۹۵۸
۸۹	" قاضی مبارک بن شہاب الدین گوپاموی	دسویں صدی
۹۰	" مبارک بن عبدالمقتدر جھنجانوی	"
۹۱	" مبارک بن ابوالمبارک پاتری سندھی	۹۷۸
۹۲	" معمر مبارک بن ابوالمبارک الوری	۹۸۷
۹۳	" محب اللہ بن خواجگی بن علی سدھوری	دسویں صدی
۹۴	" محمد بن احمد نہروانی	۹۹۰
۹۵	" محمد بن عاشق محی الدین عباسی چریاکوٹی صاحب حاشیۂ التلویح والکوکب الساری	۹۰۲
۹۶	شیخ محمد بن عبدالملک خالدی	۹۸۴
۹۷	" محمد بن مبارک حنفی جونپوری	دسویں صدی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۹۸	شیخ شمس الدین محمد بن محمد گجراتی	۹۳۲
۹۹	" محمد بن محمود تتوی	۹۷۰
۱۰۰	" محمد بن یوسف قرشی ماندوی	۹۷۲
۱۰۱	" محمد بن ابی محمد اچی	۹۶۲
۱۰۲	" محمد بن ابو محمد شافعی نائطی	دسویں صدی
۱۰۳	" محمد بن ابو محمد حنفی تھانیسری	" "
۱۰۴	" محمد معین حنفی لاہوری	۹۹۵
۱۰۵	" محمود بن ابو سعید حنفی سندھی	۹۶۲
۱۰۶	" قاضی محمود بن احمد نائطی بیجاپوری	۹۹۴
۱۰۷	" محمود بن بابو گجراتی	۹۴۳
۱۰۸	" قاضی محمود بن حامد علوی گجراتی	۹۴۱
۱۰۹	" مفتی محمود بن عطاء اللہ امروہوی	۹۱۷
۱۱۰	" قاضی محمود ابو محمود مورچی گجراتی	دسویں صدی
۱۱۱	" مصطفےٰ ابن عبد الستار انصاری سہارنپوری	۱۰۰۰
۱۱۲	" مظفر علیم بن محمود گجراتی	۹۳۲
۱۱۳	" قاضی منجھلہ جونپوری	دسویں صدی
۱۱۴	" منجھن شطاری کمال پوری	" "
۱۱۵	" قاضی من اللہ بن نعیم اللہ	" "
۱۱۶	" معیا بن یوسف مندوی	" "
۱۱۷	" منا نجیو بن داؤد فتنی گجراتی	۹۱۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۱۸	شیخ قاضی نجم الدین گجراتی	۹۱۱
۱۱۹	؍ نور اللہ بن ابوسعید بھکری	دسویں صدی
۱۲۰	؍ نصیر الدین بن مجد الدین گجراتی	۹۱۰
۱۲۱	؍ نظام الدین بن محمد یٰسین عثمانی امیٹھوی	۹۷۹
۱۲۲	؍ علامہ حبیب الدین علوی گجراتی صاحب حاشیہ اصول بزدوی حاشیہ ہدایہ وشرح وقایہ وحاشیہ تلویح وحاشیہ تفسیر بیضاوی وحواشی شرح التحریر وشرح عقائد وشرح مواقف	۹۹۸
۱۲۳	شیخ یحییٰ بن ابوالفیض احراری سمرقندی	۹۹۹
۱۲۴	؍ قاضی یعقوب بن ابویعقوب حنفی. مولانا ہداد جونپوری صاحب شرح ہدایہ شرح بزدوی وشرح قنیہ وشرح مدارک وشرح کافیہ ــــ	۹۹۸
۱۲۵	شیخ مولانا شعیب بن منہاج لاہوری دہلوی	۹۳۶
۱۲۶	سیّد عبداللہ بن سید عبدالخالق بھاکری	
۱۲۷	میر سید عبدالاول بن حسینی صاحب حواشی کثیر و فیض الباری. شرح بخاری	
۱۲۸	؍ شیخ مفتی محمد فیروز معروف بہ پنجہ گنائی کشمیر	۹۷۳

گیارھویں صدی ہجری کے فقہا

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابوتراب بن ابوالمعالی حنفی بیجاپوری	۱۰۸۶
۲	؍ ابوالفتح حنفی ملتانی	گیارھویں صدی

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۱۱۰۰	شیخ احمد بن حسین نائطی بیجاپوری	۳
۱۰۰۳	" افضل محمد بن یوسف اکبرآبادی	۴
۱۰۸۲	" جان محمد بدھوری	۵
۱۰۰۶	" حاجی محمد حنفی کشمیری صاحب مصباح الشریعہ	۶
۱۰۴۸	" درویز پشاوری	۷
گیارھویں صدی	" سلطان تھانیسری	۸
"	" سلیمان کردی	۹
"	" عبدالرحمٰن کابلی	۱۰
"	قاضی عبدالسلام صاحب برہان پوری صاحب شرح مختصر وقایہ	۱۱
۱۰۰۶	شیخ عبدالغفور بن داؤد	۱۲
۱۰۰۵	" عبدالقادر بخاری اکبرآبادی	۱۳
۱۰۴۵	" عبدالکریم بن عبداللہ مدھوری	۱۴
گیارھویں صدی	" عبداللطیف بن محمد لاہوری	۱۵
"	" مولانا عبدالمومن سندھی	۱۶
۱۰۱۷	" عبدالواحد بن محمد مندوری	۱۷
گیارھویں صدی	" عثمان بن منجھن سارنگ پوری	۱۸
۱۰۶۳	" عطاء اللہ بن حبیب اللہ جونپوری	۱۹
۱۰۲۳	" قطب الدین بن عبدالعزیز دہلوی	۲۰
۱۰۱۳	" قیام الدین بن نظام الدین لاہوری	۲۱
۱۰۱۳	" کمال محمد عباسی گجراتی	۲۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
٢٣	شیخ لطیف اللہ کوروی	گیارھویں صدی
٢٤	″ محمد اشرف بن محمد سعید ہنوزی	″
٢٥	″ قاضی افضل حنفی صوفی لاہوری	١٠٩٢
٢٦	″ محمد رشید بن محمد عثمانی جونپوری صاحب مناظرہ رشیدیہ	١٠٨٣
٢٧	″ قاضی محمد زاہد حنفی کابلی	١٠٣٩
٢٨	″ محمد شریف بن محمد فرید گجراتی	گیارہویں صدی
٢٩	″ مولانا مؤمن ترمذی	١٠٩٠
٣٠	″ محمد مودود بن محمد حسین جونپوری	١٠١٨
٣١	″ محمد ہاشم بن عبد الحق دہلوی	گیارھویں صدی
٣٢	″ نور اللہ بن طٰہٰ انصاری جونپوری	١٠١٢
٣٣	″ مولانا ہدایت اللہ بن اسحاق نصیر آبادی صاحب رسالہ فی الخراج	گیارھویں صدی
٣٤	حضرت مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی	

بارھویں صدی کے فقہا

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
١	شیخ مفتی ابو البرکات بن حسام الدین حنفی دہلوی مرتب فتاویٰ عالمگیری	بارھویں صدی
٢	شیخ قاضی ابو بکر شافعی مدراسی	١١٥٧
٣	″ امام ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی صاحب حاشیہ فتح القدیر و حواشی ستہ وغیرہ	١١٣٨
٤	شیخ امام ابو الحسن بن صادق سندھی صاحب شرح جامع الاصول	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
	مختار الاطوار وغیرہ	۱۱۸۷
۵	شیخ ابو الحسن حنفی کشمیری	بارھویں صدی
۶	" ابو الخیر بن قاضی ثناء اللہ عمری جونپوری	۱۱۹۸
۷	" ابو سعید بن علیم اللہ گوپاموی	۱۱۵۱
۸	" ابو الفتح کانی حنفی کشمیری	۱۱۴۹
۹	" مفتی ابو الفتح حنفی کشمیری صاحب حواشی علی الکتب الدرسیۃ	۱۱۰۲
۱۰	" ابو الفرح گجراتی	بارھویں صدی
۱۱	" مفتی ابو محمد بن محمد عاقل مودودی سہسوانی	۱۱۵۵
۱۲	" ابو الوفا حنفی کشمیری (چار جلدوں میں ایک کتاب فقہ میں تالیف کی)	۱۱۷۹
۱۳	شیخ احمد بن ابو المنصور گوپاموی۔ مرتب فتاویٰ عالمگیری	بارھویں صدی
۱۴	" قاضی احمد حماد بن جان محمد سہالوی فتحپوری	" "
۱۵	" اسماعیل نقشبندی پشاوری	" "
۱۶	" امام الدین بن سعد اللہ دین جونپوری	۱۱۲۶
۱۷	" امان اللہ بن نور اللہ بنارسی صاحب الفرد الحکم (شرح المقر) اصول فقہ وغیرہ	۱۱۳۳
۱۸	" امین الدین بن بدیع الدین کنتوری	بارھویں صدی
۱۹	" امین الدین بن غیاث الدین محمود حنفی جونپوری صاحب المقتنیات	" "
۲۰	شیخ اہل اللہ بن عبد الرحیم صاحب مختصر الہدایہ وغیرہ	۱۱۸۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۱	شیخ بدرالدین جونپوری	۱۱۱۱
۲۲	" بدر عالم بن محمد باقر قدوائی ساداموی	۱۱۰۸
۲۳	" مفتی تابع محمد بن مفتی محمد سعید لکھنوی صاحب سراج المنیر	بارھویں صدی
۲۴	" شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانجاناں دہلوی	۱۱۹۵
۲۵	" جلال الدین بن محمد گجراتی	۱۱۱۴
۲۶	" جلال الدین ہاشمی مچھلی شہری مرتب فتاویٰ عالمگیریہ	بارھویں صدی
۲۷	" غلام حامد حنفی جونپوری مرتب فتاویٰ عالمگیریہ	"
۲۸	" حبیب اللہ بن ذکی الدین حنفی بہاری	۱۱۲۸
۲۹	" قاضی حبیب اللہ حنفی تاجپوری	۱۱۰۸
۳۰	" حبیب اللہ حنفی قنوجی (فقہ میں ایک رسالہ تالیف کیا)	۱۱۴۰
۳۱	" حسن بن ابوالحسن نارنولی دہلوی	۱۱۰۳
۳۲	" مفتی قاضی حسن سعید بن محمد جونپوری	۱۱۵۷
۳۳	" قاضی حیدر بن ابو حیدر کشمیری فقیہ اکبر	۱۱۲۱
۳۴	" شیخ خواجہ میر بن محمد ناصر حسین دہلوی	۱۱۹۹
۳۵	شیخ خلیل بن قاضی بابا حیدرآبادی	۱۱۵۶
۳۶	" خوب محمد حنفی چشتی احمد آبادی گجراتی	۱۱۰۳
۳۷	" قاضی خیر اللہ بن مبارک جونپوری	بارھویں صدی
۳۸	" درگاہی بن عبدالخیر بلگرامی واسطی	۱۱۱۰
۳۹	" مفتی درویش محمد عثمانی حنفی بدایونی	بارھویں صدی
۴۰	" رحمت اللہ بن غلام محمد بکری بجنوری لکھنوی	" "

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۱	شیخ سعید الدین بن جمال الدین بلگرامی	بارھویں صدی
۴۲	" سعد الدین بن امان اللہ کشمیری	۱۱۵۱
۴۳	" سلطان محمد کرمانی دہلوی	بارھویں صدی
۴۴	" مقصود دین احمد	۱۱۲۳
۴۵	" شرف الدین بن محی الدین اعظمی لکھنوی	۱۱۳۳
۴۶	" شمس الدین بن ملا انگنوی جونپوری	بارھویں صدی
۴۷	" شہاب الدین بن محمد حسین گوپاموی	۱۱۲۰
۴۸	شیخ الاسلام بن قاضی عبد الوہاب گجراتی	۱۱۰۹
۴۹	شیخ الاسلام بن فخر الدین دہلوی	بارھویں صدی
۵۰	" صبغۃ اللہ بن معصوم سرھندی	۱۱۲۱
۵۱	" ضیاء الدین خاں محمد بلگرامی	۱۱۰۴
۵۲	" عبد الرسول بن یوسف سیالوی	بارھویں صدی
۵۳	" عبد الصمد بن ابو الحسن	۱۱۷۱
۵۴	" عبد الصمد عثمانی جونپوری	بارھویں صدی
۵۵	" ابو الفرح ابو الفتاح بن ہاشم صمدانی	" "
۵۶	" عبد الکریم حنفی کشمیری	" "
۵۷	" عبد اللہ بن اسماعیل لاہوری	۱۱۳۱
۵۸	" عبد اللہ حسینی بلگرامی	۱۱۳۲
۵۹	مفتی عبد المومن بن احسن اللہ کشمیری	۱۱۹۷
۶۰	" عبد الوہاب بن ہاشم حنفی منور آبادی	۱۱۵۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۶۱	شیخ قاضی عثمان احمد بن قاضی احسان اللہ بلگرامی	بارھویں صدی
۶۲	" قاضی عصمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی	۱۱۱۳
۶۳	" علیم اللہ بن عبداللہ گوپاموی	۱۱۰۳
۶۴	" عنایت اللہ بن عبدالستار بلگرامی	۱۱۲۰
۶۵	" عنایت اللہ بن ہداد بالاپوری	۱۱۱۷
۶۶	" عنایت اللہ کشمیری	۱۱۲۵
۶۷	" عنایت اللہ مدھوری	۱۱۴۱
۶۸	" غلام حسین ابن شہاب الدین اورنگ آبادی	۱۱۷۶
۶۹	" غلام مصطفےٰ ابن محمد اسعد لکھنوی	
۷۰	" قاضی فتح علی حنفی قنوجی	۱۱۲۰
۷۱	" فخر الدین بن نظام الدین اورنگ آبادی دہلوی	۱۱۹۹
۷۲	" فرخ شاہ بن محمد سعید سرہندی	۱۱۲۲
۷۳	" فصیح الدین بن ابویزید پھلواروی	بارھویں صدی
۷۴	" فضل اللہ بن محمد فاضل	۱۱۲۸
۷۵	" فیض الحسن بن نور الحسن	۱۱۵۱
۷۶	" قاسم بن ہاشم دہلوی	بارھویں صدی
۷۷	" قطب الدین بن عبدالحلیم	۱۱۰۳
۷۸	" قطب الدین نقشبندی	۱۱۷۳
۷۹	" قاضی قل احمد بن احمد مسعود	بارھویں صدی
۸۰	" کمال الدین بن عنایت اللہ سندھی	۱۱۳۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸۱	شیخ امام کمال الدین محمد دولت فتح پوری	۱۱۷۵
۸۲	" مجیب اللہ بن ظہور اللہ پھلواروی	۱۱۹۱
۸۳	" محب اللہ بن عبد الشکور بہاری	۱۱۱۹
۸۴	" محمد بن جعفر گجراتی	۱۱۱۱
۸۵	" محمد آصف بن عبد النبی نگرامی	۱۱۸۵
۸۶	" محمد اسعد بن قطب الدین سہالوی	بارھویں صدی
۸۷	" محمد اشرف بن محمد طیب کشمیری	
۸۸	" محمد اکرم بن قاضی عبد الرحمٰن نصرپوری سندھی	
۸۹	" قاضی محمد اکرم حنفی دہلوی	۱۱۱۶
۹۰	" محمد امان بن ابوسعید صدیقی سنتھالوی	۱۱۹۵
۹۱	" محمد امین بن قاضی مبارک عمری گوپاموی	بارھویں صدی
۹۲	" محمد باقر بن داور بخش بلگرامی	۱۱۳۱
۹۳	" محمد جمیل بن مفتی عبد الجلیل جونپوری	۱۱۲۳
۹۴	" محمد حافظ بن محمد فضل بلگرامی	۱۱۲۳
۹۵	" محمد حسین بن خلیل اللہ بیجاپوری	۱۱۰۸
۹۶	" محمد حیات برہانپوری	بارھویں صدی
۹۷	" محمد سعید بن قطب الدین سہالوی	" "
۹۸	" محمد سعید بن یوسف انبالوی	۱۱۰۳
۹۹	" محمد صدیق حنفی لاہوری	۱۱۹۳
۱۰۰	" عاشق بن عبد الواجد سہالوی	۱۱۳۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۰۱	شیخ محمد عدل بن محمد بریلوی	۱۱۹۲
۱۰۲	" محمد علی بن محمد لطیف بدایونی	۱۱۹۶
۱۰۳	" محمد غوث بن ابوالخیر کاکوروی	۱۱۱۸
۱۰۴	" محمد محسن دہلوی	۱۱۴۷
۱۰۵	" محمد معصوم بن نظام الدین جائسی	
۱۰۶	" محمد ناصر حسینی دہلوی	۱۱۷۲
۱۰۷	" محمد نعیم بن مفتی محمد فائض اودی جونپوری	۱۱۲۰
۱۰۸	" شہاب الدین محمود بن ابوالمحمود مدراسی	بارھویں صدی
۱۰۹	" محی الدین بن قاضی داؤد الہ آبادی	" "
۱۱۰	" مربی بن عبدالنبی حسنی واسطی بلگرامی	۱۱۱۷
۱۱۱	" قاضی مربی ترمذی تھانوی	بارھویں صدی
۱۱۲	" مرتضیٰ بن یحییٰ	۱۱۰۹
۱۱۳	" معین الدین عثمانی	۱۱۳۱
۱۱۴	" میزان بیجاپوری	۱۱۲۵
۱۱۵	" نجم الدین بن عباس برہانپوری	
۱۱۶	" نصیر الدین حسینی برہانپوری	۱۱۱۹
۱۱۷	" امام نظام الدین بن قطب الدین لکھنوی	۱۱۶۱
۱۱۸	" نظام الدین بن نورالدین گجراتی	۱۱۶۵
۱۱۹	" قاضی نورالحق بن قاضی عبدالوہاب گجراتی	بارھویں صدی
۱۲۰	" مفتی نورالحق بن محب اللہ دہلوی	" "

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۲۱	شیخ نورالحق بن قاضی محمد عاشق سہالوی	۱۱۸۰
۱۲۲	" نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی گجراتی	۱۱۵۵
۱۲۳	" نوراللہ بن حسین محمد آبادی بنارسی	
۱۲۴	" نوراللہ بن کرم اللہ	۱۱۱۳
۱۲۵	" نور محمد حسینی نقشبندی بدایونی	۱۱۳۵
۱۲۶	" ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی	۱۱۷۶
۱۲۷	" یعقوب بن عبدالعزیز لکھنوی سہالوی	۱۱۸۷
۱۲۸	" بحرالعلوم مولانا عبدالعلی صاحب لکھنوی	
۱۲۹	" ملا احمد جیون صاحب (مصنف نورالانوار)	
۱۳۰	" مولانا محب اللہ بہاری	

تیرھویں صدی کے فقہاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ آدم بن ابوآدم مدراسی	۱۲۳۴
۲	" آل احمد بن نظر سہوانی	۱۲۶۹
۳	" ابوالحسن بن عبدالجامع لکھنوی	۱۲۷۲
۴	" ابوسعید بن صفی دہلوی	۱۲۵۰
۵	" مفتی احسان علی بن امان علی پھلواری	۱۲۶۷
۶	" احسان غنی بن جعفر	۱۲۸۱
۷	" احمد بن مصطفےٰ کشمیری	۱۲۱۹

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸	شیخ احمد بن مصطفےٰ	۱۲۳۴
۹	〃 احمد بن نعیم کشمیری	۱۲۷۲
۱۰	〃 احمد بن یعقوب لکھنوی	تیرھویں صدی
۱۱	〃 احمد بن احمد علی سہارنپوری	۱۲۹۷
۱۲	〃 احمد گل بھوپالی	۱۲۸۶
۱۳	〃 احمد بن سعید دہلوی	۱۲۷۷
۱۴	〃 احمد اللہ بن دلیل اللہ	تیرھویں صدی
۱۵	〃 احمد بن قاضی عبدالرحیم	〃 〃
۱۶	〃 اسد اللہ بن نور اللہ لکھنوی	۱۲۹۱
۱۷	〃 امام الدین بن علی امروہوی	۱۲۵۶
۱۸	〃 امین الدھر بن عالی تبار جائسی	۱۲۵۰
۱۹	〃 امین اللہ بن محمد اطہر لکھنوی	۱۲۵۳
۲۰	〃 انوار الحق رامپوری	
۲۱	〃 مفتی انوار علی آروی	۱۲۶۲
۲۲	〃 ببر علی اخباروی شیعی	۱۲۴۸
۲۳	〃 برہان الدین بن سرفراز علی اعظمی	تیرھویں صدی
۲۴	〃 برہان الحق بن نور الحق لکھنوی	۱۲۸۶
۲۵	〃 بشارت اللہ بن امانت اللہ بہرائچی	۱۲۵۴
۲۶	〃 ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷	〃 جان محمد مدھوری	۱۲۶۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۸	شیخ جمال الدین حنفی کشمیری	۱۲۴۳
۲۹	" حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی	۱۲۱۶
۳۰	" حبیب اللہ بن محمد درویش شافعی	۱۲۲۲
۳۱	" حسن علی بن عبد العلی لکھنوی	۱۲۵۵
۳۲	" حسین بن دلدار علی نصیر آبادی	۱۲۷۳
۳۳	" حسین بن رمضان علی	۱۲۷۱
۳۴	" حسین بخش بن میر محمد کوروی	۱۲۵۸
۳۵	" حسین علی بن عبد الباسط قنوجی	۱۲۲۳
۳۶	" خادم احمد بن حیدر لکھنوی	۱۲۵۶
۳۷	" قاضی ذو الفقار علی بن یوسف حیدر آبادی	۱۲۶۰
۳۸	" رجب علی بن امام بخش جونپوری	۱۲۹۶
۳۹	" مفتی رحمت علی حسینی دہلوی	تیرھویں صدی
۴۰	" رحمت اللہ الہ آبادی	۱۲۹۳
۴۱	" رضا بن محمد کشمیری	۱۲۷۶
۴۲	" رضی الدین بن قاضی علیم الدین	۱۲۷۴
۴۳	" زبیر بن ابو زبیر رامپوری	
۴۴	" سخاوت علی بن رعایت علی جونپوری	۱۲۶۴
۴۵	" شرف الدین حنفی رامپوری	۱۲۶۸
۴۶	" سعد الدین سندھی	۱۲۹۳
۴۷	" صدر الدین بن لطف اللہ کشمیری	۱۲۸۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۸	شیخ صدیق بن ابو صدیق گجراتی	تیرھویں صدی
۴۹	،، صدیق بن بزرگ علی مارہروی	۱۲۹۲
۵۰	،، طیب بن احمد رفیقی کشمیری	۱۲۶۶
۵۱	،، ظہور الحق بن نور الحق پھلواری	۱۲۳۴
۵۲	،، عالم علی بن کفایت علی مرادآبادی	۱۲۹۵
۵۳	،، عبدالباسط بن عبدالرزاق لکھنوی	۱۲۹۵
۵۴	،، عبدالجامع بن عبدالنافع لکھنوی	۱۲۷۲
۵۵	،، شیخ عبدالجبار شاہجہانپوری	تیرھویں صدی
۵۶	،، عبدالحق بن خلیل الرحمٰن	،، ،،
۵۷	،، عبدالحق بن عمران رامپوری	۱۲۵۲
۵۸	،، عبدالحکیم شیخ پوری	۱۲۹۵
۵۹	،، عبدالرب بن شرف الدین لکھنوی	۱۲۰۸
۶۰	،، عبدالرحمٰن بن سیف الرحمٰن جالندھری	۱۲۵۸
۶۱	،، قاضی عبدالصمد قریشی افغانی	۱۲۶۶
۶۲	،، عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	۱۲۴۹
۶۳	،، عبدالعلی بن پیر علی	۱۲۹۹
۶۴	،، عبدالعلی بن علی اصغر قنوجی	تیرھویں صدی
۶۵	،، عبدالعلی بن نظام الدین فرنگی محلی	۱۲۲۵
۶۶	،، عبدالقادر حیدرآبادی	۱۲۷۹
۶۷	،، مفتی عبدالقیوم بن عبدالحئی بڈھانوی	۱۲۹۹

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۱۲۴۹	شیخ عبدالکریم بن محمد مقیم بریلوی	۶۸
تیرھویں صدی	" عبداللہ بن صابر سورتی	۶۹
۱۲۸۸	" عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی	۷۰
۱۲۸۹	" عبدالطیف بن ابوالحسن	۷۱
۱۲۳۲	" عبدالمغنی بن معین ہاشمی پھلواروی	۷۲
۱۲۱۳	" عزیزالحق بن ثنار الحق جونپوری	۷۳
۱۲۹۲	" علم الہدیٰ بن قاضی رحمت الدین	۷۴
۱۲۹۲	" علی اشرف بن علی اکبر پھلواروی	۷۵
تیرھویں صدی	" عمادالدین بن عبدالرسول کشمیری	۷۶
۱۲۷۱	" عمر بن ابوعمر رامپوری	۷۷
۱۲۷۶	" غلام احمد بن غلام محمد سورتی	۷۸
۱۲۳۴	" غلام حضرت بن محمد غوث لکھنوی	۷۹
۱۲۵۱	" غلام علی بن جمال سورتی	۸۰
۱۲۱۴	" غلام فرید لاہوری	۸۱
۱۲۷۲	" غلام اللہ بن غلام فرید لاہوری	۸۲
۱۲۵۲	" غلام نبی بن غلام سرور	۸۳
تیرھویں صدی	" فخرالدین شافعی بیروری	۸۴
۱۲۸۹	" فضل رسول بن عبدالحمید بدایونی	۸۵
تیرھویں صدی	" فضل الرحمٰن حنفی بردوانی	۸۶
" "	" فضل اللہ بن اسرار احمد رضوی	۸۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸۸	شیخ فقیہہ اللہ بن اصلح اللہ سنڈیلوی	۱۲۶۹
۸۹	" قطب الدین بن محی الدین دہلوی	۱۲۸۹
۹۰	" قطب الہدیٰ بن محمد واضح بریلوی	۱۲۲۶
۹۱	" قوام الدین بن سعد الدین کشمیری	۱۲۱۹
۹۲	" کرم الٰہی لاہوری	۱۲۸۲
۹۳	" کرامت علی بن امام بخش جونپوری	۱۲۹۰
۹۴	" کریم الدین بن لطف اللہ دہلوی	۱۲۹۱
۹۵	" مبین بن محب لکھنوی	۱۲۲۵
۹۶	" مجاہد الدین بن معلوم بالاپوری	۱۲۳۵
۹۷	" محبوب علی رامپوری	تیرھویں صدی
۹۸	" محمد بن ابو محمد	" "
۹۹	" محمد بن احمد حیدرآبادی	۱۲۷۳
۱۰۰	" محمد بن ضیاء الدین بردوانی	تیرھویں صدی
۱۰۱	" محمد بن عرفان رام پوری	" "
۱۰۲	" محمد بن محمود کشمیری	۱۲۴۳
۱۰۳	" محمد بن نعمت اللہ پھلواروی	۱۲۷۲
۱۰۴	" مفتی محمد معصوم عظیم آبادی	۱۲۷۲
۱۰۵	" محمد آفاق بن احسان اللہ دہلوی	۱۲۵۱
۱۰۶	" محمد اصغر بن مفتی احمد لکھنوی	۱۲۵۵
۱۰۷	" مفتی محمد افضل بن مرحوم پھلواروی	۱۲۱۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۰۸	شیخ محمد اکرم بن جان محمد شاہجہانپوری	تیرھویں صدی
۱۰۹	" محمد برکت عظیم آبادی	۱۲۳۰
۱۱۰	" محمد جمیل بن عبد الغفار برہانپوری	۱۲۷۴
۱۱۱	" محمد سعید اسلمی مدراسی	۱۲۷۲
۱۱۲	" محمد شاکر حنفی سورتی	۱۲۴۰
۱۱۳	" محمد عابد بن احمد علی سندھی	۱۲۵۷
۱۱۴	" محمد عظیم پشاوری	۱۲۷۵
۱۱۵	" محمد علی بن عبد الحکیم بھیروی	تیرھویں صدی
۱۱۶	" نقی محمد عوض بن درویش بریلوی	۱۲۲۰
۱۱۷	" محمد غوث بن ناصر الدین مدراسی	۱۲۳۸
۱۱۸	" محمد لطیف ہاشمی مچھلی شہری	۱۲۶۷
۱۱۹	" محمد مرشد بن ارشد	۱۲۰۱
۱۲۰	" محمد مستان بن عبد السبحان	۱۲۲۷
۱۲۱	" قاضی محمد معروف بن عبد اللہ مدراسی	۱۲۵۴
۱۲۲	" محمد نصیر بن مولانا بخش دہلوی	۱۲۶۱
۱۲۳	" محی الدین بن عبد القادر بدایونی	۱۲۷۰
۱۲۴	" مخصوص اللہ بن رفیع الدین	۱۲۷۱
۱۲۵	" مراد اللہ بن نعمت اللہ لکھنوی	۱۲۸۱
۱۲۶	" مرتضیٰ بن مصطفیٰ لکھنوی	۱۲۵۰
۱۲۷	" مرتضیٰ حسینی لکھنوی	تیرھویں صدی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۲۸	شیخ مصطفےٰ بن طیب کشمیری	۱۲۹۴
۱۲۹	" مصلح الدین بن صالح سورتی	تیرھویں صدی
۱۳۰	" مظفر حسین بن محمد بخش	۱۲۸۳
۱۳۱	" نظام الدین بن خیر الدین	۱۲۴۰
۱۳۲	" نوازش علی بن ناصر علی نگینوی	تیرھویں صدی
۱۳۳	" مفتی نور احمد بن نظر محمد سہوانی	۱۲۸۰
۱۳۴	" نور الحق بن قاضی محمد منعم رامپوری	۱۲۲۳
۱۳۵	" نور الدین بن عبداللہ کشمیری	۱۲۸۸
۱۳۶	" ولی اللہ بن احمد علی فرخ آبادی	۱۲۴۹
۱۳۷	" ولی اللہ لاہوری	۱۲۹۶
۱۳۸	" ہادی بن علی احمد	۱۲۷۵
۱۳۹	" یاد علی نقوی شیعی	۱۲۵۳
۱۴۰	" یعقوب حنفی	۱۲۸۰
۱۴۱	" قاضی یوسف بن ابو یوسف افغانی	۱۲۴۰
۱۴۲	" یوسف بن عبداللہ بیجاپوری	۱۲۱۹
۱۴۳	مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	
۱۴۴	مولانا رضا علی بریلوی (اعلیٰحضرت کے دادا)	
۱۴۵	مولانا مفتی نقی علی بریلوی (اعلیٰحضرت کے والد)	
۱۴۶	مولانا سید آل رسول احمدی (اعلیٰحضرت کے مرشد)	
۱۴۷	مولانا نور محمد فرنگی محلی	
۱۴۸	مولانا انوار احمد " "	

فقہائے ہند اور انکی فقہی تصانیف

فقہ اور اصول فقہ اپنی عظمت اور عبقریت کے پیش نظر ایسا مشکل فن ہے جو "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کے مصداق ہے۔ اس فن سے دلچسپی انہی کو ہوسکتی ہے جن کو قدرت نے کمال فیاضی کے ساتھ بالغ نظری اور ژرف نگاہی کا ملکہ بھی عطا کیا ہو۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس فن میں بھی فقہائے ہند نے مہتم بالشان خدمات انجام دی ہیں اور اس دل سوزی و جگر کاوی کے ساتھ فقہ کی نشر و اشاعت کی ہے کہ بے ساختہ کہنا پڑتا ہے "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" — ہم ذیل میں فقہائے ہند کی مختصر فہرست قلمبند کرتے ہیں۔ جن سے فقہ اسلامی میں، ان کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔

الف

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱	شیخ حمید الدین مخلص دہلوی	۷۹۴ھ	شرح ہدایہ
۲	" فداد دہلوی		
۳	" حسین غیاث پوری ابن اکرم علیف	۷۹۸ھ	حاشیہ
۴	محمد اشرف سمنانی کچھوچھوی بن ابراہیم	۸۰۹ھ	"

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۵	شیخ الہ داد جونپوری	۹۲۳	حاشیہ ھدایہ،
۶	" وجیہ الدین علوی گجراتی	۹۹۸	حاشیہ ہدایہ وشرح وقایہ
۷	مفتی عبد السلام اعظمی دیوی پور	۱۰۴۷	حاشیہ ہدایہ
۸	شیخ محمد نعیم جونپوری بن محمد فائز		"
۹	" پیر محمد جونپوری لکھنوی بن اولیا	۱۰۸۵	" "
۱۰	" ولی اللہ لکھنوی بن حبیب اللہ	۱۲۷۰	" "
۱۱	" عبد الحکیم لکھنوی بن عبد الرب	۱۲۸۶	" "
۱۲	" عبد الحکیم لکھنوی بن امین اللہ	۱۲۸۵	" "
۱۳	سید عبد اللہ حسینی بلگرامی بن آل محمد		" "
۱۴	مولانا عبد الحئی فرنگی محلی بن عبد الحکیم لکھنوی	۱۳۰۴	" "
۱۵	مولوی محمد حسن سنبھلی		" "
۱۶	شیخ عبد الحق سرہندی		ترجمہ ہدایہ فارسی، شرح ہدایہ، حاشیہ ہدایہ
۱۷	قاضی غلام یحییٰ بہاری		ترجمہ ہدایہ
۱۸	سید امیر علی لکھنوی بن معظم علی		عین الھدایہ ترجمہ ھدایہ
۱۹	شیخ عنایت اللہ لاہوری		حاشیہ شرح وقایہ
۲۰	شیخ محمد وارث بنارسی بن عنایت اللہ		"
۲۱	مولانا عبد الحمید لکھنوی بن عبد الحلیم		تکملہ عمدۃ الرعایہ
۲۲	مولانا عبد العزیز لکھنوی بن عبد الرحیم		"
۲۳	مولانا مفتی یوسف فرنگی محلی بن محمد اصغر		حاشیہ شرح وقایہ

اسمائے کتب	سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
حاشیہ شرح وقایہ		مولانا عبد الرزاق لکھنوی بن جمال الدین	۲۴
″		حکیم فخر الدین حسنی رائے بریلوی ابن اللعلی	۲۵
″		شیخ برہان الدین دیوی پوری ابن سرفراز علی	۲۶
″	۱۲۹۴	مفتی سعد اللہ مراد آبادی بن نظام الدین	۲۷
″	۱۲۷۱	مولانا خادم احمد لکھنوی	۲۸
″		سید معین الدین حسینی کاظمی کڑوی	۲۹
ترجمہ شرح وقایہ		شیخ عبد الحق سرہندی	۳۰
نور الابصار ترجمہ شرح وقایہ ۳ جزء		وحید الزماں ابن مسیح الزماں لکھنوی	۳۱
شرح مختصر وقایہ		شیخ عبد الشکور جون پوری	۳۲
شرح کنز الدقائق		مولوی محمد شکور جعفری بن امانت علی	۳۳
ترجمہ کنز الدقائق		مولانا محمد سلطان بریلوی	۳۴
احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق اردو	۱۳۱۲	مولوی محمد احسن نانوتوی	۳۵
فرح شاہی شرح خلاصہ		فیض الحسن گجراتی بن نور الحسن	۳۶
شرح فرح شاہی		شیخ محمد عابد لاہوری	۳۷
″	۱۲۹۹	مولوی نصر اللہ خاں خورجوی	۳۸
حاشیہ در مختار و نہایۃ الدلیل		مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی بن شاہ محمد	۳۹
شرح در مختار	۱۲۸۱	مفتی خلیل الدین خاں	۴۰
غایۃ الاوطار	۱۲۷۱	مولانا خرم علی بلہوری	۴۱
شرح مواہب الرحمٰن		شیخ جمال میٹھی گجراتی بن عبد اللطیف بن عبد الحمید	۴۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۴۳	مولوی محمد دین پنجابی		حاشیہ ملا
۴۴	ملا محمد تاری		فوائد فیروز شاہی
۴۵	شیخ عالم دہلوی بن علاء		فتاویٰ تاتارخانیہ
۴۶	شیخ کمال الدین ناگوری بن کریم الدین		مجموعہ خانیہ
۴۷	قاضی جگن حنفی گجراتی حوالی	۹۲۰	خزانہ الروایات
۴۸	قاضی نظام الدین کیکلانی		فتاویٰ ابراہیم شاہی
۴۹	ابوالفتح مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین		فتاویٰ حمادیہ
۵۰	قاضی ضیاء الدین سائی بن عوض		فتاویٰ ضیائیہ
۵۱	شیخ بدر الدین لاہوری بن تاج الدین		مطالب المومنین
۵۲	شیخ نصیر الدین بنالی لاہوری		فتاویٰ برہنہ
۵۳	میرک محمد سندھی بن محمود بن محمد سعید		فتاویٰ مودانیہ
۵۴	شیخ معین الدین کشمیری بن خاوند محمود		فتاویٰ نقشبندیہ
۵۵	مفتی ابوالبرکات دہلوی ہاشم بن رکن الدین		مجموع البرکات
۵۶	مفتی نابع محمد لکھنوی بن مفتی محمد		سراج منیر
۵۷	شیخ محمد معصوم جائسی بن نظام الدین		وصول معصومیہ
۵۸	مفتی ابوالوفا حنفی کشمیری		کتاب الفقہ
۵۹	میر محمد جونپوری لکھنوی بن اولیاء		فتاویٰ فقیہہ
۶۰	سید علیم اللہ جالندھری بن عتیق اللہ	۱۲۰۲	زبدۃ الروایات
۶۱	ملا غفران رامپوری ابن نائب مرشد آبادی	۱۲۶۰	فتاویٰ فقہیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۶۲	حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی	۱۲۳۹	فتاویٰ عزیزیہ
۶۳	مولانا سلامت اللہ خان بنارسی		فتاویٰ اختیار
۶۴	مفتی شرف الدین رامپوری	۱۲۶۸	فتاویٰ شرقیہ
۶۵	فقیہ احمد رامپوری بن محمد سعید		منفرقات احمدیہ
۶۶	مرزا حسن علی لکھنوی		فتاویٰ فقہیہ (فارسی)
۶۷	شیخ محمد غوث شافعی مدراسی بن ناصر الدین	۱۲۳۸	فتاویٰ ناصریہ
۶۸	مولانا رحمت اللہ لکھنوی ابن نور اللہ		فتاویٰ فقہیہ
۶۹	مولانا رضا علی بنارسی بن سخاوت علی		″
۷۰	سید عبد الفتاح گلشن آبادی بن عبد اللہ		جامع الفتاوے
۷۱	شیخ محمد حنفی سندھی بن اسماعیل		فتاویٰ محمدیہ
۷۲	مولانا محمد نعیم لکھنوی بن عبد الحکیم	۱۳۱۸	مجموعہ فتاویٰ
۷۳	مولوی اشرف علی تھانوی بن عبد الحق	۱۳۶۲	″
۷۴	قاضی ارتضا علی خاں فاروقی		فتاویٰ ارتضائیہ
۷۵	قاضی ابو الخیر طیب ملتانی بن لدھا		فتاویٰ محمود شاہی
۷۶	شیخ حسام الدین حنفی دہلوی		البحار الزاخرہ
۷۷	حضرت عبد الکافی مرشد آبادی		منتخب الفتاوے
۷۸	سید اشرف سمنانی کچھوچھوی	۸۰۹	فتاوے اشرفیہ
۷۹	شیخ نظام الدین برہانپوری		سرپرست فتاویٰ عالمگیریہ
۸۰	قاضی محمد حسین جون پوری	۱۰۷۶	منتخب و مرتب فتاویٰ عالمگیریہ
۸۱	شیخ علی اکبر حسین اسعد اللہ خاں	۱۰۹۰	″

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۸۲	شیخ ریاض الدین بھاگلپوری	۱۰۹۶	مختسب و مرتب فتاویٰ عالمگیری
۸۳	" عبدالرحیم بن وجیہہ الدین دہلوی		" "
۸۴	مفتی وجیہہ الدین گوپاموی		" "
۸۵	خطیب شیخ احمد ابن منصور گوپاموی	۱۰۸۳	" "
۸۶	ابوالبرکات ابن حسام الدین دہلوی		" "
۸۷	شیخ محمد جمیل ابن عبدالجلیل جونپوری	۱۱۲۳	" "
۸۸	مولانا ابوالخیر ٹھٹھوی سندھی		" "
۸۹	مولانا نظام الدین ابن نور محمد ٹھٹھوی سندھی		" "
۹۰	شیخ محمد سعید بن قطب الدین سہالوی		" "
۹۱	مفتی عبدالصمد جونپوری		" "
۹۲	مولانا جلال الدین مچھلی شہری		" "
۹۳	قاضی عصمت اللہ بن عبدالقادر لکھنوی	۱۱۱۳	" "
۹۴	قاضی محمد دولت بن یعقوب فتحپوری		" "
۹۵	شیخ محمد غوث کاکوروی		" "
۹۶	سید عبدالفتاح ابن ہاشم صمدی		" "
۹۷	شیخ حامد ابن ابوحامد جونپوری		" "
۹۸	مفتی محمد اکرام حنفی لاہوری		" "
۹۹	شیخ یوسف چشتی بن ابویوسف	۷۷۴	تحفۃ النصائح
۱۰۰	شرف جونپوری		دستور المصلین
۱۰۱	شیخ عصمت اللہ سہارنپوری		آداب الحسنہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱۰۲	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲	فتح المنان فی تائید مذہب النعمان
۱۰۳	شیخ فتح محمد محدث برہانپوری		فتح المذہب
۱۰۴	شیخ محمد نافع اکبر آبادی		خلاصۃ الخانیہ
۱۰۵	حبیب اللہ قنوجی		المختصر فی الفروع
۱۰۶	شیخ اہل اللہ دہلوی ابن شاہ عبد الرحیم		مختصر الہدایہ
۱۰۷	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	مالا بد منہ
۱۰۸	شیخ شجاع الدین حیدر آبادی	۱۲۶۵	جوہر النظام
۱۰۹	علامہ بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی	۱۲۲۵	رسائل الارکان
۱۱۰	شیخ رضی خاں فاروقی محدث دہلوی	۱۲۶۲	معانی المسائل
۱۱۱	شیخ کرامت علی جونپوری	۱۲۹۰	مفتاح الجنہ
۱۱۲	امام احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۲	العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ
۱۱۳	صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب	۱۳۴۸	بہار شریعت
۱۱۴	فخر الدین حسن ابن منصور ابن محمود قاضیخاں		فتاوے قاضی خاں
۱۱۵	علامہ ابو الفرح		مؤلف فتاویٰ عالمگیریہ
۱۱۶	ملا علام محمد قاضی القضاۃ		"
۱۱۷	ملا ابو الواعظ ہرگامی		"
۱۱۸	چلپی عبد اللہ ترکی		"
۱۱۹	وجیہہ الرب		"
۱۲۰	مولانا محمد فائق		"

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱۲۱	ملا محمد اکرام		مؤلف فتاویٰ عالمگیریہ
۱۲۲	مولانا محمد شفیع		؍؍
۱۲۳	میر سید محمد قنوجی		؍؍
۱۲۴	شیخ قاضی علی اکبر آبادی		؍؍
۱۲۵	شیخ نور الدین قوامی		؍؍
۱۲۶	ملا احمد جیون صاحب		تفسیرات احمدیہ
۱۲۷	مولانا ارشاد حسین رام پوری		فتاویٰ ارشادیہ
۱۲۸	مولانا نقی علی بریلوی	۱۲۹۷ھ	اصول ارشاد
۱۲۹	مولانا مصطفےٰ رضا خاں ابن اعلیٰحضرت بریلوی		فتاویٰ مصطفویہ وغیرہ

فقہی اصول کی ترویج واشاعت میں

فقہائے ہند کا حصّہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱	شیخ صفی الدین محمد ارموی بن عبد الرحیم		النہایہ والفائق
۲	؍؍ سعد الدین خیر آبادی		شرح البزدوی
۳	؍؍ الہ داد جونپوری	۹۲۳	؍؍
۴	قاضی شہاب الدین دولت آبادی		؍؍
۵	شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی	۹۹۸	؍؍

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۶	شیخ معین الدین عجزانی دہلوی		شرح الحسامی
۷	یعقوب ابویوسف بنانی لاہوری		
۸	قاضی عبدالنبی احمدنگری		حاشیہ حسامی
۹	مولوی عبدالحق دہلوی بن محمد میر	۱۳۳۴	نامی شرح حسامی
۱۰	شیخ سعدالدین محمود دہلوی		افادۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار
۱۱	سید یوسف ابن جمال ملتانی		توجیہہ الکلام شرح منار
۱۲	مفتی عبدالسلام اعظمی دیوی	۱۰۴۷	شرح منار
۱۳	شیخ احمد صالحی امیٹھوی معروف بملا جیون	۱۱۳۰	نورالانوار شرح منار
۱۴	شیخ نظام الدین محمد سہالوی		الصبح الصادق
۱۵	بحرالعلوم عبدالعلی بن ملا نظام الدین فرنگی محلی		تنویر المنار
۱۶	مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی	۱۲۸۵	قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار
۱۷	مولوی عبدالعلی قنوجی بن علی اصغر		حاشیہ شرح منار
۱۸	شیخ رستم علی قنوجی بن علی اصغر		ملخص نورالانوار
۱۹	〃 یعقوب کشمیری ابن حسن	۱۰۰۳	حاشیۃ التلویح
۲۰	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی بن شمس الدین	۱۰۶۷	التصریح حاشیۃ التلویح
۲۱	نورالدین محمد صالح گجراتی	۱۰۵۵	حاشیۃ التلویح
۲۲	شیخ امان اللہ بنارسی بن نوراللہ	۱۱۳۳	〃
۲۳	شیخ احمد گجراتی ابن سلیمان		حاشیہ بر حاشیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۲۴	قاضی عبد الحق کابلی ماتوی بن محمد اعظم		حاشیۃ التلویح
۲۵	سید امیر علی ملیح آبادی بن منظم علی		"
۲۶	مولوی ایوب علی گرڈھی بن یعقوب اسرائیلی		"
۲۷	شیخ محمد اعلم سندیلوی ابن محمد شاکر		شرح دائر الاصول
۲۸	قاضی خلیل الرحمٰن رامپوری		الدائر علی المنار
۲۹	مولوی عبد الحکیم لکھنوی بن عبد الوہاب	۱۲۸۶	سیر الدائر
۳۰	شیخ عبد النبی گجراتی بن عبد اللہ		المواہب الالٰہی
۳۱	راجہ نیاز حسن پوری بن اسماعیل		المناظریہ
۳۲	شیخ نظام الدین محمد سہالوی		شرح المناظریہ
۳۳	شیخ عبد الدائم گوالیاری بن عبد الحی		اساس الاصول
۳۴	شیخ محب اللہ حنفی بہاری بن عبد الشکور	۱۱۱۹	مسلم الثبوت
۳۵	شاہ اسمٰعیل دہلوی بن شاہ عبد الغنی	۱۲۴۶	مختصر الاصول
۳۶	شیخ عبد الوہاب شافعی مدراسی بن محمد غوث	۱۲۸۵	کاشف الرموزات
۳۷	حکیم نجم الغنی رام پوری		مختصر الاصول
۳۸	مولوی محمد حسن سنبھلی		حاشیہ اصول الشاشی
۳۹	مولوی عبد الکریم ٹونکی		شرح مختصر الاصول
۴۰	مولوی عبد الجبار خاں آصفی حیدر آبادی		ترجمہ نور الانوار
۴۱	قاضی صبغۃ اللہ شافعی مدراسی بن محمد غوث		ازالۃ العم فی اختلاف الامۃ
۴۲	سید اشرف ابن ابراہیم سمنانی کچھوچھوی	۸۰۸	الفصول مختصر فی الاصول
۴۳	مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی		ازالۃ الغواشی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۴۴	عبدالرحیم کلکتوی چیف جسٹس مدراس ہائی کورٹ		اصول فقہ انگریزی
۴۵	مولوی ولی اللہ لکھنوی بن حبیب اللہ	۱۲۷۰	نفائس الملکوت
۴۶	مولوی حسن لکھنوی بن غلام مصطفیٰ		شرح مسلم الثبوت
۴۷	ملا مبین اللہ ابن محب اللہ لکھنوی		"
۴۸	شیخ احمد عبد الحق لکھنوی		"
۴۹	قاضی بشیر الدین قنوجی	۱۲۹۶	"
۵۰	شیخ عبد الحق خیر آبادی		"
۵۱	سید محمد نقوی نصیر آبادی بن دلدار علی بن محمد معین		اساس الاصول
۵۲	سید ابوالحسن کشمیری لکھنوی بن نقی شاہ		شرح زینۃ الاصول
۵۳	مولانا عبد العلی محمد نظام الدین		شرح مسلم الثبوت

فقہ شافعی کے ہندوستانی مصنفین و کتب

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱	شیخ علی شافعی بہائی ابن احمد		رسالہ
۲	فقیہ شیخ محمد غوث شافعی مدراسی بن ناصر الدین	۱۲۳۸	کفایۃ المسندی
۳	شیخ عبد اللہ بن صبغۃ اللہ بن محمد غوث شافعی	۱۲۸۸	تعلیقات بر رسالہ ابوشجاع

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۴	شیخ عبدالوہاب شافعی بن محمد غوث شافعی	۱۲۸۵	ہبتہ اللہ
۵	قاضی صبغتہ اللہ بن محمد غوث شافعی	۱۲۸۰	المطالع البدریہ فی شرح الکواکب الدریہ
۶	شیخ احمد بن صبغتہ اللہ شافعی مدراسی		الفتاوی الصبغیہ
۷	قاضی عبداللہ بن صبغتہ اللہ شافعی		رسالہ در فقہ شافعی
۸	شیخ عبدالقادر شافعی سورتی بن عبدالاحد		تحفتہ المشتاق فی احکام النکاح والاتفاق
۹	شیخ ابراہیم شافعی سورتی بن عبدالاحد	۱۲۸۲	تحفتہ الاخوان
۱۰	شیخ حبیب شافعی الیعدری بن محمد درویش شافعی	۱۳۲۲	آئینۂ توجیہ فی شرح التنبیہ

شیعی مصنفین وکتب

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱	شیخ عبدالغنی کشمیری		الجامع الرضوی
۲	دلدار علی نقوی نصیرآبادی	۱۳۳۵	شرح حدیقۃ المتقین
۳	سید محمد نصیرآبادی بن دلدار علی		فواید نصیریہ
۴	سید حسین نصیرآبادی بن دلدار علی		روضتہ الاحکام
۵	سید محمد تقی بن حسین بن دلدار		شرح تبصرۃ الحلی
۶	سید علی محمد بن محمد بن دلدار	۱۲۷۵	الدار الثمین فی نجاستہ الغسالہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۷	سید ہادی ابن مہدی بن دلدار علی حسینی		رسالہ فی کیفیت الصلوٰۃ
۸	مہدی لکھنوی ابن ہادی ابن مہدی	۱۲۷۷	تحفۃ الصائم
۹	سید احمد علی محمد آبادی بن عنایت حیدر	۱۲۹۵	رسالہ فی جواز الامامہ
۱۰	مفتی محمد علی حسینی کنتوری بن محمد حسین	۱۲۶۰	تطہیر المومنین عن نجاسۃ المشرکین
۱۱	مرزا حسن بخش عظیم آبادی	۱۲۶۱	رسالۃ فی وجوب صلوٰۃ الجمعہ
۱۲	مفتی عباس تستری لکھنوی		بناء الاسلام فی مسائل الصیام
۱۳	سید ذاکر علی جون پوری	۱۲۲۱	ترجمہ شرائع اسلام
۱۴	ناصر حسین جون پوری		رسالہ فی اثبات نجاسۃ المشرکین
۱۵	سید ناصر حسین کنتوری لکھنوی		اشباع النائل بتحقیق المسائل
۱۶	ابوالحسن کشمیری لکھنوی بن نقی شاہ		اقامۃ البرہان
۱۷	مولوی آغا علی لکھنوی		ہدایۃ المومنین
۱۸	سید محمد سابق رضوی بن محمد باقر		روائع الاحکام بترجمہ شرائع اسلام
۱۹	سید بندہ حسین لکھنوی بن محمد دلدار علی		قواعد المواریث
۲۰	مرتضیٰ حسین جون پوری		مفتاح الشفاعہ فی اقامۃ الصلاۃ بالجماعۃ
۲۱	حکیم شفاء الدولہ افضل علی حسینی بن اکبر علی		تبصرۃ الاطفال فی العقاید والاعمال
۲۲	بندہ حسین بن محمد بن دلدار علی	۱۲۹۴	الرسالۃ الخلیلہ

تیرھویں صدی کے فقہاء متوسطین !

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابوتراب بن نعمت اللہ پھلواری	۱۲۷۰
۲	" ابوالحیات بن نعمت اللہ پھلواری	۱۲۷۶
۳	شیخ احمد بن عبداللہ سندیلوی	
۴	" احمد بن محمد گجراتی سورتی	۱۲۵۵
۵	" احمد ابن سعید رام پوری	
۶	" احمد بن علی حسین چریاکوٹی	۱۲۷۲
۷	" احمد الدین بن نور حیات بگوئی	۱۲۸۶
۸	" اخی ابن محمد حسین سورتی	
۹	" اسد اللہ حنفی جہانگیر نگری	
۱۰	" اسلم ابن ابو اسلم حنفی رامپوری	
۱۱	" اسماعیل ابن ابو اسماعیل برہان پوری	
۱۲	" اسماعیل ابن ابو اسماعیل سورتی گجراتی	۱۲۸۷
۱۳	" امیر اللہ مدراسی	۱۲۵۰
۱۴	" بدر الدین رامپوری	
۱۵	" مفتی جمال الدین بن عبداللہ سورتی	۱۲۴۶
۱۶	" خلیل الرحمٰن بن عرفان رامپوری	

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
	ذوالفقار علی بن محبوب علی دیوی	۱۷
۱۲۶۴	رحمت اللہ راجہ پوری سورتی	۱۸
۱۲۶۰	مرزا رحیم اللہ شافعی عظیم آبادی	۱۹
۱۲۵۲	روح الفیاض الہ آبادی	۲۰
	سجاد علی حسینی شیعی جائسی	۲۱
۱۲۷۸	ثناء الدین ابن محمد شفیع بدایونی	۲۲
۱۲۴۶	شرف بن عبد الحق سورتی گجراتی	۲۳
۱۲۸۹	شیخ شرف الدین بن ہادی پھلواروی	۲۴
۱۲۳۴	شیخ صالح بن خیر الدین سورتی	۲۵
۱۲۶۶	" ظفر احمد بن قدرت علی لکھنوی	۲۶
۱۲۷۵	ظہور علی ابن حیدر لکھنوی	۲۷
	شیخ عبد الباقی ابن عبد الصمد دیوی	۲۸
۱۲۹۳	" عبد الخالق پشاوری	۲۹
	" عبد الرحمن بن قاضی عبد اللہ شافعی سورتی	۳۰
	" عبد الرشید رام پوری	۳۱
۱۲۸۰	" عبد السلام بن عطاء الحق بدایونی	۳۲
۱۲۸۲	" عبد الشکور ابن محی الدین	۳۳
	" عبد العلی فیض آبادی شیعی	۳۴
۱۲۷۲	" عبد الغنی ابن عبد المغنی	۳۵
۱۲۶۱	" عبد الواحد بن عبد الاعلی لکھنوی	۳۶

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۳۷	شیخ عبدالوحید ابن مفتی عبدالواحد لکھنوی	۱۲۶۹
۳۸	" علی ضامن ابن امداد علی شیعی	۱۲۸۰
۳۹	علیم الدین ابن نجم الدین کاکوروی	۱۲۵۵
۴۰	" علیم الدین ابن عتیق اللہ جالندھری	۱۲۲۰
۴۱	" محمد ابن زین الدین سورتی	
۴۲	" محمد اکبر کشمیری	۱۲۶۲
۴۳	" محمد حسین ابن علی نور	۱۲۷۴
۴۴	" محمد لبیب ابن محمد سعید بدایونی	۱۲۰۵
۴۵	" محمود بن عبدالقادر شافعی سورتی	۱۲۸۶
۴۶	" محمود ابن کرامت حنفی جون پوری	۱۲۹۶
۴۷	" مظفر علی عظیم آبادی	۱۲۴۷
۴۸	" معز الدین بن خیرات علی	۱۲۵۵
۴۹	" ناصر حسین ابن مظفر حسین جونپوری	
۵۰	نثار علی ابن محمد صادق ظفرآبادی	۱۲۱۵
۵۱	شیخ نصر اللہ بن ہدایۃ اللہ مارہروی	۱۲۹۵
۵۲	نصیر الدین بن عبیداللہ بن جلال الدین برہانپوری	
۵۳	یار علی حنفی ترہتی	

تیرھویں صدی کی فقہی کتابیں

اسمائے کتب	سنہ تصنیف	مصنفین
حاشیۃ الاشباہ والنظائر وحاشیہ حسامی	۱۲۱۲	شیخ اسلم بن یحییٰ کشمیری
ایضاح الحق	۱۲۴۶	اسماعیل دہلوی
تحقیق الاوزان۔ احکام عید الفطر۔ احکام عید اضحیٰ۔ احکام النکاح۔ تحقیق الاشارہ بالسبابہ فی الصلوٰۃ۔ تحقیق النذور والذبائح۔ مسائل الربا۔ رسالہ مواریث۔ شرح وقایہ۔		مولانا برہان الدین دہلوی
مالابدمنہ ورسالہ تحکیم غنا ورسالہ حرمت متعہ	۱۲۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
تحفۃ المشتاق فی النکاح والطلاق۔ برہان الخلاف		مرزا حسین علی
رسالہ تحریم النجوم والرمل والجفر وفتاوی رسالہ		ابن عبد العلی
تحری الاجتہاد		شافعی لکھنوی
رسالہ تقلید موتی۔ الزفر الرائق و فتاوی		حسین بن دلدار علی نصیر آبادی
الرسالہ علی فقہ المذاہب الاربعہ		شیخ حیات حنبلی دہلوی
ہدایۃ الانام فی اثبات تقلید الائمۃ الکرام و حواشی۔ نور الانوار و شرح وقایہ۔ رسالہ بحث طہر متخلل رسالہ زاد التقوی فی آداب الفتویٰ	۱۲۷۱	شیخ خادم احمد لکھنوی ↑
غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار۔ رسالہ قراۃ خلف الامام		مولانا خرم علی بلہوری

اسمائے کتب	سنہ تصنیف	مصنفین
اساس الاصول۔ منتہی الافکار، رسالہ مسائل		شیخ دلدار علی بن محمد معین
الخراج۔ رسالہ ذہبیہ	۱۲۳۵	نصیر آبادی
شرح مناسک۔ مجموع الفتاویٰ۔ کشف الخلاصہ		شیخ شجاع الدین حیدرآبادی
جواہر النظام		
التعلیق الناصل حاشیہ ہدایہ		شیخ عبد الحلیم ابن
قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار		امین اللہ فرنگی محلی
فتاویٰ عبد الحئی بڑھانوی۔ تحقیق الامور فی حدوث	۱۲۴۳	
الفاتحۃ النذور۔ الیواقیت اللطیفہ فی تائید مذہب		
ابی حنیفۃ التحریر فی حرمۃ المزامیر		
رسائل الارکان الاربعہ تکملہ شرح تحریر الاصول	۱۲۲۵	بحر العلوم عبد العلی بن
تنویر المنار شرح منار الاصول		نظام الدین لکھنوی
القواعد الغوثیہ۔ مختصر ابوشجاع۔ اوضح المناسک	۱۲۸۸	مولانا صبغۃ اللہ مدراسی
تحفۃ الاجبہ فی بیان استحباب قتل الوزغہ		↑
کاشف الرموزات الی الورقات، ہبۃ الوہاب	۱۲۸۵	مولانا عبد الوہاب بن غوث محمد
النعمۃ العظمیٰ۔ شواہد الجمعہ		شیخ علی حبیب بن ابوالحسن پھلواری
منہاج الاسلام	۱۲۳۷	مولانا علی محمد مچھلی شہری
حاشیہ شرح ہدایہ۔ طنطنہ صولت بحث سماع	۱۲۹۸	شیخ عمر ابن ابو عمر رامپوری
الدر الفرید، ہدایات الاضافی		مفتی عنایت احمد بن محمد بخش
		دیوی کاکوروی
الفتاویٰ	۱۲۶۰	شیخ فاضل غفران بن نائب

اسمائے کتب	سنہ تصنیف	مصنفین
ترجمۃ الکیدانی	۱۲۸۵	مولانا غلام امام حیدری
منظومہ		شیخ غلام حسین بن محمد عظیم
ترجمہ بدایہ		قاضی یحییٰ بہاری
زینۃ المصلی۔ زینۃ القاری	۱۲۹۰	مولانا برکت علی بن امام بخش
رسالہ (اقامت جمعہ)	۱۲۹۷	مولانا لطف اللہ لکھنوی
شرح مسلم الثبوت۔ رسالہ مع الصوم کنز الحسنات فی مسائل الزکوٰۃ	۱۲۳۵	علامہ معین بن محب لکھنوی
ہدایۃ الجمعہ، الفوائد النصریہ		مولانا محبوب علی رامپوری
احیاء الاجتہاد	۱۲۸۴	مولوی دلدار علی لکھنوی
تبصرۃ المحلیٰ	۱۲۸۹	مولوی محمد نقی لکھنوی
طوالع الانوار علی در المختار	۱۲۵۷	علامہ سندھی ابن احمد علی
طوالع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلوٰۃ والاسحار	۱۲۳۳	شیخ محمد غوث بن ناصر الدین
کفایۃ المبتدی۔ الفتاویٰ ناصریہ		مدراسی
غایۃ البیان فیما یحل و یحرم من الحیوان	۱۲۵۸	مولانا محمد معین لکھنوی
غایۃ الکلام فی القراۃ خلف الامام۔ المعینہ فی تحریم المتعہ		"
الآمال الحنفیہ، الجواہر المنیعہ، اعلام الاعلام		مرتضیٰ ابن محمد بلگرامی زبیری
شرح عالمگیری	۱۲۳۹	قاضی القضاۃ نجم الد علی
شرح خلاصۃ الکیدانی۔ ارشاد البلید فی اثبات التقلید	۱۲۹۹	شیخ نصر اللہ بن محمد عمر خورجوی

اسمائے کتب	سنہ تصنیف	مصنفین
بدایۃ البریہ الی شریعۃ الاحمدیہ ۔ حاشیہ ہدایہ	۱۲۰۱	مولانا وحید الحق بن وجیہہ الحق
نفاس الملکوت شرح مسلم الثبوت حاشیہ ہدایہ	۱۲۷۰	مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ انصاری لکھنوی
حاشیہ شرح وقایہ	۱۲۸۶	مفتی یوسف ابن اصغر علی

ہندوستانی مصنفین و رسائل فقہیہ

جہاں فقہ اسلامی پر جامع اور مبسوط کتب لکھی گئیں وہیں فقہاء ہند نے فقہی مباحث پر مشتمل چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ترتیب دیئے ۔ جو اختصار کے باوجود اپنی جامعیت کے اعتبار سے اس لائق ہیں کہ انھیں وقیع شمار کیا جائے ایسے مصنفین کی فہرست ان کے مصنفہ رسائل کے ساتھ درج ذیل ہے

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سنہ تصنیف	رسائل
۱	مولوی عبد القادر		خلاصۃ المسائل
۲	فتح محمد لکھنوی		تطہیر الاموال
۳	مولوی عبد الشکور بن ناظر علی		علم الفقہ
۴	مولوی محمد مبین لکھنوی بن محب اللہ		کنز الحسنات فی مسائل الزکوٰۃ
۵	مرزا حسن شافعی محدث لکھنوی		تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق
۶	مولوی علی محمد لکھنوی بن محمد مبین	۱۲۸۸	چشمۂ فیض

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سنہ تصنیف	مصنفین
۷	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۶۹	محاسن العمل
۸	مولوی معین لکھنوی بن ملا مبین	۱۲۵۸	غایۃ البیان
۹	مولوی خادم احمد لکھنوی		زاد التقویٰ فی آداب الفتویٰ
۱۰	عبدالسلام حسینی واسطی نیموی بن ابوالقاسم	۱۲۹۹	تذکرۃ الجمعہ واشاعۃ الجمعہ
۱۱	شیخ ابو علی حبیب پھلواروی بن ابوالحسن	۱۲۹۵	شواہد الجمعہ فی ابطال شرطیۃ السلطان الاقامۃ الجمعہ
۱۲	شیخ جان محمد لاہوری	۱۲۲۸	ایک رسالہ بہ زبان فارسی
۱۳	شیخ شمس الحق محدث دیانوی عظیم آبادی		التحقیقات العلی فی اثبات وضبد الجمعہ
۱۴	مولوی ظہیر احسن شوق نیموی		جامع الآثار فی اختصاص الجمعہ بالامصار

الباب الثانی

تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں فقہ اسلامی کی ترقی کے عوامل

اعلیٰ حضرت کے عہد میں فقہ اسلامی کے اسباب وعوامل کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہندوستان میں تین عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔ (۱) فرنگی حکومت کا تسلط اور اس کے دوررس اثرات ۔ (۲) ادیان مختلفہ کی آویزش ۔ (۳) مسالک مختلفہ کی کشمکش ۔

فرنگی حکومت کا تسلط اور اس کے دوررس اثرات

فرنگی حکومت مسلمانوں سے کبھی مطمئن نہیں رہی۔ اس نے اپنے اقتدار کی راہ میں صرف مسلمانوں کو ہی سدِّ راہ سمجھا۔ یورپ میں بیت المقدس کو مسلمانوں سے غصب کرنے کی تحریک بڑے زور شور سے چلی۔ اس تحریک کے زیر اثر تیس سال کے اندر بیت المقدس پر آٹھ حملے ہوئے لیکن آخر میں غازی صلاح الدین ایوبی نے ان کو شکست دے کر اسلامی اقتدار کا پرچم لہرادیا۔

صلیبی جنگ کی شرمناک شکست کے سبب مسیحیوں میں مسلمانوں کے خلاف شدید بغض وعداوت کے جذبات موجزن تھے جس کا اکثر موقعوں پر اظہار ہوتا رہا۔ [۱] پروفیسر سکیشن بارڈن آسٹریلیا کے سب سے ممتاز اخبار (ارنگفت) کا مالک اور مدیر اعلیٰ تھا۔ اس نے ایک بار مسئلہ مشرقی پر تقریر کی جس کو لندن ٹائمس نے شائع کیا۔ اپنی تقریر کے دوران اس نے کہا۔

"اب اور کب تک اسلام کو آزاد چھوڑ دیا جائیگا۔ کہ اپنی ہزار سالہ وحشت وخونخواری کے واقعات بیسویں صدی میں دہراتا رہے"۔ پھر کہتا ہے" اسلام ایک خطرہ ہے۔ اس کی بقا سامر ترخطرہ ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ یورپ اسلام سے جوزمین کا ٹکڑا

---

[۱] سید المرسلین ص ۱۱

حاصل کرتا ہے وہ اس کا قدرتی حق ہے اور وہ یورپ کے لئے مال غنیمت ہے۔ جس کی واپسی کا خیال جنون ہے۔" ع۱

فرنگی مسلمانوں کے خلاف اور مسلمانوں کے مذہبی مسلمات کے خلاف آئے دن حملے کرتے رہے۔ فرنگیوں کا خیال تھا کہ مسلمان ایک بت پرست قوم ہے اور محمد ایک سونے کا بت ہے جو مدینہ میں رکھا ہوا ہے۔ توحید سے انہیں کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو دنیا میں صرف لوٹ مار کر کے اپنا پیٹ بھرنا چاہتی ہے۔ اسی طرح بے شمار مسموم پروپیگنڈے ہوتے رہے۔

اسلام جو در اصل انسانیت کے لئے آب حیات ہے اس کو زہر بنا کر پیش کرنے کی انتھک کوشش ان کے لٹریچر کا اہم جز بن گیا تھا۔ ع۲

انیسویں صدی میں فرنگیوں نے ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کیلئے ایک ادارہ قائم کیا جس کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ یورپ سے پادری عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے بلائے گئے۔ پادریوں نے مسلمانوں کے عقائد کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے شروع کئے۔ جس کا جواب مسلمانوں نے بڑی ہی شائستگی سے دیا۔ فرنگیوں نے اسلام کے فقہی قوانین، فرائض، نکاح، طلاق پر خاص طور سے حملے شروع کر دیئے۔

ایسے موقع پر مصلحین ملت کی ایک جماعت نے اس کا بھرپور مقابلہ کیا خصوصاً اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ نے فرائض کے سوالات کے جواب میں "ہدم النصرانی و تقسیم الایمانی" نام سے ایک کتاب ۱۳۰۳ھ میں تصنیف فرمائی۔ جس کو تحفۂ حنفیہ پٹنہ نے شائع کیا۔ یہ کتاب اپنی معنوی و صوری حیثیت سے نادر روزگار ہے۔

ع۱ خطبات آزاد ص۲۳ ع۲ خطبات آزاد ص۲۳۹-۲۴۰

ڈاکٹر وزیر خاں عظیم آبادی نے پادری کارل گوٹلیب فنڈر (۱۸۰۳ء) کا بھرپور جواب دیا ۱۸۲۹ء میں فنڈر نے اسلام کے خلاف اپنی کتاب "میزان الحق" لکھی میزان الحق کا پہلا جواب "استفسار" کے عنوان سے مولوی آل حسن نے دیا۔ فنڈر نے ایک اور کتاب "مفتاح الاسرار" کے نام سے اسلام کے خلاف تصنیف کی جسکے جواب میں لکھنؤ کے ایک عالم نے "کشف الاستار" نام کی ایک کتاب لکھی جو اس موقعہ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ فنڈر نے جواب الجواب میں "حل الاشکال" تصنیف کی اس کتاب کا جواب مولوی مؤیدالدین احمدآبادی نے دی۔ عـ۱ـ

فنڈر نے مسلمانوں کے مذہبی عقائد و قوانین کے خلاف مناظرے بھی کئے ۱۸۵۴ء کا مناظرہ بہت مشہور ہے۔ مقابلے میں مولانا رحمت اللہ صاحب کرانوی، ڈاکٹر وزیر خاں نے نمایاں حصہ لیا۔ اور فنڈر کو دندان شکن جواب دیکر لاجواب کر دیا۔ عـ۲ـ

سر سید احمد خاں نے عیسائی مشنری کے اسلام پر اٹیک کا جواب دینے کیلئے شدید کوشش کی۔ انھوں نے مدلل جواب بھی دیا لیکن مسئلہ کو سمجھانے کے لئے انھوں نے مذہب سے زیادہ عقل سے کام لیا اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے علیحدہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی پادریوں کے اعتراضات کے سلسلے میں مسلمان متردد ہوگئے اور اسلام کی تاویلیں شروع ہوگئیں، نتیجہ کے طور پر یہ مسئلہ مذبذب بن کر رہ گیا۔ عـ۳ـ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کے بھرپور حصہ لینے کے سبب انگریزوں نے مسلمانوں کی دشمنی میں اور بھی شدت برتنی شروع کر دی۔ مسلمانوں

عـ۱ـ حواشی خطبات آزاد ص۲۰۲ عـ۲ـ ذنگیوں کا جال ص۲۴۳ ص۲۲۶ بحوالہ خطبات آزاد ص۲۰۳

عـ۳ـ خطبات آزاد ص۲۰۳ —

کے استیصال کے جتنے بھی ذرائع ہو سکتے تھے پوری طاقت کے ساتھ استعمال کئے گئے ہندوستان میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیئے گئے اور غیر مسلموں پر لطف و کرم کی بارش ہوتی رہی جیسا کہ ایک انگریز نے اظہار خیال کیا ہے۔

"مسلمان ہمارے دیوانہ وار دشمن ہیں۔ اس لئے ہماری صحیح پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ مہربانی کی جائے"۔ ۱

انگریزوں کے انتقامی جذبات کے نشانے پر براہ راست مسلمان ہی تھے۔ ہزاروں مسلمان تہِ تیغ کر دیئے گئے۔ ۲۰۰۰۰ ہزار مسلمانوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ بے شمار لوگوں کی جائداد ضبط کی جانے لگی۔ تمام سرکاری ملازمتوں سے مسلمان برطرف کئے جانے لگے۔ ۲

فرنگی حکومت کے ظلم کے نشانے پر اب مساجد و مقابر بھی آگئے۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے میں قطعی دریغ نہیں کرتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ جامع مسجد دہلی کے اندر سکھ فوج کیلئے رہائش کا نظم کیا گیا۔ مسجد کے صحن میں انگریزوں کے کتے پھرتے تھے مناروں کے قریب سوٗر ذبح کر کے اس کا گوشت بیچتے تھے۔ ۳ ایسے موقع پر شہیدِ ملت حضرت علامہ فضل حق صاحب خیرآبادی نے جامع مسجد کی حالت اور مداخلت فی الدین کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جس کی پاداش میں انہیں جزیرۂ انڈمان بھیج دیا گیا۔ اور وہیں آپ کا وصال بھی ہو گیا۔ مسلمان انگریزوں کی مداخلت فی الدین کو دیکھنے کے بعد مضطرب ہوئے لیکن ان کے اضطراب کو فرنگیوں نے باغیانہ رنگ دینے کی کوشش کی۔ اور ایک دوسرا کچو کا لگایا کہ "مسلمانوں کی فطرت میں باغیانہ جذبہ ان کی توحید اور مذہب کے اصول نے پیدا کر رکھا ہے۔ جب تک ہماری حکومت مسلمانوں کا مذہب برداشت کرتی رہے گی اس وقت تک دشمنی کا یہ جذبہ صرف قائم ہی نہیں رہے گا بلکہ روز بروز بڑھتا رہے گا۔" ۴ اس جذبہ سے مغلوب ہو کر فرنگیوں نے مسلمانوں کو زبردستی عیسائی

---

۱ مسلمانانِ ہند کی سیاست دہلی ص۱۶ ۲ قیصر التواریخ ج ۲ ص ۵۴۸

بنانے کی کوشش جاری کی جیساکہ مسز مور لسٹ انگلش لکھتی ہے کہ:

انگلستان کا بڑا پادری چاہتا ہے کہ ہندوستان کو دین مسیحی میں داخل کردے جو لوگ خوشی سے ان کا دین قبول نہیں کرتے ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ اور عیسائیت اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

فرنگی مشنریوں نے اپنے اسکول کے نصاب تعلیم میں وہ تمام کتابیں داخل کیں جو ایک انسان کو اسلام سے دور اور عیسائیت سے قریب کرسکیں۔ اس کے علاوہ، سوالات عیسائیت کے مطابق دیئے جانے لگے۔ اگر بچوں نے جواب ان کی منشا کے مطابق دیا تو انعام دیا جاتا۔[1] فرنگی اپنی تعلیم میں اپنے عقائد کو راسخ کراتے اور اسلامی قوانین کو وحشیانہ 'غیر مہذب' دور جدید کے لئے فرسودہ ثابت کرتے نتیجتاً بے شمار مسلمان نوجوان اپنے مذہب سے دور ہی نہیں بلکہ مذہب کا مذاق اڑانے لگے۔ ایسے حالات میں مصلحین امت کا ایک گروہ عیسائیت کے سیلاب بلا کو روکنے کے لئے میدان عمل میں کود پڑا اور بہت سے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے جو فقہی مراکز کی حیثیت سے کام کرنے لگے

اہم مدارس و مراکز کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نام ادارہ	مقام	مؤسس
۱۔ دار العلوم حزب الاحناف	لاہور	مولانا دیدار علی ولادت ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۶ء وفات ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
۲۔ شاہی جامع مسجد	آگرہ	
۳۔ مدرسہ سراج العلوم	خانپور	مولانا سراج احمد خان ولادت [illegible] وفات ۱۳۵۲ھ / [illegible]
۴۔ مدرسہ غوثیہ	سادھوراں	مولانا پیر عبد الغفار شاہ کیمبل پوری ولادت [illegible] وفات [illegible]
۵۔ جامع مسجد	بنالی	مفتی غلام الدین ہزاروی ۱۳۲۹ھ / ۱۹۰۹ء

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۱۰۱

نام ادارہ	مقام	مؤسس
۶۔ جامعہ نعمانیہ	لاہور	مفتی غلام احمد بن شیخ احمد ولادت ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء وفات ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء
۷۔ جامعہ شمس العلوم	بدایوں	علامہ عبد القادر بدایونی ولادت ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء وفات ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء
۸۔ مدرسہ حنفیہ	جونپور	ہدایت اللہ صاحب متوفی سنہ ۱۳۲۶ھ
۹۔ جامع مسجد فتحپور	دہلی	
۱۰۔ دار العلوم منظر اسلام	بریلی شریف	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
۱۱۔ دار العلوم دیوبند	دیوبند	حاجی عابد حسین
۱۲۔ دار العلوم ندوۃ العلماء	لکھنؤ	مولانا محمد علی مونگیری
۱۳۔ مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا	مظفر پور	مولانا محمد عبد الرحمٰن مجتبےٰ پوکھریروی
۱۴۔ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ	دربھنگہ	
۱۵۔ مدرسہ حنفیہ ٹپنہ سٹی	ٹپنہ	قاضی عبد الوحید ولادت ۱۲۸۹ھ وفات ۱۳۲۶ھ
۱۶۔ مدرسہ عالیہ رامپور	رامپور	
۱۷۔ مدرسہ عالیہ قادریہ	بدایوں	
۱۸۔ جامعہ نظامیہ	حیدر آباد	
۱۹۔ دار العلوم معینیہ	اجمیر شریف	
۲۰۔ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد ناخدا	کلکتہ	مولانا ابو الکلام آزاد
۲۱۔ مدرسۃ الحدیث (۱۳۰۱ھ)	پیلی بھیت	
۲۲۔ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ	دادون علیگڈھ	
۲۳۔ مدرسہ سلیمانیہ	تونسہ	
۲۴۔ مدرسہ مجیبیہ پھلواری شریف	ٹپنہ	
۲۵۔ مدرسہ ضیاء الاسلام	سیال (سرگودھا)	

نام ادارہ	مقام	مؤسس
۲۶۔ دارالعلوم صوفیہ	اجمیر	
۲۷۔ مدرسہ فیض عام	کانپور	
۲۸۔ مدرسہ جامعہ مسجد	علی گڈھ	
۲۹۔ مدرسہ انوار العلوم	رامپور	مولٰنا لطف اللہ رامپوری ۱۲۵۴ھ/۱۳۱۳ھ
۳۰۔ مدرسہ فیض الغربا	آرہ	
۳۱۔ مدرسہ اسلامیہ	میرٹھ	
۳۲۔ جامعہ لطیفیہ	علی گڈھ	
۳۳۔ مدرسہ حسین بخش	دہلی	
۳۴۔ مدرسہ حافظیہ	پیلی بھیت	
۳۵۔ دارالعلوم محمودیہ	پیلان	مولٰنا غلام محمود (و) ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء (م) ۱۳۴۴ھ
۳۶۔ مدرسہ تعلیم الاسلام	جے پور	

مذکورہ مدارس کے علاوہ اور دوسرے مدارس فرنگی دور حکومت میں فقہ اسلامی کی تعلیم میں سرگرم عمل تھے. مذکورہ مدارس کے نصاب تعلیم میں دوسرے فنون کے علاوہ فقہ سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں داخل نصاب تھیں ـ

۱۔ نورالایضاح	حسن بن علی شرنبلالی	(م) ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۰۰ء
۲۔ قدوری	ابوالحسن احمد محمد المعروف قدوری	(م) ۴۲۸ھ/ ۱۰۳۶ء
۳۔ کنز الدقائق	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد عرف حافظ الدین	(م) ۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء
۴۔ شرح وقایہ	عبداللہ بن مسعود (صدر الشریعہ)	(م) ۷۴۳ھ/ ۱۱۴۸ء
۵ ہدایہ اولین	برہان الدین علی بن ابی بکر	(م) ۵۹۳ھ
۶۔ ہدایہ اخیرین	"	"

۷۔ درِّ مختار	علامہ علاء الدین	(م) ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء
۸۔ اصول الشاشی	نظام الشاشی	(م) ۷۵۴ھ/ ۱۳۵۳ء
۹۔ نور الانوار	شیخ احمد ملا جیون	(م) ۱۱۰۵ھ
۱۰۔ حسامی	حسام الدین محمد بن عمر	(م) ۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء
۱۱۔ توضیح	صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود (م)	۷۴۳ھ/ ۱۳۱۰ء
۱۲۔ تلویح	علامہ سعد الدین تفتازانی	(م) ۷۵۸ھ/ ۱۳۵۶ء
۱۳۔ مسلم الثبوت	علامہ محب اللہ بہاری	(م) ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء

مسلمانوں نے عوامی سطح پر بے شمار انجمنیں اور تبلیغی ادارے بھی قائم کیے جن کے ذریعہ اسلامی اصول کی تبلیغ و اشاعت بھرپور طور پر شروع کر دیا۔ اور یہ ادارے فرنگیوں کے سیلاب بلا کو روکنے کے لئے سدِ سکندری کا کام دینے لگے۔ اور پورے ملک میں ہر محاذ پر صف آرا ہو گئے۔ انہی مجاہدین کی خدمات کا یہ اثر ہے کہ آج بھی اسلامی زندگی کی دھڑکن برقرار ہے۔

ادیانِ مختلفہ کی آویزش

فرنگی دورِ حکومت میں ہندوستان میں کئی مذاہب اسلام سے براہ راست ٹکرانے کی کوشش کرتے رہے۔ ان میں عیسائی تو پیش پیش تھے اس لئے کہ عیسائیوں کے مذہبی حملوں کا جواب اگر کوئی مذہب ہندوستان میں دے سکتا تھا تو وہ صرف اسلام ہی تھا چونکہ یہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے پاس اپنا اصول ہے۔ اس کے جملہ ارکان عقل سلیم اور فطرت کے مطابق ہیں۔ لیکن دوسرے مذاہب جو اس وقت ہندوستان میں تھے۔ ان کے پاس کوئی مستحکم اصول نہیں تھا۔ ان کا مذہب چند روایات پر مبنی تھا۔ ظاہر ہے ایسا مذہب عیسائیوں کے مقابلہ میں کیا ٹک سکتا تھا۔ ہندوستان میں مذاہب کا جائزہ

لینے پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا دین تھا جو عیسائیت کا مقابلہ کما حقہ' کرسکتا تھا۔ اس لئے عیسائی مشنریاں اسلام کے خلاف نہایت شد و مد کے ساتھ صف آرا ہوگئیں۔ اس کے علاوہ اس دور میں ایک طبقہ آریہ پنتھ کے نام سے وجود میں آیا جس نے مسلمانوں کے خلاف، اسلامی قوانین کے خلاف، اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف حملے شروع کردیئے۔ اس مذہب کا بانی پنڈت دیانند ہے۔ اس نے اپنے مذہب میں ترمیم کرکے اور فلاسفہ قدیم کے فرسودہ افکار، دور از کار خیالات کو اپنے مذہب سے خارج کرکے میدان عمل میں قدم رکھا اور بے سبب مسلمانوں کے عقائد پر حملہ شروع کردیا۔ نئے نئے سوالات پیدا کئے جن کے علمائے اسلام نے دندان شکن جوابات دیئے۔

آریہ پنتھ کے چند اعتراضات مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا قادر مطلق ہے لیکن خدا اپنے آپ کو مار نہیں سکتا نہ چوری کرسکتا ہے۔ اس لئے وہ قادر مطلق نہیں ہے۔ (انتصار الاسلام ص ۱۲)

۲۔ مسلمان کہتے ہیں کہ شیطان بہکا کر انسان سے جرم کراتا ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ شیطان کو کس نے بہکایا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ مسئلہ غلط ہے (شیطان کوئی چیز نہیں)، انسان خود برے کام کرتا ہے۔ (انتصار الاسلام ص ۳۲)

۳۔ مسلمان قائل ہیں کہ احکام خداوندی میں نسخ ہوتا ہے لیکن یہ امر بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا نے بے سوچے آج کچھ کہہ دیا کل کو جب کوئی خرابی دیکھی تو حکم بدل دیا۔ خدا کا حکم آدمیوں کے حکم کے برابر نہیں ہمیشہ اس کا ایک حکم رہتا ہے اور تغیر و تبدیل احکام کی اس کے یہاں نوبت نہیں آتی۔ (انتصار الاسلام ص ۲۹)

۴۔ یہ مسئلہ اہل اسلام کا ہے کہ ارواح خدا کے یہاں پہلے سے موجود ہیں جب کسی کو حکم دیتا ہے تو وہ حکم کے موافق دنیا میں آجاتی ہیں۔ نہیں بلکہ خدا کو ہر وقت قدرت ہے۔ جب

چاہے پیدا کر کے بھیج دیتا ہے۔ اور ارواح کل ساڑھے چار ارب ہیں۔ اور جزا
و سزا بطور تناسخ ہوتی ہے۔ [۱]

۵۔ مسلمان کہتے ہیں کہ جو کوئی روزہ کسی کا افطار کرا دے گا تو جنت میں اس کے
انعام میں ستر حوریں ملیں گی۔ تو چاہئے کہ جو کوئی عورت روزہ کسی کا افطار
کرا دے تو اس کو ستر مرد اس کے انعام میں ملیں۔ [۲]

۶۔ مسلمان کہتے ہیں کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے بلکہ ہر فعل
کی جزا یا سزا بطور تناسخ ضرور ملتی ہے۔ سزا معاف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عدل
کے خلاف ہے۔ [۳]

۷۔ مسلمان جو گوشت کھاتے ہیں وہ حلال کر کے کھاتے ہیں۔ سو اگر یہ جانور
دعا کے پڑھنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو سب جانور حلال ہو سکتے ہیں۔ اور اگر
دعا کے پڑھنے سے حلال نہیں ہوتے تو خود مرا ہوا کیوں حلال نہیں ہوتا۔ [۴]

مذکورہ سوال کا منشا یہ ہے کہ گوشت کی حلت کی وجہ کیا ہے۔ اگر گوشت میں حلت
اس دعا سے آتی ہے جو تم جانور کو ذبح کرتے ہوئے پڑھتے ہو تو ہر ایک جانور دعا
پڑھنے سے حلال ہو جانا چاہئے۔ یہاں تک کہ سور اور کتا بھی۔ اور اگر حلت
موت کی وجہ سے آتی ہے تو جو جانور خود مر جائے اس کا گوشت کیوں حلال
نہیں۔ [۵]

۸۔ مسلمان دنیا میں تو شراب حرام کہتے ہیں اور ان کی جنت میں شراب کی نہریں
ہیں۔ تماشا ہے کہ جو چیز یہاں حرام ہے وہاں حلال ہو گئی۔ اگر وہ نہریں ہیں تو کتنا
طول و عرض رکھتی ہیں۔ اور ان کا منبع کہاں ہے۔ اگر بہتی ہیں تو کدھر سے کدھر کو

۱۔ انتصار الاسلام ص۲؟ ۲۔ انتصار الاسلام ص۷ ۳۔ انتصار الاسلام ص۸
۴۔ " " ص۱۰ ۵۔ " ص۱۲

اور نہیں تو سڑتی کیوں نہیں ؟ [1]

۹۔ مسلمان مردے کو دفن کر کے زمین کو ناپاک کرتے ہیں۔ اس لئے جلانا بہتر ہے۔ [2]

۱۰۔ (برزخ پر اعتراض) مسلمان کہتے ہیں کہ آدمی مر کر قیامت تک حوالات میں رہتا ہے اور قیامت کو حساب ہو کر جزا و سزا کو پہنچتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیوں کہ حوالات میں رکھنا خلاف عدل ہے۔ بلکہ جزا و سزا بطور تناسخ بعد انتقال فوراً ہی مل جاتی ہے۔ [3]

آریہ سماج کے سوالات کے جواب میں بہت سے علما نے کتابیں تصنیف کیں جن میں خاص طور پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے "کیفر کفر آریہ" لکھ کر اس کا دندان شکن جواب دیا۔

اختلاف مسالک

مذہب وہ اصول و احکامات ہیں جو اللہ کی طرف سے بندوں کو تفویض ہوئے مذہب کی ساری بنیادیں صالح اعتقادات پر قائم ہیں۔ مذہب میں اعتقاد اساس ہے۔ اور اعمال صالحہ و اجتناب معاصی ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔

مذہب اسلام کے تمام اصول و فروع کا مدار کتاب و سنت یا وہ مواد ہیں جو کتاب

---

[1] انتصار الاسلام صہ ۸۵ [2] انتصار الاسلام صہ ۹۴
[3] 〃 صہ ۱۰۳

و سنت کی روشنی میں حاصل ہیں۔ لیکن اسلام کے اعتقادی مسائل کا اثبات صرف دلائل قطعیہ سے ہوسکتا ہے۔ اور اس کے تمام معتقدات عہد رسالت سے آج تک ہر قرن میں پورے احتیاط و تواتر کے ساتھ منقول ہوتے رہے۔ اور ہم تک پہونچے۔ اسی لئے مذہب اسلام میں ان مخترعات کو کبھی بھی قبول نہ کیا گیا جن کی اصل قرون سابقہ میں نہ معلوم ہو۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب میں اختراع واحداث کرنے والوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی اور اشارہ فرمادیا کہ جو طریقہ تمھارے آباء واجداد سے چلا آرہا ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔

سیکون فی اخر امتی اناس یحدثونکم بمالم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم [1]

اس حدیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ مستقبل میں مذہب اسلام میں تغیر و تبدیل کرنے والے فرقے ظہور پذیر ہوں گے بلکہ صراحت کے ساتھ فرقوں کی تعداد کی طرف نشاندہی فرمائی۔

تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ۔ [2]

امت کی تفریق چونکہ مقدر ہوچکی تھی اور رسول صادق کی خبر پوری ہونی تھی اس لئے عہد صحابہ سے ہی فرقوں کا ظہور شروع ہوگیا۔ خوارج روافض اور قدریہ نیز مرجیہ وغیرہ کے نام سے چند فرقے اسی دور میں ظہور پذیر ہوئے۔ اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ فرقوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور بعض فرقے چند ہی دنوں میں پیوند خاک بھی ہوگئے لیکن ان کے نظریات وافکار نے نیا جامہ پہنا اور نئے فرقے کے نام سے زندہ ہوتے رہے دور حاضر میں جو بھی فرقے نظر آتے ہیں ان کی عمر خواہ کتنی ہی کم ہو لیکن ان کے فکری مواد قرون سابقہ کے فرقوں میں موجود تھے۔

---

[1] مسلم شریف ص ۹ [2] ترمذی شریف ج ۲ ص ۹

اسلامی فرقوں کے ظاہر ہونے میں جن اسباب کو دخل تھا، ہم انہیں پانچ حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ اسلام دشمن ریشہ دوانیاں

۲۔ تحصیل شہرت

۳۔ کسی سیاسی مقصد کی تحصیل

۴۔ مذاہب مختلفہ

۵۔ فکر و نظر کی کوتاہی

فرقوں کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ اس اعتبار سے سخت مشکل ہے کہ ان فرقوں کے افکار و نظریات گذشتہ دور میں بھی ابھرتے رہے جس سے ان کی قدامت ظاہر ہوتی ہے. لیکن اس حیثیت سے فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچنا بہت آسان ہے کہ عہد ماضی میں اسلاف نے ان فاسد نظریات کو قبول نہ کیا یا رد کیا؟ اس حیثیت سے بھی آسان ہے کہ فرقوں کی تحریک کن اسباب کے تحت پیدا ہوئی۔؟

مذہب کے معتقدات کے تحفظ میں جن اہل اسلام کی عمریں صرف ہوئیں جنھوں نے لومت لائم کی پرواکئے بغیر حق کا تحفظ کیا اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں مگر کسی قیمت پر مذہب حقہ میں تبدیلی پسند نہیں کی۔ مذہب کی تشریح میں ایسے لوگوں کے اقوال یقیناً قابل اعتماد ہیں۔ یہی سب وجوہ ہیں کہ اسلاف نے نئے فرقوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کا غایت سنجیدگی سے دفاع کیا۔

اس دور کے علمانے نئے پیدا شدہ فرقوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کی بنیاد دراصل سلف صالحین کی تائید پر ہے۔ اس لئے اگر ان کو تنگ نظر قرار دیا گیا، یا اور کسی طرح ان پر زبان طعن دراز کی گئی تو یقیناً یہ بات اسلاف تک پہونچے گی۔

تاریخی جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہاں جب سے اسلام کی آمد ہوئی

اس وقت سے یہاں سنی مسلمان آباد ہیں۔ البتہ ایک طویل عرصہ گذرنے کے بعد بعض وجوہ کے پیش نظر فرقہ شیعہ کی ہندوستان میں آمد ہوئی۔ عہد جہانگیر میں اس فرقہ کو نورجہاں کی وجہ سے حکومت کی تائید حاصل ہوئی اور اس کے پھلنے پھولنے کے وسیع ذرائع فراہم ہوئے۔ آہستہ آہستہ شیعوں کے مختلف فرقے ہندوستان میں آباد ہو گئے۔

ہندوستان میں پیدا ہونے والے فرقوں میں سب سے پہلا فرقہ "دین الٰہی" کے نام سے نمودار ہوا۔ شہنشاہ اکبر کے ایماء پر فیضی اور ابو الفضل نے اغراض کی تکمیل کے لئے غیر اسلامی افکار و توہمات کو نہایت شد و مد کے ساتھ اسلام میں داخل کیا۔ "دین الٰہی" سے اکبر کے جو بھی مقاصد رہے ہوں ہمیں اس سے بحث نہیں البتہ "دین الٰہی" کے ظاہر ہوتے ہی مختلف سیاسی الجھنیں اکبر کو درپیش ہوئیں۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے کھل کر اور ملا دوپیازہ نے پس پردہ اس فرقہ کے خلاف منظم تحریک چلائی۔ دین الٰہی بھی اکبر کے ساتھ دفن ہو گیا۔

ہندوستان میں انگریزوں کا ورود عہد شاہ جہانی میں ہوا۔ بظاہر وہ تجارت کے لئے اپنی زمین ہموار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حقیقتاً ان کا مقصد کچھ اور تھا، جو ایک طویل عرصہ کے بعد ظاہر ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جب حکومت مغلیہ مائل بہ زوال ہوئی طوائف الملوکی کے آثار نمایاں ہونے لگے تو انگریزوں کا جذبۂ قیام حکومت ابھر آیا۔ اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے اختلافات کی آگ بھڑکانے میں پوری کوشش صرف کر دی بالخصوص مسلمانوں میں مذہبی اختلافات کے لئے افراد و اشخاص کا انتخاب کیا، جن کے ذریعہ مختلف فرقوں کے نظریات کی نشاۃ ثانیہ کے اسباب فراہم کئے۔ انگریزوں کی تائید سے تھوڑے ہی عرصہ میں نئے نئے فرقے ہندوستان بھر میں ابھر آئے۔ تاریخ کا یہ نہایت المناک سانحہ ہے۔ کہ ہر پیدا ہونے والے فرقہ کا سیدھا نشانہ مذہب اہل سنت و جماعت تھا۔

تحریکُ وہابیتُ

مغلوں کے آخری دور میں سب سے پہلی تحریک جس فرقہ کی ابھری "وہ تحریک وہابیت" تھی۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے یہ تحریک محمد ابن عبدالوہاب کی تعلیمات سے متاثر ہوکر شروع کی اس تحریک کی بنیادی تعلیم محمد ابن عبدالوہاب کے معتقدات پر مشتمل تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :۔

"شاہ عبدالعزیز صاحب کے انتقال کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب نے جب "تقویۃ الایمان" اور "جلاء العینین" لکھی تو علما میں ہلچل مچ گئی اور ان کے رد میں شاہ صاحب کے شاگرد رشید اور مولوی اسمٰعیل کے رفیق درس مولٰنا منورالدین صاحب نے متعدد کتابیں لکھیں۔ پھر جامع مسجد دہلی میں شہرۂ آفاق مناظرہ ہوا۔ جس میں ایک طرف مولٰنا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحئی تھے اور دوسری طرف مولٰنا منورالدین اور تمام علمائے دہلی"۔ (آزاد کی کہانی ص۵۶)

چونکہ سلطنت مغلیہ کے فرمانرواؤں کا اعتقاد مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق تھا اس لئے مولوی اسمٰعیل اور ان کے رفقاء مغلیہ حکومت کے سخت مخالف تھے۔ انوار ساطعہ ص۲۸۴ پر "غایۃ المرام" کے حوالہ سے میلاد وقیام کے استحسان پر ایک فتویٰ درج ہے۔ جس پر مشاہیر علما کے علاوہ بہادر شاہ ظفر کی مہر بھی ثبت ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت مغلیہ کا شہنشاہ مذہبی طور پر تحریک وہابیت کا مخالف تھا۔ شمس العلماء ذکاء اللہ خاں اور سر سید احمد خاں کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابیت کے محرکین بھی حکومت مغلیہ سے مذہبی طور پر سخت برہم تھے۔

ذکاء اللہ خاں لکھتے ہیں:۔

"دہلی میں وہابی مولویوں کا گروہ بہادر شاہ ظفر کو بڑا بدعتی جانتا تھا اور ان مسجدوں میں نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتا تھا۔ جن میں بادشاہ کی طرف سے امام مقرر ہوتا تھا۔" [1]

سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:۔ "دلی میں ایک بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رو سے معزول بادشاہِ دلی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبض و دخل اور اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملے میں موجود ہیں۔" [2]

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تحریک وہابیت کو کچھ اس انداز میں چلایا کہ آگے چل کر یہی تحریک اپنی بنیادی تعلیم پر برقرار رہتے ہوئے تین حصوں میں تقسیم ہو گئی

غیر مقلد ۔ دیوبندی ۔ نیچری

---

[1] تاریخ عروج عہد انگلیشیہ ص ۶۷۶ [2] اسباب بغاوت ہند ص ۱

الباب الثالث

مکاتب فقہ اسلامی اور اعلیٰ حضرت کا دور

اختلاف مذاہب کی بناء

مسلمانوں کو عہد رسالت مآب میں جب بھی کوئی سوال پیش آتا تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے۔ آپ کے وصال کے بعد اصحاب کی بارگاہ سے رجوع کرتے لیکن جب یہ دور بھی گذر گیا تو مسائل دریافت کرنے کے لئے تابعین کی خدمت میں حاضر ہوتے تابعین کے دور میں بے شمار نئے مسائل وجود میں آگئے[۱]۔ لیکن ان کے درمیان جو بھی اختلافات پیدا ہوئے وہ اجتہادی تھے۔ اس اختلاف میں دین اسلام کا قیام مقصد اصلی تھا جو کچھ لوگوں نے جبر و قدر کا مسئلہ چھیڑا وقتاً فوقتاً اصول عقائد میں اختلاف پیدا ہوتے رہے[۲]۔ نئے مسائل کے پیدا ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ خلفاء عباسیہ کے دور میں حکماء یونان کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرایا گیا فلاسفہ کے اقوال کی اشاعت سے لوگوں کے خیالات متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے۔[۳]

فرقوں کی تقسیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ستفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین ملة" ایک معجزہ ہے جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا بے کم و کاست سب ظہور پذیر ہوئے۔

---

[۱] مذاہب الاسلام صـ ۲۵ [۲-۳] مذاہب الاسلام صـ ۲۵

بنام اسلام پانچ فرقے جو بہت مشہور ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اہل سنت وجماعت

۲۔ شیعہ

۳۔ خوارج

۴۔ معتزلہ

۵۔ مرجیہ

ان فرقوں کی تقسیم کے بعد ہر فرقہ میں کئی ضمنی فرقے پیدا ہو گئے۔

اہل سنت وجماعت

چوتھی صدی ہجری سے قبل دنیا میں کسی مذہب معین کی قید نہیں تھی لیکن جب چنگیزی فوج نے اسلامی سلطنت کو برباد کر دیا تو لوگوں کی رائے مذاہب اربعہ پر قرار پائی اس لئے کہ یہ مذہب مدون ہو چکے تھے لیکن ابھی تک تقلید کو واجب قرار نہیں دیا جاتا تھا بلکہ عوام کے لئے تقلید کو مستحسن خیال کیا جاتا تھا اور علماء کے حق میں تقلید کو مکروہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر جیسے جیسے جہل بڑھتا گیا تقلید کی ضرورت ناگزیر ہوتی چلی گئی۔ نتیجتاً مذاہب اربعہ کی تقلید عام طور سے پوری دنیائے اسلام میں ہونے لگی۔ بعض محققین جو تقلید کے محتاج نہیں تھے انھوں نے بھی اس بنا پر تقلید اختیار کی کہ عامۂ خلق ان سے منحرف نہ ہو جائیں۔

جزوی فقہی اختلاف کی بنا پر اہل سنت میں چار مذاہب پیدا ہو گئے۔ ان کے اختلافات فتاویٰ میں زیادہ واضح ہیں عقائد میں تقریباً سب متفق ہیں۔

۱۔ حنفی ۲۔ شافعی ۳۔ مالکی ۴۔ حنبلی

عقائد میں تین گروہ نظر آتے ہیں۔

۱۔ اشعری ۲۔ ماتریدی ۳۔ حنبلی [1]

مجتہدین مذاہبِ اربعہ

یہ چار ائمہ امام ابوحنیفہ (۸۰/۱۵۰ھ) امام مالک (۹۳/۱۷۹ھ) امام شافعی (۱۵۰/۲۰۴ھ) امام حنبل (۱۶۲/۲۴۱ھ) جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے تفقہ نے قبولیت دوام حاصل کی جمہور اہل اسلام آج بھی انہیں چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔ مذکورہ ائمہ اربعہ کی زندگی کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نعمان نام ابوحنیفہ کنیت (لیکن یہ کنیت حقیقی نہیں ہے اس لئے کہ امام اعظم کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہیں تھا۔ یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ابوالملة الحنفیہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے واتبعوا ملة ابراھیم حنیفا [2] امام نے اسی نسبت کی وجہ سے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی) امام اعظم لقب۔ آپ کے دادا علوی دور خلافت میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ اسلامی نام نعمان رکھا گیا اپنے وطن سے ہجرت کرکے اسلامی حکومت کے دارالخلافہ کوفہ پہنچے۔ بارگاہ علوی میں حاضری دی وطن کا تحفہ" فالودہ" نذر گذاری [3] اور اپنے بچے ثابت کے لئے دعا چاہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دعائے خیر دی۔ [4] ثابت جب پینتالیس [45] برس کی عمر کو پہنچے تو ۸۰ھ میں اللہ تعالیٰ نے بابرکت فرزند عطا فرمایا۔ دادا کے نام پر نعمان نام رکھا۔ آپ کی عمر جب ۱۲ یا ۱۳ سال کی ہوئی۔ آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (جس پر زندگی بھر نازاں تھے)

---

[1] مذاہب الاسلام ص۱۰۱ [2] تاریخ علم فقہ ص۳۶ [3] تاریخ خطیب ص۳۲۶/۱۲۳

۱۷ سال کی عمر سے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے طباع ذہن نے عقائد کی اہمیت کے خیال سے علم کلام کی طرف توجہ دی اور اس فن میں اعزاز کمال حاصل کیا۔ چونکہ علمی دنیا میں فقہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی عوام اور حکومت سب کو اس کی ضرورت تھی چونکہ دین اور دنیا کی حاجتیں اس سے وابستہ ہیں اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں فقہ کی طرف آپ نے بھرپور توجہ دی۔ اور اس فن میں بھی یگانہ روزگار ہو گئے۔

امام ابوحنیفہ سنہ ۱ھ میں امام حماد کی درس گاہ میں حاضر ہوئے۔ استاد نے جوہر قابل دیکھ کر توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ جب تک استاد زندہ رہے آپ تقریباً بیس سال تک علمی استفادہ کرتے رہے۔ امام حماد کے علاوہ امام ابوحنیفہ کے چند مشاہیر اساتذہ یہ ہیں۔

۱۔ عامر بن شرجبیل شعبی کوفی (و سنہ ۱۰۳ھ)
۲۔ علقمہ بن مرشد کوفی (و سنہ ۱۰۴ھ)
۳۔ طاؤس بن کیسان یمنی (و سنہ ۱۰۶ھ)
۴۔ سلیمان بن کیسان یمنی (و سنہ ۱۰۶ھ)
۵۔ سالم بن عبداللہ بن عمر مدنی (و سنہ ۱۰۶ھ)
۶۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس مکی (و سنہ ۱۰۷ھ)
۷۔ مکحول شامی (و سنہ ۱۱۳ھ)
۸۔ عطا ابن رباح مکی (و سنہ ۱۱۴ھ)
۹۔ امام محمد باقر بن زین العابدین (و سنہ ۱۱۴ھ)
۱۰۔ محارب بن وثار کوفی (و سنہ ۱۱۶ھ)
۱۱۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعراج مدنی (و سنہ ۱۱۷ھ)

۱۲۔ نافع مولیٰ ابن عمر مدنی (و سنہ ۱۲۰ھ)

۱۳۔ سلمہ بن کہیل کوفی (و سنہ ۱۲۳ھ)

۱۴۔ امام المحدثین شہاب الزہری مدنی (سنہ ۱۲۴ھ)

۱۵۔ ابوزبیر مکی (سنہ ۱۲۶ھ)

۱۶۔ قتادہ بصری (سنہ ۱۲۷ھ)

۱۷۔ ابواسحاق سبیعی کوفی (سنہ ۱۲۷ھ)

۱۸۔ عبداللہ بن دینار مدنی (سنہ ۱۲۷ھ)

۱۹۔ امام جعفر صادق مدنی (سنہ ۱۴۸ھ)

سنہ ۱۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ نے بے شمار ایسے شاگرد چھوڑے جو آپ کی رحلت کے بعد آپ کی جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۲۔ امام مالک

امام مالک ابو عبداللہ بن انس بن مالک بن ابو عامر اصبحی سنہ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائے عمر میں تحصیل علم نہایت تنگدستی کی حالت میں کی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ اپنے مکان کی چھت اکھیڑ کر اس کی لکڑیوں کو فروخت کر کے کتابیں خریدتے۔ آپ تیرہ سال کی عمر میں مسند افادہ پر متمکن ہوئے۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ یہ ہیں۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ زبیر بن نافع رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ ابن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ یحییٰ ابن سعید رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ فقیہ حجاز ربیعۃ الرائے

امام مالک کی مجلس درس نہایت باوقار ہوئی۔ آپ کے تلامذہ میں عبداللہ بن مبارک ابویوسف محمد بن حسن اور امام شافعی جیسی شخصیتیں شریک تھیں۔ امام مالک

کی اہم تالیف مؤطا ہے جسکو ان سے ہزاروں آدمیوں نے سنی جن میں مجتہدین، محدثین صوفیہ، فقہا، امراء اور خلفا بھی تھے۔

امام مالک تا حیات مدینۃ الرسول میں درس و افتاء کے کام میں مشغول رہے۔ ۱۷۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۳۔ امام شافعی

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع الشافعی المطلبی آپ کی نویں پشت میں عبد مناف ہیں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی پشت میں ہیں۔

امام شافعی کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن امام حسن ہیں حضرت امام شافعی صوبہ عسقلان میں بمقام غزہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دو برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں نے پرورش کی۔ دس برس کی عمر میں قرآن حکیم اور مؤطا کو حفظ کرلیا۔ پھر مکہ پہنچ کر وہاں کے فقیہ مسلم بن خالد زنجی سے فقہ حاصل کی اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ استاد نے فتویٰ دینے کی اجازت دی مگر استاد سے سفارشی خط لے کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو مؤطا سنائی اور ان سے فقہ سیکھی۔ مزید برآں اکیاسی شیوخ سے حدثیں سنیں۔

امام محمد بن حسن تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ کے یہاں آمد و رفت شروع کی اور ان سے بسلسلہ فقہ حنفی استفادہ کرنے لگے اس طرح امام شافعی طریقہ علمائے حدیث، طریقۂ اہل حجاز بواسطۂ امام مالک اور طریقۂ اہل عراق بواسطۂ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تینوں کے جامع ہوئے پھر مکہ واپس ہوئے۔ اور وہاں آنے جانے والے علماء انصار سے تبادلۂ خیال اور استفادہ علمی کا مزید موقع ملا۔

امام شافعی فقہ حنفی اور فقہ مالکی دونوں سے کماحقہٗ واقف تھے، علم حدیث

میں بھی انھوں نے کمال تبحر حاصل کیا اس لئے طریقۂ اہل عراق اور اہل حجاز کو اپنے نظریہ کے مطابق احادیث کے ذریعہ تطبیق و ترجیح کے ساتھ خود اپنی نئی فقہ ترتیب دی اور تخریج مسائل کئے۔

امام شافعی کے فقہ کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ "مذہب قدیم" جسے انھوں نے عراق میں مرتب کیا تھا۔ اس میں عراقی رنگ غالب ہے۔

۲۔ "مذہب جدید" جسے انھوں نے مصر میں مرتب کیا تھا۔ اس میں حجازی رنگ کا غلبہ ہے۔

امام شافعی اپنے مذہب کی اساس اصول خود اپنے رسالہ اصولیہ میں لکھتے ہیں وہ ظاہری قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ ظاہر قرآن مراد نہیں ہے اس کے بعد حدیث کو لیتے ہیں خواہ وہ کسی مقام کے علماء سے حاصل کی ہو بشرطیکہ متصل ہو رواۃ ثقہ ہوں۔

امام مالک کی طرح اس کے بعد وہ کسی عمل کی جو حدیث کی مؤید ہو قید نہیں لگاتے ہیں۔ نہ امام ابو حنیفہ کی طرح حدیث کی شہرت وغیرہ کی قید لگاتے ہیں۔ حدیث کی اس تائید کی بنا پر علمائے حدیث میں امام شافعی کو قبولیت دوام حاصل ہوئی یہاں تک کہ اہل بغداد ان کو ناصر السنتہ کہتے تھے وہ حدیث کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ جب قرآن، حدیث اور اجماع تینوں میں سے کسی سے مسئلہ حل نہ ہو تو وہ قیاس پر اس شرط کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی معین ہو۔ عراقیوں کے استحسان اور حجازیوں کی اصطلاح کی انھوں نے شدید مخالفت کی البتہ وہ استدلال عمل سے کرتے ہیں جو اس کے قریب قریب ہو۔

۴۔ امام احمد بن حنبل :۔ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل بن ہلال الذہلی

المروزی ۱۶۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ دو برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ ماں نے پرورش کی۔ ابتدائی عمر میں امام ابو یوسف کی مجلس میں حاضر ہونے لگے۔ سولہ برس کی عمر سے تحصیل حدیث شروع کی۔ ہشتم اور سفیان بن عبید سے حدیثیں سنیں۔

۱۸۶ھ میں پہلی بار مکہ گئے۔ وہاں کے مشائخ سے حدیث سنی۔ ۱۹۶ھ میں دوبارہ مکہ پہنچے تین برس رہے پھر یمن پہنچے۔ عبدالرزاق سے حدیث سنی۔ اسی طرح مختلف بلاد میں مشائخ کثیرہ سے سماع حدیث کرتے رہے۔

امام شافعی جب عراق آئے تو ان سے فقہ سیکھی۔ امام شافعی کے بغدادی تلامذہ میں امام احمد سب سے زیادہ بڑے ہیں۔

۲۱۲ھ میں عقیدۂ خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا۔ مامون نے ۲۱۸ھ میں صوبوں میں حکم بھیجا کہ محدثین سے خلق قرآن کا اقرار کرایا جائے۔ بغداد کے محدثین نے اختلاف کیا تو مامون نے انکار کرنے والے سات اکابر محدثین کو طلب کیا ان ساتوں میں حضرت امام احمد بھی تھے ان میں سے چھ نے خوف جان سے خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ لیکن امام احمد نے صریح مخالفت کی۔ ان کو قید کر دیا گیا۔ قید خانے میں سخت اذیتیں دی گئیں۔ درے مارے گئے۔ لیکن اپنے موقف سے نہیں ہٹے بالآخر انہیں رہا کر دیا گیا۔

بارہ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فقہ حنبلی

امام احمد کی فقہ نہایت سادہ ہے فی الحقیقت اصحاب حدیث کا طریقہ ہے جس میں درایت اور عقل و وجدان سے بہت کام لیا گیا ہے امام احمد نے فقہ حنفی کی واقفیت امام ابو یوسف سے حاصل کی امام شافعی سے ان کا طریقہ سیکھا محدثین سے

حدیث کی تکمیل کی اپنا اصول یہ رکھا کہ قرآن اور حدیث صحیح السند پر عمل ہو۔ حنفیہ اور شافعیہ کی طرح درایت، تنقیح، مناط اور قیاس سے حتی الامکان انھوں نے احتراز کیا۔ مالکیہ کی طرح تعامل اہل مدینہ بھی ان کے نزدیک حجت نہیں

احادیث صحیحہ مرفوعہ و موقوفہ کو ہر موقع پر معمول بہ ٹھہراتے ہیں اس بنا پر احادیث مختلفہ کی صورت میں ان کی فقہ میں جواب بھی مختلف ہیں۔ قیاس سے وہ بدرجۂ مجبوری کام لیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے دور میں مختلف فرقے

فقہ مالکی کی تقلید کرنے والے ہندوستان میں کبھی نظر نہیں آئے۔ فقہ حنبلی کی تقلید کرنے والے بھی سواحلی علاقے میں اتنے مختصر ہیں کہ ان کی انفرادی حیثیت کوئی نمایاں نہیں ہے۔ حضرت شافعی کے پیرو بھی سواحلی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً جنوبی علاقے کے مشرقی سواحلی 'سماترا' جاوا پر عربی فوج نے حملہ کیا تھا۔[1] ان علاقوں میں مسلمان تاجروں کی آمد و رفت زیادہ رہی۔ اس لئے بمبئی 'سورت' سماترا اور جاوا میں کچھ افراد فقہ شافعی کے پیرو نظر آتے ہیں۔ ان کے بہت سے فقہا گذرے ہیں۔ جن کی علمی یادگاریں بھی موجود ہیں۔

احناف :-

ہندوستان میں اکثریت فقہ حنفی کے مقلدین کی ہر دور میں رہی۔ اس کے مختلف اسباب ہیں۔ اسلامی حکومت فقہ حنفی کی رو سے مذہبی امور میں فتاویٰ اور قضا کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف مدارس فقہ حنفی کی تعلیم کا

---

[1] تاریخ ہند ص۸۰

اہتمام کرتے تھے۔ علمائے احناف میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ کے سرخیل ملا بحر العلوم عبد العلی (۱۱۴۴/۱۲۳۵ھ) بن ملا نظام الدین (۱۱۶۱ھ) مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی (۱۲۶۴/۱۳۰۴) بن عبد العلیم (۱۲۰۹/۱۲۸۵) مصنف التالیق وغیرہ ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قائم ہے مثلاً مولانا شیخ فضل رسول بدایونی اور ان کے متبعین تھے۔ [۱]

اعلیٰ حضرت کے والد مولانا نقی علی خاں اور مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے ہم خیال و ہم مسلک تھے۔ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (۱۲۷۲/۱۳۴۰) شدت سے مسلک اہل سنت اور مذہب حنفیت پر قائم تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بھی حنفیت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اعلیٰ حضرت کے دور میں جو گروہ شدت کے ساتھ حنفیت پر عمل پیرا تھا وہ علماء بدایوں اور علماء بریلی کا گروہ تھا [۲] اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی اور آپ کے تمام فتاوے میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی [۳] اعلیٰ حضرت کے قبل ہندوستان کے اکثر مسلمان حنفی مسلک کے مقلد تھے۔ جیسا کہ خود مولانا ثناء اللہ امرت سری نے انکشاف حقیقت کیا کہ امرت سر میں اسی سال قبل تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے [۴] اعلیٰ حضرت کے عہد میں سیاسی بحران کے نتیجہ میں مذہبی بحران بھی رونما ہوا اور بڑی شدت سے علماء احناف کے اندر دو گروہ الگ الگ پیدا ہو گئے۔ ایک عرف عام میں بریلوی کے نام سے موسوم ہے اور دوسرا دیوبندی کے نام سے معروف ہے۔

عرف عام میں بریلوی: - بریلوی، مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ

---

[۱] ترجمہ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ص ۱۵۴
[۲] حیات شبلی ص ۲۶
[۳] شمع توحید ص ۴
[۴] موج کوثر ص ۷۰

کے معتقدین کو کہا جاتا ہے۔ عہد صحابہ میں جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا اختلاف شروع ہوا تو مسلمانوں کے دو نئے نام تاریخ کے صفحات پر ملتے ہیں شیعی (محب علی)، عثمانی (محب معاویہ) پھر جب ائمہ مجتہدین کا زمانہ آیا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰/۱۵۰ھ) حضرت امام مالک (۹۳/۱۷۹) حضرت امام شافعی (۱۵۰/۲۰۴) حضرت امام حنبل (۱۶۲/۲۴۱) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے طور پر قرآن و احادیث سے مسائل شرعیہ مستنبط کئے جس کی روشنی میں مختلف فقہی طبقات پیدا ہو گئے مسلمانوں کے یہ طبقات چار نام سے موسوم ہوئے حنفی مالکی، شافعی، حنبلی۔ ''ئ'' حضرت کے دور میں کچھ جدید مسائل ایسے پیدا ہو گئے جس کی بنیاد پر مسلمانوں میں شدید کش مکش اور اختلاف پیدا ہو گئے جس کے نتیجے میں بہت سے مناظرے اور بے شمار مجادلے ہوئے۔

اختلاف کے نتیجہ میں اس وقت کئی جماعتیں عالم وجود میں آئیں۔ بریلوی، دیوبندی نیچری، اہل قرآن، وہابی۔

بریلوی جماعت کے مقتدا مولٰنا احمد رضا خاں ہیں۔ جن کے ماننے والوں کی تعداد ہندوستان میں بے شمار ہے

دیوبندیوں کے مقتدا مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی قاسم نانوتوی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی محمود الحسن ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی ہندوستان میں اچھی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

نیچری کے بانی سر سید احمد خاں صاحب ہیں۔ (۱۸۱۷/۱۸۹۸)۔ نیچری وہ مسلمان ہیں جو سر سید کے ہم خیال ہیں۔ جب سائنس کی ترقی بام عروج پر پہنچی تو سائنس داں حضرات نے مباحثوں میں بہت سے دانشوروں سے عقل و ضمیر کی تائید حاصل کرلی۔ اس وقت یورپ کے کچھ مسلمان سائنس دانوں سے متفق ہو گئے۔ سائنسی فرقہ اتنا

زبردست ہوچکا تھا کہ وہ مذہب کی دستگیری کا خواہاں نہیں تھا۔ بلکہ مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس لئے یورپ میں دو فرقے ہوگئے۔ ایک کا نام مذہبی۔ دوسرے کا نام نیچری [۱] یہی حال ہندوستان کے مسلمان کا ہوگیا ہے۔ جو مذہبی باتوں کو تاویلات کے ذریعہ سائنس کا ہم آہنگ بناتے ہیں۔ وہ نیچری کہلاتے ہیں۔

وہابی جماعت کے محرک ہندوستان میں مولوی سید احمد رائے بریلوی ہیں ان کے معتقدوں میں مولوی محمد اسماعیل دہلوی اس جماعت کے عظیم قائد گذرے ہیں انھوں نے اس تحریک کی اشاعت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد غیر مقلدیت میں بھی دو فرقے ہوگئے۔ ایک اسماعیلیہ دوسرا اسحاقیہ۔ اسماعیلیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو بدعات و رسوم کی مخالفت کے ساتھ تقلید شخصی کا بھی تارک ہو جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین وغیرہ میں لکھا ہے [۲]۔ اسحاقیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو حنفیت اور تقلید سے تو انکار نہیں کرتا لیکن بدعات و رسوم کا مخالف ہے [۳]۔ لیکن ایک دور ایسا بھی آیا جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہوگئے۔ تو مقلدیت حنفیت کی راہ اختیار کرکے اپنے عقائد کی اشاعت کرنے لگے [۴]۔ اس جماعت کے متبعین بھی ہندوستان کے اکثر صوبوں میں موجود ہیں۔ آجکل یہ جماعت اہل حدیث یا غیر مقلد کے نام سے زیادہ معروف ہے۔

مذکورہ فرقوں کے درمیان اختلافی مسائل :۔

۱۔ امکان کذب باری تعالیٰ

۲۔ مسئلہ خاتم النبیین

۳۔ علم مصطفےٰ کمیت وکیفیت کے اعتبار سے

---

[۱] مذاہب الاسلام صہ ۶۹۱ — [۲] آزاد کی کہانی صہ ۱۶۴

[۳] آزاد کی کہانی صہ ۱۶۴ — [۴] آزاد کی کہانی صہ ۱۶۵

۴- مسئلہ علم غیب

۵- میلاد، قیام، عرس، نیاز، فاتحہ

۶- نزول وحی بذریعہ فرشتہ ہوا یا جو مضامین حضور کے قلب پر واضح ہوئے اسے آپ نے الفاظ میں پیش فرمایا۔

۷- حج فریضۂ الٰہی ہے یا ذریعۂ تجارت اور تفریح ہے۔

۸- جن و فرشتہ کا کوئی وجود ہے یا کائنات کی فطری قوت کا نام فرشتہ ہے۔

۹- جنت و دوزخ کی حقیقت جو قرآن میں مذکور ہے۔ واقعی ہے یا تمثیلی۔

۱۰- احادیث کس حد تک واجب العمل ہیں۔

۱۱- فقہا کے قرآن و حدیث سے مستخرجہ مسائل واجب العمل ہیں۔ یا ان پر عمل گمراہی ہے۔

۱۲- حضور کا مقام بشریت

۱۳- حیات النبی

۱۴- اختیار مصطفےٰ

اہل تشیع :-

آفتاب رسالت کے غروب ہوتے ہی رفض و خروج کے آثار نمایاں ہوئے حتیٰ کہ خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد مسلمان تین گروہوں میں منقسم ہو گئے جمہور اہل اسلام خارجی اور شیعہ

ان سیاسی جماعتوں کے نظریے بھی مختلف تھے۔ جس نے مسائل فروع میں بھی گہرا اثر ڈالا۔ اس وقت خارجیوں کا وجود محض نام کا ہے [1]

---

[1] تاریخ علم فقہ صد ۱۲

لیکن شیعہ عہد حاضر میں بھی اپنے مسلک کے ساتھ زندہ ہیں۔ گروہ شیعی کے بائیس[۲۲] فرقے ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل اٹھارہ غلاط کہلاتے ہیں۔ سبائیہ، کاملیہ، مغیریہ بنانیہ، جناحیہ، منصوریہ، خطابیہ، غرابیہ، ذبابیہ، ذمیہ، امویہ، عمایہ، رزامیہ، سلمغانیہ، اسحاقیہ، نصیریہ، علویہ، نضعیہ، راوندیہ، بسلمیہ، حلاجیہ، کیسانیہ، بقیہ چار فرقے یہ ہیں۔

جارودیہ، سلیمانیہ، بترِیہ، (یہ تینوں زیدیہ ہیں۔) اور امامیہ جنھیں اثنا عشری بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے جمہور اسلام سے الگ اپنی فقہ کی تدوین کی مگر ان میں سے اکثر معدوم ہو گئے۔ ان سے تین گروہ باقی ہیں۔ ایک زیدیہ دوسرا مذہب امامیہ (یا اثنا عشریہ یا جعفریہ) تیسرا مذہب اسماعیلیہ ہے۔ [۱]

زیدیہ۔ یہ مذہب امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہے۔ جنہوں نے کوفہ میں ہشام ابن عبد الملک کے زمانہ میں عَلَم مخالفت بلند کیا اور شہید ہوئے۔ یہ مذہب فروع میں مذہب اہل سنت سے بہت قریب ہے اصولاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا زیادہ حقدار جانتے ہیں۔ مگر خلفائے ثلاثہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو بھی صحیح جانتے ہیں۔ اور ان کی تنقیص نہیں کرتے۔ [۲]

اس مذہب کے سب سے بڑے داعی حسن ابن علی بن الحسن بن زید بن عمر بن علی ابن الحسن بن علی ہوئے۔ مذہب زیدیہ سے متعلق انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں ایک کتاب مجموع فقہی یا مسند زیدیہ امام شہید کی طرف منسوب ہے۔ ائمہ زیدیہ میں حسن ابن زید ابن محمد بن اسماعیل بن الحسن زیدیہ (م ۲۷۰ھ) بڑے فقیہ تھے انہوں نے کتاب البیان اور کتاب الجامع تالیف کی زیدیہ کے بھی متعدد فرقے ہیں۔

---

[۱] تاریخ علم فقہ ص ۱۲۱ [۲] تاریخ علم فقہ ص ۱۲۲

قاسمیہ:- یہ قاسم بن ابراہیم العلوی (ت ۲۸۰ھ) کی طرف منسوب ہے اور ہادویہ جو ہادی بن یحییٰ (۲۹۰ھ) کی طرف منسوب ہے۔ ان کی تالیف کتاب الجامع ہے۔ یمن میں اب تک زیدیوں کی حکومت قائم ہے۔ اور اکثر یمنی زیدی شیعہ ہیں۔ [1]

امامیہ:- یہ فرقہ زیدیہ کے بھتیجے امام جعفر الصادق کی طرف منسوب ہے۔ امام جعفر الصادق اہلسنت کے مسلم امام ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے ان سے روایت کی ہے لیکن ابو النصر محمد بن مسعود عیاشی ابو علی محمد بن احمد بن الجنید اور زرارہ بن اعین نے نئی فقہ امام جعفر کی طرف منسوب کی ہے۔ اور اسے شائع کیا۔ اس فقہ کے متبع امامیہ یا اثنا عشریہ کہلائے۔

اس مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ائمہ معصوم ہیں۔ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت صحیح نہیں اور نہ ان کی روایت حجت ہے، یہ اجماع اور قیاس کے قائل نہیں ہیں۔ تقیہ کے قائل ہیں۔ یہ مذہب ایران میں اب تک رائج ہے۔ ہندو پاک میں بھی اس مذہب کی پیرو ایک جماعت ہے۔

اسماعیلیہ:- چوتھی صدی ہجری میں مصر اور اس کے ملحق شہروں میں مذہب اسماعیلیہ کا ظہور ہوا۔ یہ مذہب امام جعفر الصادق کے بیٹے امام اسماعیل کی طرف منسوب ہے۔ معز الدین اللہ فاطمی مصری حکمران نے اس کو مصر میں رائج کیا لیکن چھٹی صدی میں جب مصر سے فاطمیوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ تو یہ مذہب بھی وہاں سے ختم ہو گیا۔ [2]

مذہب اسماعیلی کے ماننے والے اب متفرق طور پر ادھر ادھر پائے جاتے ہیں۔ داودی بوہرہ اور آغا خانی خوجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر یہ حضرات اپنے مذہب کو بہت چھپاتے ہیں۔ اس کی تفصیل دوسروں کو نہیں بتاتے۔ [3]

---

[1] تاریخ علم فقہ ص ۱۳۲ [2] تاریخ علم فقہ ص ۱۳۴ [3] تاریخ علم فقہ ص ۱۲۹

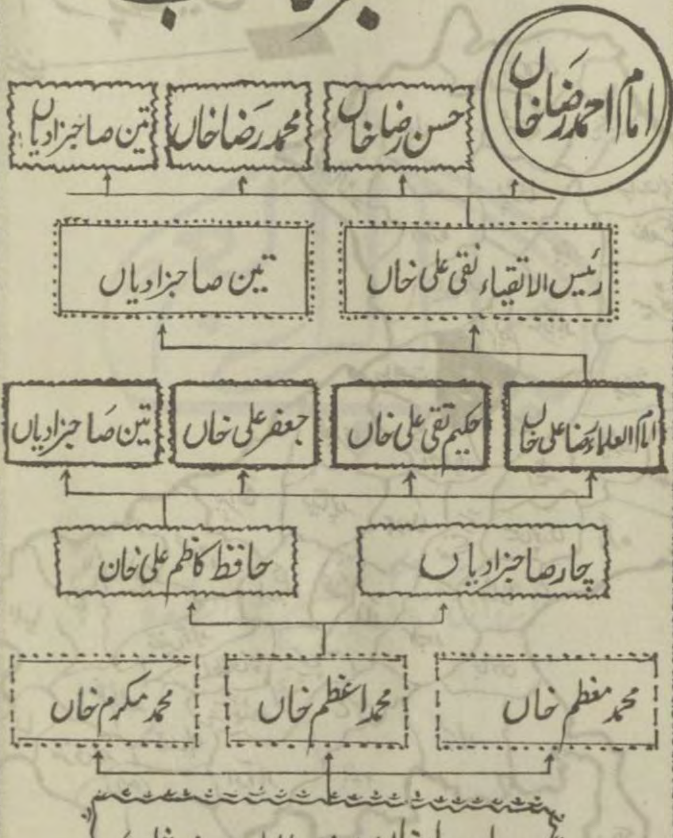
الباب الرابع

ابتدائی زندگی، تعلیم اور اساتذہ

اُتر پردیش


بریلی شریف
اتر کاسی
دیہرہ دون
ٹہری
چمولی
پتھورا گڑھ
سہارن پور
پوڑی
مظفر نگر
الموڑہ
بجنور
نینی تال
میرٹھ
مرادآباد
رام پور
بریلی
پیلی بھیت
بلند شہر
بدایوں
کھیری
علیگڈھ
شاہجہاں پور
ایٹہ
متھرا
بہرائچ
سیتاپور
ہردوئی
فرخ آباد
مین پوری
آگرہ
گونڈہ
بستی
گورکھپور
دیوریا
بارہ بنکی
لکھنؤ
اناؤ
اٹاوا
فیض آباد
کانپور
سلطان پور
رائے بریلی
جالون
اعظم گڈھ
بلیا
پرتاپگڈھ
فتح پور
غازی پور
جون پور
ہمیر پور
باندہ
الہ آباد
وارانسی
جھانسی
مرزاپور

شجرۂ نسب


امام احمد رضا خاں
حسن رضا خاں
محمد رضا خاں
تین صاحبزادیاں
رئیس الاتقیاء نقی علی خاں
تین صاحبزادیاں
امام العلماء رضا علی خاں
حکیم تقی علی خاں
جعفر علی خاں
تین صاحبزادیاں
چار صاحبزادیاں
حافظ کاظم علی خان
محمد معظم خاں
محمد اعظم خاں
محمد مکرم خاں
سعادت یار خاں (وزیر مالیات محمد شاہ)
سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ بہادر)

خاندانی حالات

اعلیٰ حضرت کا خاندان بہت باعظمت اور باوقار تھا۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے مشہور قبیلہ یوسف زئی سے تھا۔ شجرۂ نسب کی ابتداء سعید اللہ خاں سے کی جاتی ہے جو عالی جناب شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے قندھار (کابل) سے سلطان شاہ محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے[1] اور یہیں کے ہو رہے۔ بیحد ذکی و فہیم تھے۔ آپ کی سیاسی بصیرت اور انتظامی صلاحیت سے متاثر ہوکر شہنشاہ مغلیہ نے شش ہزاری کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ حکومت کی طرف سے لاہور کا شیش محل آپ کی جاگیر میں دیا گیا۔ آپ لاہور سے دلی تشریف لے آئے۔[2]

سعادت یار خاں:۔ اپنے وقت کی بہت باوقار شخصیت تھی۔ وہ حکومت وقت (سلطنت مغلیہ) کے وزیر مالیات تھے ان کی دیانت داری سے بادشاہ متاثر ہوکر ضلع بدایوں کے کئی مواضعات جاگیر میں عطا کئے (جو ابھی اس خاندان کے لوگوں کے حصے میں ہیں) آپ فن سپہ گری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اس لئے حکومت نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لئے روہیل کھنڈ بھیجا۔ فتحیابی کے بعد فرمان شاہی پہونچا کہ آپ کو اس علاقے کے صوبیدار کا منصب حکومت نے عطا کیا ہے لیکن آپ اس وقت بستر وصال پر تھے[3]

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص۵۰ [2] سوانح اعلیٰ حضرت ص۶۶

[3] سوانح اعلیٰ حضرت ص۶۶

محمد اعظم خاں:۔ محمد اعظم خاں سلطنت مغلیہ کی وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ دہلی سے بریلی تشریف لے آئے۔ کچھ دنوں تک وزارت کے عہدہ پر فائز رہے پھر بعد میں سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ اور آپ نے ترکِ دنیا فرمائی عبادت و ریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہنے لگے۔ آپ رشد و ہدایت بھی فرماتے آپ کی ذات والاصفات سے قندہار کے دس خانوادے میں علم و فضل اوراد و وظائف کا بول بالا شروع ہوا۔ آپ بریلی محلہ معماران میں اقامت گزیں رہے۔ وہیں آپ کا مزار پاک بھی ہے۔ آپ صاحب کرامت بزرگوں میں سے تھے [1]

کاظم علی خاں:۔

کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ دو سو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی۔ آپ کو سلطنت مغلیہ نے آٹھ گاؤں جاگیر میں پیش کیا تھا۔ [2]

مولانا رضا علی خاں:۔

قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ (و ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) ایک بلند پایہ عالم اور صاحب دل بزرگ تھے [3] اعلیٰ حضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے دنیاوی حکمرانی کا رنگ ختم ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آگیا آپ سے پہلے کے بزرگوں نے شروع میں حکومت کا عہدہ سنبھالا پھر بعد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ لیکن آپ کی ذات گرامی ایسی تھی کہ کبھی بھی حکومت کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ بلکہ شروع ہی سے عبادت و ریاضت میں زندگی گذاری۔

۱؎ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰ ۔ ۲؎ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰

۳؎ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰ تذکرۂ علماء ہند ص ۸۵

مولانا نقی علی خاں صاحب :۔

حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب (و ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) ایک بلند پایہ عالم اور اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہہ تھے۔ آپ نے علوم ظاہری اور باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کی آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم، بے مثل مناظر، بے نظیر مصنف اور بڑے فقیہہ تھے۔ جیسا کہ مولانا عبدالحئی رائے بریلوی نے لکھا ہے :۔

الشیخ الفقیہ نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی بن اعظم شاہ بن سعادت یار الافغانی البریلوی احد الفقہاء الحنفیۃ اسند الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان الشافعی [1]

تصانیف :۔

۱۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۲۔ وسیلۃ النجاۃ ۳۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب ۴۔ جواھر البیان فی اسرار الارکان ۵۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ۶۔ ھدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ ۷۔ اذاقۃ الاسام لمانعی عمل المولد والقیام ۸۔ فضل العلم والعلماء ۹۔ ازالۃ الاوھام ۱۰۔ تزکیۃ الایقان رد تقویۃ الایمان ۱۱۔ الکواکب الزہراء فی فضائل العلم وآداب العلماء ۱۲۔ الروایۃ المرویۃ فی الاخلاق النبویہ ۱۳۔ النقادۃ النقویہ فی الخصائل النبویہ ۱۴۔ لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس ۱۵۔ التمکین فی تحقیق مسائل التزئین ۱۶۔ ھدایۃ المشتاق الی سید الانفس والآفاق ۱۷۔ ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب ۱۸۔ اجمل الفکر فی مباحث الذکر ۱۹۔ عین المشاھدہ لحسن المجاھدہ ۲۰۔ التشوق الاذاہ الی

---

[1] نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۵۰۹

طرق حجۃ اللہ، ۲۱- نہایۃ السعادۃ فی تحقیق النعمۃ والارادہ ۲۲- اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ ۲۳- ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح - [1]

امام احمد رضا نے اپنے والد اور اپنے جد امجد کا تذکرہ اپنے نعتیہ دیوان میں اس طرح فرمایا ہے :" احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا" [2] حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب کی چھ اولاد ہوئی۔ تین صاحبزادے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں اور تین صاحب زادیاں تھیں [3]۔ بیٹوں میں سب سے بڑے امام احمد رضا تھے، ان سے چھوٹے حسن رضا تھے اور سب سے چھوٹے محمد رضا تھے جو اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور بہترین شاعر گذرے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں نعتیہ دیوان " ذوق نعت" بہت مشہور ہے۔ آپ داغ دہلوی کے شاگرد تھے -

ولادت :-

امام احمد رضا کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جلیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت روز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی [4] خود امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے اپنا سن ولادت استخراج فرمایا

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ

۱۲ ھ ۷۲

حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے وقت آفتاب منزل غفر میں تھا۔ جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ [5] اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں۔ ؎

---

[1] جواہر البیان ص ۲۰۳ [2] حدائق بخشش دوم ص ۵۸ [3] حیات اعلحضرت ص ۱۱ -

[4] حیات اعلحضرت ص ۱ [5] حیات اعلیٰ حضرت ص ۱

دنیا ہزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے [1]

نام :-

آپ کا پیدائشی نام محمد ہے اور تاریخی نام المختار ہے۔ ۱۲۷۲ھ جدامجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۲/ ۱۸۶۶ء) نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا [2] جس نام سے آپ مشہور ہیں بعد میں آپ نے اپنے اسم شریف کے ساتھ عبد المصطفٰی کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفٰی
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

آپ اپنے دستخط میں احمد رضا کے ساتھ ہمیشہ عبد المصطفٰی لکھتے تھے لیکن اس کے بعد عبد المصطفٰی پر بے شمار اعتراضات ہوئے۔ کسی نے ایک سوال لکھ کر اعلٰحضرت کی بارگاہ میں بھیجا کہ :-

زید کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں "راقم عبد المصطفٰی" خدا جل جلالہٗ کے سوا دوسرے کا عبد کوئی کیسے بن سکتا ہے۔ اس کا جواب اعلٰحضرت نے مفصل طور پر تحریر فرمایا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے "وانکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم و امائکم" ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ کر دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فی فرسہ صدقۃ

---

[1] حدائق بخشش [2] سوانح اعلٰحضرت ص [3] حدائق بخشش ص ۸

مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم اور باقی سب صحاح میں موجود ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ فرمایا کہ کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں حضور کا بندہ اور خدمت گار تھا" یہ حدیث جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا بحوالہ ابوحنیفہ وکتاب الریاض النضرۃ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی ہے [1]۔ مثنوی شریف میں قصۂ خریداری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو

کردمش آزاد ہم بر روئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے: قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

بندۂ خود خواند احمد در رشاد

جملہ عالم را بخواں قل یٰعباد

مولوی اشرف تھانوی صاحب نے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کی ہے کہ تمام جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ [2] عبداللہ بمعنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے۔ مگر مومن وہی ہے جو عبد المصطفیٰ ہے۔ امام الاولیاء مرجع العلماء حضرت سیدنا سہیل بن عبداللہ تستری

---

[1] فتاوے افریقہ ص ۱۰۰ [2] فتاوی افریقہ ص ۱۰۸

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں من لم یدنفسہ فی ملك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایذوق حلاوۃ الایمان ۔

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت کیا۔ اور اس نور کی تعظیم کے لئے تمام ملٰئکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے نہ کیا۔ کیا وہ اسوقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کا مخلوق اللہ کا مملوک نہ رہا۔ حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفیٰ کی تعظیم کو نہ جھکا عبدالمصطفیٰ نہ بنا۔ لہٰذا مردود ابدی و ملعون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے چاہے عبدالمصطفیٰ بنے اور ملٰئکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم ۔[1]

عہد طفلی :۔

اعلیٰ حضرت کا بچپن بہت نازونعم میں گذرا فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ بلا کا قوی تھا جد امجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب (۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء) نے عقیقہ کے دن خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ فرش گیتی پر قدم رکھتے ہی بچہ اپنے وقت کا فاضل و عارف ہوگا۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا عہد طفلی بھی طہارت نفس، اتباع سنت پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت کے اوصاف سے مزین تھا۔ تقریباً ساڑھے تین سال کی عمر تھی ایک نیچا کرتا پہنے ہوئے اپنے گھر سے باہر نکلے تھے کہ ایک گاڑی پر کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی رئیس کی تقریب میں گانے بجانے جارہی تھیں ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً اپنے کرتے کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا طوائفیں ہنسنے لگیں۔ ان میں سے ایک بولی

[1] فتاویٰ افریقہ ص۸۱ [2] تذکرۂ علماء ہند ص۱۶

واہ صاحبزادے آنکھوں کو چھپالیا اور ستر کو کھول دیا۔ آپ نے برجستہ ایسا نفیس جواب عہد طفلی میں دیا ہے کہ بڑے بڑے ماہرین نفسیات کے لئے سر دھننے کا موقع ہے۔ فرماتے ہیں کہ "جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے"[۱] یہ جواب سن کر وہ سکتہ میں رہ گئیں کہ یہ کوئی ساڑھے تین سال کا بچہ ہے یا ساٹھ سال کا ماہر نفسیات بول رہا ہے۔

پوری دنیا کے لئے معیار حق بننے والا بچہ اپنے عہد طفلی میں بھی تبلیغ دین میں مصروف نظر آتا ہے۔ آپ کو بچپن میں جو مولوی صاحب پڑھاتے تھے ایک دن بچوں نے ان کو سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو! اس پر آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا وعلیکم السلام کہنا چاہئے تھا۔ استاد بہت خوش ہوئے اور آپ کو دعائیں دیں۔[۲]

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی[۳]

بچپن سے ہی اعلیٰ حضرت اپنے بزرگوں کی بارگاہ عقیدت میں بہت باادب رہتے تھے۔ دوسرے بچے ایسی مثال نہیں لا پائیں گے۔ آپ نے چھ برس کی عمر میں یہ معلوم کرلیا تھا کہ بغداد شریف کدھر ہے۔ پھر اس وقت سے دم آخر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا۔[۴]

عالم طفولیت ہی سے آپ کی پیشانی پر سعادت وارجمندی کے آثار ہویدا تھے جو ایک روز علم وفضل کا تاجدار اور شہرۂ آفاق شخصیت کا حامل ہوگا۔ یہ مشہور ہے کہ ایک عارف باللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو سر سے پاؤں تک دیکھا

---

[۱] ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص۹۵ [۲] حیات اعلیٰ حضرت ص۱۴ [۳] گلستاں ص۲۶

[۴] ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص۹۰

اور دیکھتے ہی رہے۔ بڑی دیر تک دیکھنے کے بعد فرمایا "رضا علی خاں کے کون ہو ؟" آپ نے فرمایا میں ان کا پوتا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے ارشاد فرمایا "جب ہی تو" اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ ا

اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ اقدس میں مولوی صاحب بچوں کو پڑھاتے تھے اعلیٰحضرت بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ بتاتے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا وہ زبر بتاتے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب قطب وقت نے اپنے پاس بلایا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی۔ زیر کی جگہ زبر لکھدیا تھا۔ اور بے تصحیح طبع ہوگیا تھا۔ یعنی اعلیٰ حضرت کی زبان سے جو ادا ہو رہا تھا وہی صحیح تھا۔ حضرت کے جد امجد نے آپ سے پوچھا کہ جس طرح مولوی صاحب تم کو پڑھا رہے تھے اسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کیا کہ میں ارادہ کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہیں پاتا تھا۔ حضرت جد امجد نے فرمایا خوب! اور تبسم فرمایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ کاتب کی غلطی سے قرآن میں اعراب غلط چھپ گیا ہے، اس لئے حضرت نے اپنے قلم سے اس کی تصحیح فرمادی۔ ۲

اعلیٰ حضرت کے روزہ کشائی کی تقریب اور خوف خدا۔

اعلیٰ حضرت نے پہلی بار روزہ رکھا تھا روزہ کشائی کی تقریب بہت شان و شوکت سے منائی جارہی تھی۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کے دوسرے بہت سے سامان تھے ایک محفوظ کمرے میں فرینی کے پیالے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرہ میں لے جاتے

ا امام احمد رضا علم و دانش ص ۱۸ ۲ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۷

ہیں اور کواڑوں کو بند کر کے آپ کے والد آپ کو ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے تو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دی ہے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر حضور کے والد ماجد کے چشمان مبارک سے آنسو کے تار بندھ گئے اور کمرے سے باہر نکل آئے[1] یہ آنسو ندامت کے نہیں بلکہ اپنے ہونہار فرزند کے بچپنے میں تقویٰ کی دولت اور احکام خداوندی کے احترام کو دیکھ کر خوشیوں کے آنسو نکلے تھے۔ وجدانی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ دل عالم کیف وسرور میں مدہوش ہو رہا تھا کہ بچپنے کا جب یہ عالم ہے تو عہد شباب کا کیا عالم ہوگا۔

عادات وخصائل۔

انسان کی زندگی کا اصل جوہر اس کے اچھے خصائل وعادات ہیں۔ ایک باکمال شخصیت کے اندر ان اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت کی پیدائش آسودہ خانداں۔ بزرگوں کے ماحول، نورانی وعرفانی فضا میں ہوئی۔ اس لئے حضرت کی زندگی کا ہر پہلو تابناک ہے۔

شکل وشمائل :-

آپ دوسرے صفات حمیدہ کی طرح ظاہری حسن وجمال میں بھی یکتائے روزگار تھے، قد اوسط، پیشانی چوڑی، آنکھیں بڑی، ناک لمبی کھڑی، چہرہ لمبا، رنگ گندمی ملیح، شگفتہ جلال وجمال کی کھلی ہوئی تفسیر، ہاتھوں کی انگلیاں لمبی، بھوئیں گھنی، گردن اونچی، بال لمبے جو کان کی لو تک رہتے تھے۔

لباس ــــــ کرتا، شائی پاجامہ، انگرکھا، عبا، عمامہ آپ کا مخصوص لباس تھا

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۲

روزانہ پنجوقتہ فرض نماز جبا اور عمامہ کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے۔ آپ ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو لباس تبدیل فرماتے تھے۔ ہاں اگر پنجشنبہ یا شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی پڑے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوائے یوم معین کے کسی اور وجہ سے لباس تبدیل نہیں کرتے تھے۔ ؎۱

غذا :۔

اعلیٰ حضرت نحیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا تھے ان کی عام غذا چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا آخر عمر میں ان کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی۔ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کا اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا تناول فرماتے تھے۔ کھانے پینے کے معاملے میں نہایت سادہ تھے۔ ایک بار اہل خانہ نے ان کی علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے۔ دستر خوان بچھا کر قورمہ کا پیالہ رکھ دیا۔ اور چپاتیاں دستر خوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ کچھ دیر بعد دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن آپ نے نوش فرمالیا ہے لیکن چپاتیاں دستر خوان میں اسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں۔ پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں۔ سمجھا ابھی نہیں پکی ہیں۔ میں نے اطمینان سے بوٹیاں کھالیں اور شوربا پی لیا ؎۲۔ رمضان المبارک کے زمانے میں افطار کے بعد پان نوش فرماتے تھے۔ سحری میں صرف ایک پیالی میں فرینی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی وہی نوش فرمایا کرتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ :۔

حضرت! فرینی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا! نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے۔ ؎۳

؎۱ المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۴ ؎۲ المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵

؎۳ حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۶۱

داد و دہش:۔

اعلیٰ حضرت کا ایثار کمال درجہ پر تھا آپ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ حاجت مندوں کی حاجات اپنی ضروریات پر مقدم جانتے تھے آپ کے ایک عقیدت مند جناب ذکاء اللہ صاحب موسم سردی میں حاضر خدمت تھے۔ ان کے پاس سردی سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اپنی قیمتی رضائی انھیں عطا فرمائی مگر آپ خود رضائی کے بغیر گذارہ فرماتے رہے۔ دو تین دن کے بعد رضائی بن کر آئی پھر ایک مسافر آیا جس کے پاس سردی سے بچاؤ کے لئے کچھ نہ تھا۔ آپ کو علم ہوا تو آپ نے وہ نئی رضائی بھی اس مسافر کو اوڑھا دی۔ [۱]

ایک عقیدت کیش نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک بیش قیمت چھتری پیش کی۔ ایک سائل نے وہ چھتری مانگی آپ نے بلا تامل اسے عطا فرما دی۔ اس کے علاوہ سردیوں میں ہر سال رضائیاں بنوا کر غریبوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ [۲]

حضرت شاہ عبد العلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس آکر حاضر خدمت ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی شان میں ایک منقبت لکھی تھی پڑھی [۳] اگرچہ یہ بات طبعاً پسند نہ تھی پھر بھی دلجوئی و خردہ نوازی کے تحت) آپ نے انھیں اپنا ایک جبہ تحفہ میں عطا فرمایا۔

---

[۱] الشاہ احمد رضا ص ۶۱ [۲] الشاہ احمد رضا ص ۶۲

[۳] نوٹ: مولانا عبد العلیم صاحب رح کی منقبت شریفہ جو انہیں اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا وہ یہ ہے۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو — قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت — محب خاص و منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا — جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب اولیا تم ہو

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اس زمانہ میں جسکی قیمت ایک سو پچاس ۱۵۰ روپے سے کم نہ تھی۔
پہلا حج اپنے والد ماجد قدس سرہ کے ہمراہ جبکہ آپ ۲۲ سال کی عمر کے تھے تو ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۸ء کو ادا کیا۔ ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی بعد نماز امام شافعیہ (بلا تعارف سابق) حسین بن صالح جمل اللیل نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے آئے اور بہت دیر تک ان کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا:۔
" انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

(صفحہ سابق کا بقیہ)

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی | ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ | جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی | وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ در بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے جن آنکھوں نے دیکھا جسکی شوکت کو | عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں یسارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں | وہ قطب الوقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے | کہوں اتقا نہ کیونکر جب کہ خیر الاتقیا تم ہو
جلال وہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر | عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو
اشداء علی الکفار کے ہو سر بہ سر مظہر | مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رموز قرآنی | یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
خلوص مرتضیٰ، خلق حسن، عزم حسینی میں | عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں | امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے | بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
وفی اموالھم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا | نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدائے آستانہ کا | کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ ساتھ ہی سلسلۂ قادریہ کی اجازت اور سند حدیث عطا کی۔

جیسا کہ تذکرۂ علمائے ہند کے مصنف رحمان علی پوری نے تحریر کیا ہے:

"روزے نماز مغرب بہ مقام ابراہیم علیہ السلام خواند بعد نماز مغرب امام شافعیہ حسین ابن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب ترجمہ گرفتہ بہ خانۂ خود برود تا دیر پیشانی وے گرفتہ فرمود "انی لاجد نور اللہ من ھٰذا الجبین" پس سند صحاح ستہ و اجازت سلسلۂ قادریہ بہ دستخط خاص داد و فرمودند کہ نامِ تو ضیاء الدین احمد است"

اس لئے اعلیٰ حضرت کا لقب ضیاء الدین احمد ہے۔ [1]

دنیا و مافیہا سے بے نیازی :-

اعلیٰ حضرت نے جس ماحول میں زندگی بسر کی وہ دولت اور ثروت، جاہ و جلال، اور علم و عرفان کا تھا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دولت و شہرت، عزت و وقار اور شان و شوکت کے دلدادہ نہیں تھے۔ آپ نے امور دنیا سے کبھی تعلق ہی نہیں رکھا آپ اپنے وقت کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ لیکن ساری جائداد کا انتظام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا۔ انہیں کتابوں کی خریداری، سادات کی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لئے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی۔ لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گاؤں کی آمدنی کتنی ہوئی اور مجھے کتنی ملی۔ [2]

اہل دول سے اجتناب :-

ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جا رہے تھے۔ اسپیشل بریلی شریف پہونچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند ص ۱۶   [2] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۵

مدار المہام کی معرفت بطور نذر اسٹیشن سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور والیٔ ریاست کی جانب سے مستدعی ہوئے کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو میرا اسلام عرض کر دیجئے گا اور یہ کہہ دیجئے گا یہ الٹی نذر کیسی، مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہئے۔ نہ کہ میاں، مجھے نذر پیش کریں۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جایئے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والیٔ ریاست کو بلا سکوں۔ نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔ [1]

یہ واقعہ اعلیٰ حضرت کے استغنا عالمانہ شان و وقار اور دین پروری کا بین ثبوت ہے یہ شدت و غلظت نہیں بلکہ خالص اتباع شریعت ہے۔ اور ہمارے اسلاف کرام کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ سلاطین و امرا و حکام و والیان ریاست اور ارباب دولت و ثروت سے دور رہا کرتے تھے تاریخ کے صفحات پر ایسی سیکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں

ایک بار حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں نے سرکار مارہرہ مطہرہ کے عرس کی دعوت دی آپ نے فرمایا میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ خبر مشتہر ہوتے ہی مخلصین کا قافلہ بھی تیار ہونے لگا۔ حضرت سید مہدی حسن نے ادھر اعلیٰ حضرت کو دعوت دی ادھر نواب حامد علی خاں والی ریاست رام پور (جو معتقدین میں سے تھے۔) کو بھی دعوت دے دی چونکہ نواب صاحب برسوں سے اعلیٰ حضرت کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے اس لئے یہ صورت نکالی گئی کہ عرس شریف کے موقعہ پر ملاقات ہو جائے گی۔ نواب صاحب نے فوراً دعوت منظور کر لی اور اظہار نیاز مندی و خوش اعتقادی کے لئے بہت کچھ سازو

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۹۰

سامان ریاست سے مارہرہ شریف پہونچادیا۔ ریلوے اسٹیشن سے آبادی تک دونوں جانب روشنی کے لئے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگاڈے لگادیئے گئے۔ اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کیلئے ریاست کی موٹر اور ہاتھی جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں گشت لگارہے تھے۔

نواب صاحب کا پروگرام تھا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے اسی وقت میں بھی خاص سواری سے روانہ ہوجاؤں گا۔ سید مہدی حسن میاں نے مزید اطمینان خاطر کے لئے ایک عریضہ لکھ کر رجسٹری کی اور اس میں عرس میں عدم شرکت کی خبر کا ذکر کیا۔ اعلیٰ حضرت کے پاس جس وقت یہ خط پہونچا تو چہرہ پر جلال کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اور فرمایا "میں جانتا ہوں کہ میاں نے کس مقصد سے ایسا خط میرے پاس لکھا ہے۔ صرف اس لئے کہ میں جوش میں آکر یہ لکھ دوں کہ یہ کسی نے غلط اڑایا ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانی مقصود ہے تاکہ نواب صاحب کو دکھانے کے لئے ہوجائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں۔ اسے کیا خبر ہوگی۔ حالانکہ میرے خبر دینے والوں نے ذرہ ذرہ کی خبر دی ہے۔ میں جانتا ہوں میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل روانہ ہوجائے گا جو بالکل تیار کھڑا ہے"۔ بالآخر اعلیٰ حضرت نے اس عرس میں شرکت نہ کی۔ [1]

اعلیٰ حضرت کے دور میں نوابوں کی قصیدہ خوانی کا عام رواج تھا بہتیرے اہل علم اسی کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ ضمیر فروشی کبھی نہیں کی اور نہ کسی دنیادار کی تعریف و توصیف مدح و ستائش سے اپنی زبان کو آلودہ کیا۔ ایک نواب نانپارہ نے خواہش بھی کی کہ مولانا میرے سلسلے میں کوئی منقبت اور قصیدہ کہیں لیکن آپ نے سختی سے یہ عرضداشت ٹھکرادی اور ارشاد فرمایا:۔

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۹۱

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

مذہبی خودداری وتصلب فی الدین کے واقعات تو اعلیٰ حضرت کے تاریخ زندگی کے ورق ورق پر بکھرے ہوئے ہیں۔ اعداء دین سے مداہنت اور نرمی کا رویہ انہوں نے کبھی روا نہ رکھا۔ وہ دین واسلام کے باغی و غدار ہیں۔ اور ان سے لطف ومروت کا معاملہ رکھنے والا خود قانون کا مجرم ہوا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کسی بھی صاحب ثروت کی تعریف اس کی دولت وثروت کی بنا پر نہ کرتے اور نہ اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے جیسا کہ عام دستور ہے وہ صحیح معنوں میں من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے اور ان کی پوری زندگی الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ کی سچی تفسیر تھی وہ اپنی زندگی کا نقشہ خود اس طرح کھینچتے ہیں۔

نہ مرا نوش زتحسین نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اظہار رائے میں بیباکی:۔

اعلیٰ حضرت اپنی جو رائے قائم کر لیتے تھے اس کے اظہار میں کوئی پس وپیش نہیں ہوتا جو لوگ اس رائے کی مخالفت کرتے ان کے دلائل کا رد بھی اسی سختی سے کرتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے اعلیٰ حضرت کی رائے کے متعلق کہا کہ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاؤں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی[1]

[1] ترک موالات صـ ۱۶

اس سلسلے میں مسجد کے اندر خطبۂ جمعہ کے پہلے اذان کے مسئلہ میں کلکتہ کا مباحثہ شاہد عدل ہے کہ تمام علماء اعلیٰ حضرت کے فتاوے کے خلاف جو رائے رکھتے تھے مباحثہ شروع ہوا تو سبھوں نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔ اس کے علاوہ بے شمار فتاوے ہیں جسے دیکھنے کے بعد یہ بات ہویدا ہوجاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی رائے کے اظہار میں کسی طرح کی غیر شرعی رکاوٹ برداشت نہیں کرتے تھے۔

صلابت دینی :۔

اعلیٰ حضرت دینی امور میں بہت سخت تھے اس کا اثر مختلف مظاہر سے نمایاں ہوتا تھا۔ وہ ایک متصلب حنفی تھے۔ آپ کسی طرح کی کوئی بات جو دین کے خلاف ہو پسند نہیں فرماتے ایک بار آپ مولانا فضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہٗ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب اتولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھادیا انھوں نے اثنائے تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ اس کو سن کر حضرت کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ انھوں نے مولٰینا عبد القادر صاحب سے فرمایا کہ آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبد القادر صاحب نے مقرر کو تقریر سے روک دیا۔ اور مولانا عبد الغفور صاحب سے فرمایا کہ آپ جیسے لوگوں کو مولانا احمد رضا صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے کو نہ بٹھایا کیجئے۔ ان کے سامنے بیان کرنے والے کیلئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ [1]

آپ کی ذات الحب للہ والبغض للہ کی زندہ تصویر تھی۔ اللہ اور رسول سے محبت کرنے والوں کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۵

آپ اپنے مخالف سے بھی کج خلقی سے پیش نہیں آئے۔ کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہیں کی بلکہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہیں برتی۔ [1]

اعلیٰ حضرت کی حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ من احب للّٰہ والبغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان کے مظہر تھے۔ [2] اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے مزاج میں بہت شدت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پٹھان تھے مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان الحدۃ تعتری قرآءِ امتی لعزۃ القرآن فی اجوافھم یعنی میری امت کے علماء کو قرآن کی عزت کے سبب گرمی پیش آئے گی جو ان کے دلوں میں ہے۔ [3]

اولاد سے محبت :-

اعلیٰ حضرت نے اپنی اولاد سے کبھی محبت من حیث اولاد نہیں فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "الحمدللہ کہ میں نے مال من حیث ھو مال سے کبھی محبت نہ رکھی صرف انفاق فی سبیل اللہ کیلئے اس سے محبت ہے اسی طرح اولاد من حیث ہو اولاد محبت نہیں صرف اسی سبب سے کہ صلہ رحم عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں۔ میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔ [4]

عشق رسول کا غلبہ :-

ایک بندۂ مومن کیلئے عشق رسول سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہو سکتی ہے خدا کی معرفت بلکہ خوشنودی خدا بھی اسی پر موقوف ہے وجہ آفرینش اور مقصد حیات انسانی معرفت حق اور عشق رسول کے سوا کچھ نہیں۔ عشق ایک وجدانی کیفیت، روحانی مسرت اور کسی بلند مقصد کے لئے ہمہ تن وقف ہو جانے کا نام ہے احادیث و قرآن کے مطالعہ

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۵۰   [2] سوانح اعلیٰ حضرت ص ۹۰

[3] الملفوظ حصہ چہارم ص ۳۰   [4] الملفوظ حصہ چہارم ص ۲۵۲

سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ محب ہے اور رسول اللہ محبوب ہیں یہی نہیں بلکہ اللہ رسول کے چاہنے والوں کو بھی اپنا محبوب بناتا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فرشتے بھی حضور کی بارگاہ ناز میں حاضری کی تمنا کرتے ہیں۔ اور جو ایک بار حضور کے روضہ پر حاضری دے لیتے ہیں وہ ہمیشہ حاضری کی تمنا لئے رہتے ہیں۔ ع

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام

صحابہ کرام کے عشق کا تو کہنا ہی کیا کسی ایک صحابی کے عشق کا حال بیان کرنا ہو تو اس کے لئے ایک دفتر ناکافی ہے۔ اسی طرح قرون اولیٰ سے لیکر آج تک عاشقان رسول برابر ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا سب سے بڑا سرمایہ عشق رسول ہی کو سمجھا ہے ایسا سرمایہ کہ جان کے عوض بھی ہاتھ آئے تو ارزاں ہے۔

اعلیٰ حضرت کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق نے مشہور زمانہ کر دیا سہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

عشق رسول میں ہوش اور خرد کا عالم یہ تھا کہ آپ فرماتے ہیں" خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ یہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا۔ اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی ان کی نگاہ کرم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمد للہ "[1]

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ کبھی بعض اصحاب کا ص، صلعم اور انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ اختصار کیلئے ع، م کا لکھنا انہیں سخت

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۶

ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے۔ ایک خط میں ملک العلماء کو لکھتے ہیں "تاتار خانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ درر میں بالواسطہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار ع، م لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔ اب کبھی بانکی پور جانا ہو تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے"۔ [1]

حضرت کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں نے آپ سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حسین اور زاہد بھی تھا۔ حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ حسین صیغۂ تصغیر ہے اور زاہد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن پھر میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ حسین کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہی صیغۂ تصغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے اب درود شریف کی عبارت یوں ہو گئی۔ اللھم صل وسلم و بارک علیٰ سیدنا و مولانا محمدن المصطفیٰ رفیع الشان المرتضیٰ علی شان الذی رجیل من امہ خیر من رجال السابقین وحسین من زمرتہ حسن من کذا و حسنا من السابقین۔ [2]

سرور کائنات سے محبت کرنے والا ان کے خدا سے جدا ہو کر خوشی و مسرت کی زندگی کیسے گذار سکتا ہے۔ ایک عاشق کی آخری تمنا ہے کہ موت ہو تو دیار حبیب میں ہو۔ اعلیٰ حضرت اپنی اظہار تمنا ایک خط کے ذریعے کرتے ہیں۔ مولانا عرفان علی بیسل پوری کو ایک خط کے ذریعہ تحریر فرماتے ہیں" وقت مرگ قریب ہے اور میرا

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۸۳ [2] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۸

دل ہندتو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت آئے اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب اور وہ قادر ہے۔" ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

یہ سر ہو اور وہ سنگ در وہ سنگ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب یہ دل میں ٹھانی ہے

اعلیٰ حضرت ان شہیدان محبت میں ہیں جن کے نزدیک حاضری حرمین کا اصل آستانۂ نبوت کی زیارت ہے۔ عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر زیارت کی نیت نہ ہو تو حج کعبہ کا کوئی لطف حاصل نہیں اور اس حج میں کوئی جان نہیں جو آپ کی زیارت سے وابستہ نہ ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت اس سفر مقدس کا بھی مقصد آستانۂ نبوی کی زیارت ہی قرار دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا جس نے مجھ سے کہ نہضت کدھر کی ہے

اعلیٰ حضرت نے سید محمد احسن صاحب کی فرمائش پر مسائل حج پر ایک کتاب تحریر فرمایا جس میں سات فصلیں ہیں جس کا نام "انوار البشارہ فی مسائل حج وزیارہ" ہے۔ ۱۳۲۹ھ

فصل اول :۔ آداب سفر و مقدمات حج میں

؎ المیزان امام احمد رضا نمبر ص۳۴۸

فصل دوم :۔۔۔ احرام اور اس کے احکام داخل حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام ۔

فصل سوم :۔۔۔ طواف وسعی صفا و مروہ و بیان عمرہ

فصل چہارم :۔۔۔ روانگی منیٰ و وقوف عرفات

فصل پنجم :۔۔۔ منیٰ و مزدلفہ و باقی افعال حج

فصل ششم :۔۔۔ جرم اور ان کے کفارے

وصل ہفتم :۔۔۔ حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اس کتاب میں حج کے مسائل کا بیان مکمل ہو جانے کے بعد جہاں زیارت روضہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ شروع ہوا ہے وہاں جذبۂ عشق کا تلاطم دیکھنے کے قابل ہے ۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت کو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ جس ساتویں فصل میں وہ دیار حبیب کی زیارت کے آداب بیان کرنے جارہے ہیں اسے وہ فصل سے تعبیر کریں بلکہ اس کو انہوں نے وصل سے تعبیر کیا ہے ۔ فصل ہفتم کی بجائے انہوں نے وصل ہفتم کی سرخی قائم کی ہے ۔

آپ حدیث کی کتابوں کے اوپر کبھی کوئی دوسری کتاب نہیں رکھتے تھے ۔ اگر اقوال رسول کی ترجمانی فرمارہے ہیں اور اس درمیان کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ خاطر ہوتے تھے

امام احمد رضا کا جذبۂ عشق ہمیشہ ادب کے سانچے میں ڈھلا رہتا تھا ۔ شریعت کی حد سے کبھی بھی تجاوز نہیں فرماتے ۔ وہ خود ہی فرماتے ہیں ۔ ؎

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

بیتاب ہیں مگر شریعت کا دامن ہاتھ میں ہے۔ فرماتے ہیں۔

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

عشق دل کی ایک کیفیت ہے اس کیفیت کو الفاظ کا ایسا جامہ پہنانا کہ اسے قاری یا سامع زیادہ سے زیادہ محسوس کر سکے نہایت مشکل کام ہے اس مشکل سے وہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے جو مہارت فن کے ساتھ ایک سچے عاشق کا دل رکھتا ہو۔ فرماتے ہیں لہ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لیکے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لیکے چلے

اعلیٰ حضرت کے جذبات عشق کو دیکھنا ہو تو ان کا نعتیہ دیوان شاہد ہے جسمیں آتش عشق والہانہ عقیدت اور وصال محبوب کی تمنا میں بے شمار اشعار ملتے ہیں۔ فرماتے ہیں

ے پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوئے ہیں ان کے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں
یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

لہجہ کی متانت اور مدھم سوز دل کی اضطرابی کیفیت اور عشق کا والہانہ انداز ہر قدم پر محسوس ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ خود بخود ڈھلا چلا جا رہا ہے۔

لہ المیزان امام احمد رضا نمبر صد ۵۹

نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا — حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا — کنارِ خارِ مدینہ دمیدہ ہونا تھا
حضور ان کے خلافِ ادب تھی بیتابی — مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا
ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو — سلامِ ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا
ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے — رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا
بجا تھا عرش پہ خاکِ مزارِ پاک کو ناز — کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

رضاؔ جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب
تو پیارے قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا

اعلیٰ حضرت کا بچپن پاکیزگی میں ضرب المثل تھا۔ آپ اپنے عہدِ طفلی میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

بریلی میں ایک بہت بڑے زمیندار حاجی محمد شاہ خاں صاحب جو اعلیٰ حضرت سے عمر میں بڑے ہوتے تھے۔ حضرت کے دروازہ کی جاروب کشی کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے اتنے بڑے آدمی ہو کر یہ کیا کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے جواب دیا عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا۔ جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں ہر حال میں یکتائے زمانہ پایا اب ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے انھیں بچپن ہیں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ [1]

تعلیم و تربیت :-

حضرت کا گھرانہ مذہبی اعتبار سے ہندوستان میں باعظمت سمجھا جاتا تھا گھر کا ہر فرد مذہبی رنگ میں پورے طور سے رنگا ہوا تھا۔ لہٰذا ماحول کے اعتبار سے حضرت

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۵

کی مذہبی تعلیم شروع کرائی گئی۔ رواج کے مطابق حضرت کے جد امجد اور والد محترم نے ۱۲۷۵ھ کے اوائل میں بسم اللہ خوانی کی محفل سجائی [۱] اعلیٰ حضرت کا مکتب کرایا۔ مکتب کے استاد مرزا غلام قادر بیگ ہیں۔ [۲]

آثار کمال :۔

بسم اللہ خوانی کے وقت استاد نے الف، با، تا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے پڑھایا اور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ لیکن جب لام الف کی نوبت آئی استاد نے کہا۔ کہو۔ لام الف۔ آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ کہا۔ کہو میاں لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں۔ دوبارہ کیا؟ اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء) نے فرمایا بیٹا! استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل فرمائی مگر ان کے چہرے کو تجسس کی نظر سے دیکھا جد امجد نے کہا۔ بیٹا تمہارا خیال درست ہے۔ اور سمجھنا بجا ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے۔ اس میں ایک الف مکرر کیسے آیا مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جسکو تم نے الف پڑھا ہے وہ حقیقتاً ہمزہ ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن ہے۔ اس لئے ایک لام اول لاکر اس کا تلفظ مقصود ہے۔ تو پھر آپ نے فرمایا کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا۔ اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے۔ حضرت جد امجد نے فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃ وسیرت میں مناسبت خاص ہے۔ ظاہر دیکھنے میں بھی دونوں صورت ایک سی ہوتی ہے۔ اور سیرتاً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں ہے

---

[۱] تذکرہ رضا ص۱

[۲] حضور مفتی اعظم ہند نے ۴ اپریل ۱۹۶۱ء بوقت ۹ بجے شب فرمایا کہ مرزا غلام قادر بیگ پہلے استاد ہیں

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری [1]

جب اعلیٰ حضرت کی عمر چھ سال کی تھی تو ربیع الاول کے مہینے میں (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء) کو ایک عظیم مجمع عام میں میلاد شریف پڑھی جس سے لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ ؎

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں! "میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا۔ جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سنتے تو حرف بحرف لفظ بلفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد رضا یہ تو کہو کہ تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی [2] آپ نے چار سال کی عمر میں (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) میں قرآن شریف ناظرہ کی تکمیل کی۔ [3] اعلیٰ حضرت نے ابتدائی عربی کی کتابیں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھی۔ [4] دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ) سے تمام فرمائی [5] حضرت مولانا عبد العلی صاحب رامپوری سے چند اوراق شرح چغمنی کے اسباق پڑھے [6]

اعلیٰ حضرت نے اپنی فطری ذکاوت کی بنا پر ۱۳ سال ۱۰ مہینے اور ۵ دن میں علوم دربیہ سے فراغت حاصل کی۔ ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں وذالک لمنتصف شعبان ۱۲۸۶ سنہ بجو الف ومائتین وست وثمانین وانا ذالک ابن ثلثۃ عشر اشہر

---

[1] مظہر المناقب جلد اول ص ۳۲   [2] حیات اعلیٰ حضرت ج اول ص ۳۲
[3] تذکرۂ رضا ص ۱۰   [4] ایضاً ص ۳۲
[5] حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۲   [6] ایضاً

وخمسۃ ایام د فی ہٰذا التاریخ فرضت علی الصلوٰۃ وتوجہت الی الاحکام[1]

فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خانصاحب علیہ الرحمہ نے افتار کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کردی اور اسی عمر سے آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع کردیا۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں خود تحریر فرماتے ہیں "بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو تیرہ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور ۷ دن زندگی بالخیر رہی تو دس شعبان ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء کو اس فقیر کو فتویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے۔[2]

طریقت کی تعلیم اپنے پیر و مرشد سے حاصل کی علم تکسیر اور علم جفر کی تعلیم حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ مارہرہ شریف سے حاصل کی خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں! جمادی الاول ۱۲۹۴ھ شرف بیعت سے مشرف ہوا تعلیم طریقت حضور پر نور پیر و مرشد سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال بھی سیدنا شاہ ابوالحسن نوری اپنے ابن الابن ولیعہد سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت، علم تکسیر اور علم جفر کی تعلیم حاصل کی۔[3]

اعلیٰ حضرت نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی بھی تحصیل کی اور بعض علوم و فنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد ساٹھ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ تفسیر ۲۔ اصول تفسیر ۳۔ رسم خط قرآن ۴۔ حدیث ۵۔ اسانید حدیث

---

[1] الاجازۃ الرضویہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) [2] حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۸

[3] حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۵

۶- اصول حدیث ۷- اسماء الرجال ۸- جرح و تعدیل ۹- تخریج احادیث
۱۰- لغت حدیث ۱۱- فقہ ۱۲- اصول فقہ ۱۳- رسم المفتی
۱۴- فرائض ۱۵- تجوید ۱۶- مناظرہ ۱۷- عقائد
۱۸- سیر ۱۹- فضائل ۲۰- کلام ۲۱- معانی
۲۲- بیان ۲۳- بدیع ۲۴- منطق ۲۵- فلسفہ ۲۶- ہیئت
۲۷- حساب ۲۸- ہندسہ ۲۹- قرأۃ ۳۰- تصوف ۳۱- سلوک
۳۲- اخلاق ۳۳- تاریخ ۳۴- لغت ۳۵- ادب ۳۶- ریاضی
۳۷- جبر و مقابلہ ۳۸- حساب سینی ۳۹- اوفاق ۴۰- توقیت ۴۱- مناظرہ و منایا
۴۲- زیجات ۴۳- مثلث ۴۴- ہیئات جدیدہ ۴۵- تعبیر ۴۶- جفر
۴۷- تکسیر ۴۸- رمل ۴۹- خط مستقیم ۵۰- عروض ۵۱- بلاغت
۵۲- صرف ۵۳- نحو ۵۴- نجوم ۵۵- استخراج تاریخ ۵۶- فن تاریخ اعداد
۵۷- نظم و نثر فارسی ۵۸- نثر و نظم ہندی ۵۹- خط شکستہ ۶۰- خط نستعلیق

اعلیٰ حضرت نے ان ۲۱ علوم (۱- علم قرآن، ۲- علم حدیث ۳- اصول حدیث ۴- فقہ جملہ مذاہب ۵- اصول فقہ ۶- جدل ۷- تفسیر ۸- عقائد ۹- کلام ۱۰- نحو ۱۱- صرف ۱۲- معانی ۱۳- بیان ۱۴- بدیع ۱۵- منطق ۱۶- مناظرہ ۱۷- فلسفہ ۱۸- تکسیر ۱۹- ہیئات ۲۰- حساب ۲۱- ہندسہ کے متعلق صراحت کی ھٰذہ الاحدی وعشرون علماً اخذت جلھا بل کلھا عن امام العلماء خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد [1] بقیہ علوم و فنون کے متعلق اعلیٰ حضرت نے خود فرمایا کہ ان علمار کرام سے حاصل کیے۔

---

[1] الاجازات المتینہ ص ۳۲

۱۔ شاہ آل رسول مارہروی (م سنہ ۱۲۹۶ھ / سنہ ۱۸۷۸ء)

۲۔ مولانا نقی علی خاں (م سنہ ۱۲۹۷ھ / سنہ ۱۸۷۹ء)

۳۔ شیخ احمد بن دحلان علی (م سنہ ۱۳۰۴ھ / سنہ ۱۸۸۶ء)

۴۔ شیخ عبدالرحمٰن علی (م سنہ ۱۳۰۱ھ / سنہ ۱۸۸۲ء)

۵۔ شیخ حسین بن صالح (م سنہ ۱۳۰۲ھ / سنہ ۱۸۸۴ء)

۶۔ شاہ ابوالحسین احمد النوری (م سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء) [۱]

۷۔ مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری

اعلیٰ حضرت نے جتنے علوم وفنون حاصل کئے سب میں کوئی نہ کوئی اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ خود فرماتے ہیں ولی فی کلہا اوجلہا تحریرات وتعلیقات من زمن طلبی انی حسین (سنہ ۱۳۲۳ھ / سنہ ۱۹۰۵ء) [۲]

اعلیٰ حضرت نے تیرہ سال دس مہینے کی عمر میں سنہ ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغت پایا۔ تاریخ فراغت تعویذ ہے (۱۲۸۶ھ) دوسرا مادہ تاریخ غفور ہے۔ (۱۲۸۶ھ) [۳]

اساتذہ :۔

(۱) مرزا غلام قادر بیگ :۔

مرزا غلام قادر بیگ بریلی شریف کے رہنے والے تھے۔ اپنے وقت کے بہترین اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مرزا صاحب اپنے اخیر وقت میں اکثر لالین کلکتہ میں قیام پذیر رہے۔ اعلیٰ حضرت نے میزان منشعب تک کی تعلیم ان سے حاصل کی تھے۔ وہ کلکتہ سے برابر اعلیٰ حضرت کے پاس استفتا بھیجا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت جواب

---

[۱] الاجازات المتینہ ص ۳۵ [۲] الاجازات المتینہ ص ۳۲

[۳] حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۳ [۴] حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۴

دیا کرتے تھے (متعدد استفتا فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں) ان ہی کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" تحریر فرمائی۔ [1]

(۲) مولانا عبد العلی صاحب رامپوری :-

آپ ہندوستان کے مشہور عالم تھے۔ فن ریاضی میں بہت مہارت رکھتے تھے ابتدائی تعلیم مولوی حیدر علی ٹونکی اور مولانا شرف الدین رامپوری (المتوفی ۱۲۲۸ھ) سے حاصل کی اور کتب حدیث وطب بترتیب حضرت شاہ اسحاق دہلوی اور حکیم صادق علی دہلوی سے پڑھی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاشیہ قدیمہ پڑھا۔ علوم حکمیہ سے خصوصی شغف اور دلچسپی رکھتے تھے۔

مدرسہ عالیہ میں مدرس اول تھے۔ باذوق طلباء کی جماعتوں کو گھر پر ہی تعلیم دیتے تھے تقریباً ۱۲۹۱ھ یا ۱۲۹۰ھ میں رامپور حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت نے چغمنی کے چند اسباق پڑھے ۱۳۰۳ھ میں آپ کا وصال ہوا [2]

(۳) حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب :-

آپ رجب ۱۲۴۶ھ میں محلہ ذخیرہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت مولانا رضا علی خانصاحب سے تعلیم و تربیت پائی۔ بعد فراغت تدریس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ حضرت تاج الفحول کی معیت میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت شاہ آل رسول قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اس مجلس میں خلافت سے نوازے گئے۔ ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید احمد دحلان وغیرہ علماء کرام سے سند حدیث حاصل کی ۱۲۹۷ھ ذیقعدہ بروز پنج شنبہ بوقت ظہر اکاون (۵۱) برس کی عمر میں لقائے رب سے ہمکنار ہوئے۔ فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت نے بہت سے تاریخی

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ص۳۲ [2] تذکرہ کاملان رامپور

مواد استخراج کئے انہیں میں سے خاتم اجلۃ الفقہاء ہے۔ لے

اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل علوم کی تکمیل آپ سے کی۔

۱۔ علم قرآن، ۲۔ علم حدیث ۳۔ اصول فقہ ۴۔ فقہ جملہ مذاہب ۵۔ نحو ۶۔ جدل۔ ۷۔ تفسیر ۸۔ عقائد ۹۔ کلام۔ ۱۰۔ صرف ۱۱۔ معانی ۱۲۔ بیان ۱۳۔ بدیع ۱۴۔ منطق ۱۵۔ مناظرہ۔ ۱۶۔ فلسفہ ۱۷۔ تکسیر ۱۸۔ ہیئات ۱۹۔ حساب ۲۰۔ ہندسہ ٢ے

۴۔ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ :۔

حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ابن شاہ ظہور حسن ابن حضرت شاہ آل رسول ۱۹ر شوال مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء بروز جمعرات پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام مظہر علی ہے۔ حضرت شاہ آل رسول قدس سرہٗ ہر وقت آپ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ مدرسین خانقاہ برکاتی سے علوم و فنون حاصل کیا۔ مولانا شاہ محمد سعید بدایونی (م ۱۲۷۰ھ) مولانا فضل اللہ جالیسری (م ۱۲۸۳ھ) مولانا نور احمد بدایونی (م ۱۳۰۱ھ) مولانا ہدایت علی بریلوی (م ۱۳۲۲ھ) آپ کے مشہور اساتذہ میں تھے ۱۲ ربیع الاول کو اپنے دادا سے بیعت ہوئے۔ اور اجازت متعلقہ سے مشرف کئے گئے آپ اپنے وقت کے بہت مشہور شیخ طریقت تھے۔ آپ کا حلقۂ بیعت و ارشاد بہت وسیع تھا۔ حضرت میاں صاحب سے اعلیٰ حضرت نے علم جفر، علم تکسیر اور علم تصوف حاصل کئے۔ ٣ے

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں :۔

۱۲۹۶ھ میں حضرت (حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی) کا وصال ہوا

لے تذکرۂ علماء اہلسنت صہ ۲۵۲ ٢ے الاجازات المتینہ صہ ۳۵

٣ے تذکرۂ نوری ملخص

تو قبل وصال مجھے سیدنا شاہ ابوالحسین نوری اپنے ابن الابن ولیعہد وسجادہ نشین کے سپرد کیا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت وعلم تکسیر وعلم جفر وغیرہ میں نے حاصل کئے۔ [۱]

(۵)۔ شاہ آل رسول صاحب :۔

حضرت مخدوم شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ تیرھویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ سنہ ۱۲۰۹ھ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ اپنے بڑے چچا حضرت اچھے میاں اور والد ماجد حضرت شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہما کی آغوش شفقت ومحبت میں تربیت ونشوونما پائی۔ حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی حضرت مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتی میں ابتدائی درسیات پڑھی۔ فرنگی محل کے علماء حضرت ملا نور صاحب مولانا عبدالواسع صاحب سے تکمیل کی سنہ ۱۲۲۰ھ میں مخدوم شیخ العالم عبدالحق صاحب رودولوی کے عرس کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی۔ اسی سنہ [۲] میں حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے درس میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسل حدیث وطریقت کی سند مرحمت ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے آپ سے تصوف واذکار کی تعلیم حاصل کی۔

سفر حجاز :۔

اعلیٰ حضرت پہلی بار ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں سفر مکہ ومدینہ اپنے والد کے ساتھ کیا [۳] اعلیٰ حضرت نے خود تحریر فرمایا ہے کہ میں نے مکہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی ام ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۵ [۲] تذکرہ علماء اہلسنت ص ۲۲

[۳] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۵۵

سے تعلیم حاصل کی۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مکی (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

سے بھی علوم و فنون کی سندات حاصل کی۔ [۱]

اسناد :۔

اعلیٰ حضرت کو سند حدیث مسلسل تین راستوں سے حاصل ہوئی ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور تیسری امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل سے جنہوں نے ایک روز بعد نماز مغرب مقام ابراہیم پر آپ کا بازو پکڑ ا اپنے گھر لائے اور فرمایا۔ انی لاجد نور اللہ فی ھٰذا الجبین اور صحاح ستہ کی سند عطا کی۔ [۲]

حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ نے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دیگر علوم عطا کیا۔ [۳]

سند الفقہ مندرجہ ذیل ہے جسمیں ستائیس رابطوں سے امام اعظم تک سند پہنچتی ہے اور چار رابطوں سے امام اعظم کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

۱؎ الاجازات المتینہ ص۳۵ ص۳۹ ۲؎ حیات اعلیٰ حضرت ص۱۲

۳؎ تذکرہ علمائے ہند ص۱۵-۱۶

سند الامام في الفقه المنير مسلسلة بالحنفية الكرام او المفتين والمصنفين والمشائخ الاعلام

لي بحمد الله تعالى طرق كثيرة من اجلها الى روايته عن سراج البلاد الحرامية مفتي الحنفية بمكة المحمية
مولانا الشيخ عبد الرحمن السراج ابن عمي الاجل مولانا عبد الله السراج عن مفتي مكة سيدي جمال بن عبد الله بن عمر
عن الشيخ الجليل محمد بن عابد الانصاري المدني عن الشيخ يوسف بن محمد بن علاء الدين المزجاجي عن الشيخ عبد القادر
بن خليل عن الشيخ اسمعيل بن عبد الله الشهير بعلي زاده البخاري عن العارف بالله تعالى الشيخ عبد الغني
بن اسمعيل بن عبد الغني النابلسي وهو صاحب الحديقة الندية والمطالب الوفية والتصانيف الجليلة الزكية
عن والده مولف شرح الدرر والغرر عن شيخين جليلين احمد الشوبري وحسن الشرنبلالي محشي
الدرر والغرر وهو صاحب نور الايضاح وشرحيه مراقي الفلاح وامداد الفتاح والتصانيف الملاح
برواية الاول عن الشيخ عمر بن نجيم صاحب النهر الفائق والشمس الحانوتي صاحب الفتاوى والشيخ علي المقدسي شارح
نظم الكنز ورواية الثاني عن الشيخ عبد الله النحريري والشيخ محمد بن عبد الرحمن المسيري والشيخ محمد بن
احمد الحموي والشيخ احمد المحبي سبقهم عن الشيخ احمد بن يونس الشلبي صاحب الفتاوى عن سري الدين ابن
عبد البر بن الشحنة شارح الوهبانية عن الكمال ابن الهمام وهو المحقق حيث اطلق صاحب فتح القدير عن السراج قاري
الهداية عن علاء الدين السيرافي عن سيد جلال الدين الخبازي شارح الهداية عن الشيخ عبد العزيز
البخاري صاحب الكشف والتحقيق عن جلال الدين الكبير عن امام عبد الستار محمد بن الكردري عن الامام برهان الدين
صاحب الهداية عن الامام فخر الاسلام البزدوي عن شمس الائمة الحلواني عن القاضي ابي علي النسفي
عن ابي بكر محمد بن الفضل البخاري عن الامام ابي عبد الله السبذموني عن عبد الله بن ابي حفص البخاري عن
ابيه احمد بن حفص وهو الامام الشهير بابي حفص الكبير عن الامام الحجة ابي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني
عن الامام الاعظم ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ط

سند الحديث المسلسل بالاولية

من طريق الشيخ المحقق عبد الحق المحدث قدس سره

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين اما بعد فقد
حدثني السيد الامام الهمام قطب العالم حضرة الشيخ رضي الله تعالى عنه صابرا وهو اول حديث سمعته
منه قال حدثني السيد السند رحلة زمانه امام اوانه عمي وشيخي ومولائي مرشدي السيد آل احمد الملقب باچھے
ميان صاحب المارهروي قدس الله سره العزيز وهو اول حديث سمعته منه قال عن السيد النقي الامام التقي
الورع الكامل البارع الفاضل العارف بالله الاحد السيد الشاه حمزة بن السيد آل محمد البلگرامي
الحسيني الواسطي وهو اول حديث سمعته منه قال حدثني السيد طفيل محمد الاترولوي وهو اول حديث
سمعته منه قال حدثني السيد السند البارع الاكمل الافضل وحيد زمانه السيد مبارك
فخر الدين البلگرامي رحمة الله تعالى عليه وهو اول الخ قال حدثني الشيخ العالم العامل حاج
الحرمين الشريفين استاذ الشيخ ابو الرضا بن الشيخ اسمعيل الدهلوي احد احفاد الشيخ
عبد الحق الدهلوي سلمه ربه ورحمه الله عليه وهو اول حديث الخ قال حدثنا جدي استاذي
وشيخي افضل المحدثين الشيخ عبد الحق دهلوي رحمه الله عليه وهو اول الخ قال حدثنا الشيخ
الصالح الموفق عبد الوهاب بن فتح الله البروجي احد فقراء سيدي الشيخ عبد الوهاب المتقي رحمة
الله تعالى عليه وهو اول الخ قال حدثنا الشيخ الكبير محمد بن افلح اليمني وهو اول حديث الخ قال
حدثنا شيخنا امام وجيه الدين عبد الرحمن بن ابراهيم العلوي وهو اول الخ ثني شيخنا الامام
شمس الدين السخاوي القاهري وهو اول الخ ثني جماعة كثيرون اجلهم علما وعملا شيخي الاستاذ
الحجة الناقد شيخ مشائخ الاسلام حافظ العصر الشهاب ابو الفضل احمد بن علي العسقلاني

عمر ابن حجر رحمة الله عليه سماعا من لفظه بحفظه وهو اول الخ قال حدثني به جماعة كثيرون
منهم حافظ الوقت زين الدين ابو الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي وهو اول الخ اخبرني به عاليا
الشيخ شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد التدمري اجازة وهو اول حديث رويته عنه قال
وهو العراقي حدثنا به صدر الدين ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراهيم الميدومي اجازة وهو اول حديث
قال العراقي سمعته منه وقال التدمري حضرته عنده ثنا به النجيب ابو الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم
الحراني وهو اول الخ ثنا به الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي وهو اول الخ ثنا به ابو سعد
اسمعيل بن ابي صالح احمد بن عبد الملك النيسابوري وهو اول الخ ثنا به والدي ابو صالح
احمد بن عبد الملك المؤذن وهو اول الخ ثنا ابو طاهر محمد بن محمد بن محمش الزيادي وهو اول حديث
الخ ثنا به ابو حامد احمد بن محمد بن يحيى بن بلال البزار وهو اول الخ ثنا به عبد الرحمن بن بشر
بن الحكم وهو اول الخ ثنا به سفين بن عيينة وهو اول الخ من سفين عن عمرو بن دينار عن
ابي قابوس مولى عبد الله بن عمرو بن العاص عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم قال الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالى ارحموا من في الارض
يرحمكم من في السماء

سند الحدیث من طریق الشاہ عبد العزیز دھلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فقد حدثنی السید الامام العلام
قطب الزمان ما حضرۃ الشیخ رضی اللہ تعالی عنہ وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال حدثنی استاذی علم المحدثین مولانا شاہ
عبد العزیز دھلوی وھو الخ عن ابیہ ذی فضل الجام مولانا ولی اللہ وھو الخ قال حدثنی السید عمر من لفظہ
بحاذ ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الخ قال حدثنی جدی الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری وھو الخ قال
حدثنی یحیی محمد الشہیر بالشاوی وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال اخبرنا بہ الشیخ سعید بن ابراھیم الجزائری
الشہیر بقدورۃ قال وھو الخ قال اخبرنا بہ الشیخ المحقق سعید بن محمد المقری قال وھو الخ عن ابی الکامل احمد حجی الوھرانی
قال وھو الخ عن شیخ الاسلام العارف باللہ تعالی سیدی ابراھیم التازی قال وھو الخ قال قرأت علی المحدث الربانی
ابی الفتح محمد بن ابی بکر بن الحسین المراغی قال وھو اول حدیث قرأتہ علیہ قال سمعت من لفظ شیخنا زین الدین عبد الرحیم
بن الحسین العراقی قال ثنا وھو الخ قال حدثنا ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراھیم المیدومی البکری قال وھو الخ بمثل الحدیث سندا و
متنا قلت ولی فی الحدیث طریق تعالی احدھا حدثنی مولانا الاجل السید الشاہ ابو الحسین احمد النوری نور اللہ تعالی مرقدہ
المعنوی والصوری قال حدثنا افضل العلماء واورع الاتقیاء مولانا احمد حسن القنوجی المرادابادی وھو الخ
قال حدثنا بحدیث الرحمۃ المسلسل بالاولیۃ الشیخ الناسک احمد بن محمد الدمیاطی المشہور بابن عبد الغنی
وھو الخ بحضرۃ جمع من اھل العلم قال ثنا والد المعمر محمد بن عبد العزیز وھو اول الخ واجازۃ بجمیع مرویاتہ قال حدثنا بہ الشیخ
المعمر ابو الخیر بن عموس الرشیدی وھو اول الخ واجازۃ بجمیع مرویاتہ فی ربیع الاول سنۃ اثنین بعد الالف قال حدثنا بہ
شیخ الاسلام الشرف زکریا بن محمد الانصاری وھو الخ قال انبانا خاتمۃ الحفاظ الشہاب ابو الفضل احمد بن
علی بن حجر العسقلانی وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال اخبرنا بہ الحافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین
العراقی وھو اول حدیث سمعتہ منہ الی اخر الحدیث سندا ومتنا .

لباب الخمس

احوال ـــــ و ـــــ آثار

اعلیٰ حضرت نے اپنی جودت طبع اور ذکاوت فطری کی بناء پر ۱۳ سال ۱۰ مہینے اور پانچ دن کی مختصر مدت ہی میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے کمال و تمام فراغت حاصل کر لی تھی جیسا کہ خود فرماتے ہیں :۔

"وذلک لمنتصف شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ وانا ذلک ابن ثلث عشر عاما عشر شھر و خمسۃ ایام وفی ھذا التاریخ فرضت علی الصلوٰۃ وتوجہت الی الاحکام"۔ [1]

صرف اوقات

۱۔ کتب بینی
۲ ۔ فتاویٰ نویسی
۳ ۔ درس و تدریس
۴ ۔ تصنیف و تالیف
۵ ۔ عبادت و ریاضت
۶ ۔ خدمت سادات

کتب بینی :۔

اعلیٰ حضرت کے ذوق کتب بینی کا یہ حال تھا کہ ۲۴ گھنٹے میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے آرام فرماتے تھے بقیہ تمام وقت کتب بینی۔ تصنیف و تالیف اور دیگر خدمات دینیہ میں صرف فرماتے ۔ [2]

آپ کے مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس کتاب کو پڑھتے اول سے اخیر تک بالاستیعاب

---

[1] منظر المناقب ج اول ص ۳۲ [2] سوانح اعلیٰ حضرت صہ ۹۱

پڑھتے اور ایک ہی بار کے مطالعہ سے کتاب کے تمام مندرجات اور اس مالۂ و ماعلیہ پر حاوی ہو جاتے۔

ایک مرتبہ آپ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں "عقود الدریہ فی تنقیح فتاوے الحامدیہ" کا ذکر چل پڑا۔ حضرت محدث سورتی نے فرمایا کہ وہ کتاب میرے کتب خانہ میں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس وقت اسے دیکھا نہیں تھا۔ فرمایا— جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی نے کتاب لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دی اور یہ بھی فرمایا کہ ملاحظہ فرمانے کے بعد بھیج دیجئے گا۔ آپ کے یہاں کتابیں بہت ہیں اور میرے پاس تو گنتی کی یہی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں —

اعلیٰ حضرت کو اسی دن واپس آنا تھا۔ مگر ایک جاں نثار کی دعوت پر رکنا پڑا۔ آپ نے رات میں عقود الدریہ کی دو ضخیم جلدوں کا مطالعہ فرمالیا۔ دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد بریلی کا قصد فرمایا لیکن عقود الدریہ کو سامان میں رکھنے کی بجائے محدث صاحب کے یہاں واپس بھجوا دی اس واقعہ کے بعد محدث صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ کیا میری اتنی سی گذارش پر کہ "مطالعہ کے بعد کتاب واپس فرما دیں گے" آپ کو اتنا ملال ہوا کہ آپ کتاب ابھی واپس کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کل ہی جانا ہوتا تو بریلی لے جاتا لیکن جب رک گیا تو شب میں اور صبح میں پوری کتاب دیکھ ڈالی۔ اب لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ محدث صاحب نے فرمایا کیا ایک مرتبہ دیکھنا کافی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک جہاں کی عبارت چاہوں گا فتاویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کیلئے محفوظ ہو گیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۸-۳۹)

اعلیٰ حضرت کے وسعت مطالعہ کا اندازہ آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ سے بہ خوبی ہو جاتا ہے۔

مثلاً آپ نے سماع موتیٰ کے جواز میں جو فتویٰ دیا اس میں ۲۵۷ کتابوں سے حوالے پیش کئے۔

اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ کا جب خطبہ لکھا تو نوے[۹۰] کتابوں کے ناموں کو اس صنعت کے ساتھ لکھا کہ وہی اسماء خطبہ بن گئے۔ اس سے دو باتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ عربی لسانیات پر اس درجہ آپ کو قدرت تھی کہ جس لفظ کو چاہتے اپنے مطلب کے لئے استعمال کر لیتے

دوسرے یہ کہ وہ نوے کتابیں جو صرف فقہی احکام پر مشتمل ہیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ سب آپ کی نگاہوں سے گذر چکی تھیں۔ بلکہ ان کے مضامین پر ذہن کی گرفت اتنی سخت تھی کہ کوئی بھی گوشہ آپ کے حاشیۂ خیال سے اوجھل نہیں تھا۔ اس سے آپ کے وسعت مطالعہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

خطبہ مندرجہ ذیل ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر[۱]، والجامع الکبیر[۲] لزیادات[۳] فیضہ[۴]، المبسوط[۵] الدرر[۶] الغرر[۷] بہ الھدایہ[۸]، ومنہ البدایہ[۹]، والیہ النہایہ[۱۰] بحمدہ الوقایہ[۱۱]، والنقایہ[۱۲]، الدرایہ[۱۳]، وعین العنایہ[۱۴]، وحسن الکفایہ[۱۵]، والصلوٰۃ والسلام[۱۶] علی الامام الاعظم المرسل الکرام مالکی[۱۷]، وشافعی[۱۸]، احمد[۱۹] الکرام، یقول الحسن بلا توقف محمد[۲۰]، الحسن[۲۱]، ابو یوسف[۲۲]، فانہ ارصل[۲۳]، المحیط[۲۴]، لکل فضل بسیط[۲۵]، ووجیز[۲۶] و وسیط[۲۷]، البحر الزخار[۲۸] والدر المختار[۲۹] وخزائن الاسرار[۳۰] وتنویر الابصار[۳۱] ورد المحتار[۳۲] علی مسخ الغفار[۳۳]، وفتح القدیر[۳۴]، وزاد الفقیر[۳۵]، وملتقی الابحر[۳۶] ومجمع الانہر[۳۷]

وکنز الدقائق[۳۸]، وتبیین الحقائق[۳۹]، والبحر الرائق[۴۰]، منہ یستمد کل نہر فائق[۴۱]، فیہ المنیہ[۴۲]
وبہ الغنیہ[۴۳]، ومراقی الفلاح[۴۴]، وامداد الفتاح[۴۵]، والایضاح[۴۶] اصلاح[۴۷]، ونور الایضاح[۴۸]
وکشف[۴۹]، المضمرات[۵۰]، وحل المشکلات[۵۱]، والدر المنتقی[۵۲]، وینابیع المبتغی[۵۳]، وتنویر البصائر[۵۴][۵۵]
ورزواہر الجواہر[۵۶]، البدائع[۵۷]، النوادر[۵۸]، المنزہ وجوباً عن الاشباہ[۵۹]، والنظائر[۶۰] مغنی
السائلین، ونصاب المساکین[۶۱]، الحاوی القدسی[۶۲]، لکل کمال وقدسی[۶۳] والسمی الکافی
والوافی[۶۴]، الشافی[۶۵]، المصفی[۶۶] المصطفی، المستصفی[۶۷]، المجتبی[۶۸]، المنتقی[۶۹] الصافی، عدۃ[۷۰]
النوازل[۷۱]، وانفع الوسائل[۷۲]، لاسعاف السائل[۷۳]، بعیون المسائل[۷۴]، عمدۃ الاواخر[۷۵]
وخلاصۃ الاوائل[۷۶]، وعلی آلہ وصحبہ واہلہ وحزبہ[۷۷] مصابیح الدجی، ومفاتیح
الہدی[۷۸]، لاسیما الشیخین[۷۹]، الصاحبین[۸۰]، الآخذین من الشریعۃ والحقیقۃ
بکلا الطرفین[۸۱]، والختنین الکریمین کل منہما نور العین[۸۲]، ومجمع البحرین[۸۳]، وعلی
مجتہدی ملۃ وائمۃ امۃ[۸۴] خصوصاً الارکان الاربعہ، والانوار اللامعہ[۸۵]،
وابنہ الاکرم الغوث الاعظم ذخیرۃ الاولیاء[۸۶]، وتحفۃ الفقہاء[۸۷]، وجامع
الفصولین[۸۸]، فصول الحقائق، والشرع المہذب، بکل زین وعلینا معہم وبہم
ولہم یا ارحم الراحمین آمین آمین والحمد للہ رب العلمین[۱]

فتاوی کے اکثر جوابات میں بے شمار کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ مجموعی طور سے دیکھا جائے تو ہزاروں کتابیں اعلیٰ حضرت کے مطالعہ سے گذر چکی ہیں۔ اس لئے کہ جو ایک ہزار سے زیادہ کتابوں کا مصنف ہوگا یقیناً وہ اس سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوگا۔

فتاوی نویسی :-

اعلیٰ حضرت کو فقہ اسلامی میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ کے فقیہ ہونے کا اعتراف عالم اسلام کی متعدد شخصیتوں اور قابل اعتماد علمائے کرام نے کیا ہے خصوصین

۱؎ فتاوی رضویہ ج اول ص ۲۳

کے ساتھ ہندوستان اور حجاز مقدس میں آپ کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت نے ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء سے مسند افتاء کی ذمہ داری سنبھالی[1] اور تاحیات عمر تک اس منصب پر فائز رہے۔ آپ کی بارگاہ میں ہندوستان کے علاوہ عرب، افریقہ اور ایشیا کے بیشتر ممالک سے سوالات بصورت استفتاء آتے رہتے تھے جن کے تحقیقی جوابات حوالہ جات کی توضیح و صراحت کے ساتھ مستفتی کو بھیج دیئے جاتے تھے۔

آپ کے فتاویٰ کو دیکھنے کے بعد مکہ معظمہ کے ایک مشہور فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام نے لکھا:۔

واللہ اقول والحق اقول انہ لو رأھا (فتاویہ) ابوحنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب [2]

اعلیٰ حضرت سے استفتاء کرنے والے مشاہیر علماء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تفصیل
۱	ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری	فتاوائے رضویہ جلد اول ص ۶
۲	مولانا سید ابراہیم صاحب بلگرامی	〃 〃 ۲۴
۳	مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی	〃 〃 ۲۱۵
۴	مولانا سلطان احمد خاں صاحب	〃 〃 ۳۱۶
۵	مولانا سید شاہ نور عالم صاحب کاسگنج ایٹہ	〃 〃 ۵۸۲
۶	مولانا محمد حسین صاحب	〃 دوم 〃 ۱

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۷   [2] الاجازات المتینہ ص ۹

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تفصیل
۷	مولانا ضیاء الدین صاحب لکھنوی	فتاوے رضویہ جلد دوم ص ۳۴
۸	مولانا محمود الحسن صاحب سہسرام	〃 〃 〃 ۳۶
۹	مولانا حفیظ الدین صاحب	〃 〃 〃 ۴۱
۱۰	مولانا عبد الحمید صاحب پانی پت	〃 〃 〃 ۵۷
۱۱	مولانا سلیم اللہ صاحب لاہور	〃 〃 〃 ۱۴۹
۱۲	مولانا ضیاء الدین صاحب پٹنہ	〃 〃 〃 ۱۶۹
۱۳	مولانا رضا علی صاحب نقشبندی بہار	〃 〃 〃 ۲۲۱
۱۴	مولانا عبد الخالق صاحب حیدر آباد	〃 〃 〃 ۲۵۲
۱۵	مولانا برہان الحق صاحب	〃 〃 〃 ۴۱۶
۱۶	مولانا عبد العزیز صاحب لاہور	〃 〃 〃 ۴۲۶
۱۷	مولانا سید عبد الغفار صاحب بنگلور	〃 〃 〃 ۴۳۷
۱۸	مولانا عبد المقتدر صاحب اسلام آباد	〃 〃 〃 ۴۹۴
۱۹	مولانا احمد مختار صاحب میرٹھ	〃 〃 〃 ۴۹۷
۲۰	مولانا مشتاق احمد صاحب اجمیر	〃 ۵ 〃 ۲۷۰
۲۱	مولانا عبد العلی صاحب لکھنؤ	〃 〃 〃 ۳۲۲
۲۲	مولانا ابو الخیر صاحب بنارس	〃 〃 〃 ۴۰۶
۲۳	مولانا سید شاہ ابو الحسین نوری حضرت صاحب مارہرہ	〃 〃 〃 ۴۵۳
۲۴	مولانا عبد الواحد صاحب	〃 〃 〃 ۵۹۹
۲۵	مولانا سید سلیمان اشرف صاحب	〃 〃 〃 ۶۴۸
۲۶	مولانا عبد اللہ صاحب علی گڑھ	〃 〃 〃 ۶۴۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تفصیل
۲۷	مولانا ضیاء الاسلام صاحب جامع مسجد آگرہ	فتاوے رضویہ جلد ۵ ص ۶۷۷
۲۸	مولانا سید روشن علی صاحب	" " " ۶۸۳
۲۹	مولانا احمد بخش صاحب	" " " ۶۸۶
۳۰	مولانا سید سلیمان اشرف (پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)	

اعلیٰ حضرت سے استفتاء کرنیوالے چند شہروں کے نام

۱- میرٹھ	(یوپی)	۱۲- خیرآباد (سیتاپور)	یو۔پی	۲۳- شیش گڈھ	یو۔پی
۲- بجنور	"	۱۳- نینی تال	"	۲۴- ہردوئی	"
۳- سرولج	"	۱۴- اعظم گڈھ	"	۲۵- آگرہ	"
۴- بریلی	"	۱۵- جونپور	"	۲۶- غازیپور	"
۵- بلندشہر	"	۱۶- رائے بریلی	"	۲۷- جہلم	"
۶- علی گڈھ	"	۱۷- سہسوان	"	۲۸- خیرآباد	"
۷- فرخ آباد	"	۱۸- مارہرہ مطہرہ	"	۲۹- ملیح آباد	"
۸- شاہجہاںپور	"	۱۹- بنارس	"	۳۰- بستی	"
۹- لکھنؤ	"	۲۰- بارہ بنکی	"	۳۱- فتح پور	"
۱۰- پیلی بھیت	"	۲۱- اٹاوہ	"	۳۲- الٰہ آباد	"
۱۱- غازی آباد	"	۲۲- بلیا	"	۳۳- جھانسی	"

۳۴- سرہند شریف	یو۔پی	۵۵- ہگلی	بنگال	۷۶- جبلپور	ایم پی
۳۵- مبارکپور اعظم گڑھ	"	۵۶- موڑہ	"	۷۷- جاورہ	"
۳۶- بہرائچ	"	۵۷- دیناجپور	"	۷۸- رائے پور	"
۳۷- مرزاپور	"	۵۸- جیرہ	"	۷۹- بھوپال	"
۳۸- شیوائی	"	۵۹- کلکتہ	"	۸۰- سرگجا	"
۳۹- مئو	"	۶۰- سلہٹ	"	۸۱- چتوڑگڈھ	راجستھان
۴۰- فیض آباد	"	۶۱- نورکھائی	"	۸۲- اودے پور	"
۴۱- دربھنگا	بہار	۶۲- پانپا	"	۸۳- جے پور	"
۴۲- گیا	"	۶۳- چوبیس پرگنہ	"	۸۴- اجمیر شریف	"
۴۳- پٹنہ	"	۶۴- ڈھاکہ	بنگلہ دیش	۸۵- ماروار	"
۴۴- سیتامڑھی	"	۶۵- فریدپور	"	۸۶- جالندھر	پنجاب
۴۵- رام پور	"	۶۶- چاٹگام	گجرات	۸۷- امرتسر	"
۴۶- سہسرام	"	۶۷- کاٹھیاواڑ	"	۸۸- فیروزپور	"
۴۷- داناپور	"	۶۸- احمد آباد	"	۸۹- لاہور	"
۴۸- پورنیہ	"	۶۹- پنچ محل	"	۹۰- راولپنڈی	"
۴۹- مظفر پور	"	۷۰- بھڑوچ	"	۹۱- پانی پت	"
۵۱- بھاگلپور	"	۷۱- سورت	"	۹۲- شیرپور	"
۵۱- ڈالٹن گنج	"	۷۲- ساہیوال	"	۹۳- گجرات	"
۵۲- روہتاس	"	۷۳- بڑودہ	"	۹۴- کٹک	اڑیسا
۵۳- شاہ آباد	"	۷۴- اندور	ایم پی	۹۵- جوہرکوٹ بارتھان	
۵۴- رانچی	"	۷۵- ناگپور	"		بلوچستان

۹۶- حیدرآباد	اے پی	۱۱۰- گورگاؤں	۱۲۴- ٹھاکردوارہ
۹۷- میسور	کرناٹک	۱۱۱- برار	۱۲۵- ہوشنگ آباد
۹۸- بمبئی	مہاراشٹر	۱۱۲- گلگٹ جوئنال	۱۲۶- فیروزپور
۹۹- جورہاٹ	آسام	۱۱۳- انگو	۱۲۷- مان بھوم
۱۰۰- گولہ گھاٹ	"	۱۱۴- جوناگڈھ	۱۲۸- نوگاؤں
۱۰۱- مام پور	پاکستان	۱۱۵- بلندشہر	۱۲۹- بھیکم پور
۱۰۲- ہزارہ	"	۱۱۶- مین پور	۱۳۰- باسیر
۱۰۳- فریدپور	بھاولپور	۱۱۷- جاگل	۱۳۱- باری سال
۱۰۴- غائر	ملک متوسط	۱۱۸- پرتسگال	۱۳۲- رنگون
۱۰۵- اوجین		۱۱۹- ہمسہ پور	۱۳۳- مان پور
۱۰۶- گوالیار		۱۲۰- دہلی	۱۳۴- خان پور
۱۰۷- سہاور		۱۲۱- احمدنگر	۱۳۵- بیوار
۱۰۸- نجیب آباد		۱۲۲- کھیری	۱۳۶- ٹہرہ
۱۰۹- رہتک		۱۲۳- ملتان	۱۳۷- ڈیرہ غازی خاں

فتاویٰ نویسی کی زبان :-

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں جس زبان میں استفسار کیا جاتا تھا اسی زبان میں فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی نے منظوم سوال کیا تو جواب بھی منظوم ہی دیا ہے۔ منظوم جواب میں سوال جس بحر میں ہے جواب کے لئے بھی اسی بحر کا اہتمام کیا گیا ہے جس سے زبان پر قدرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے مندرجہ ذیل زبانوں میں فتویٰ

دیئے گئے ہیں۔

۱۔ اردو نثر و نظم ۲۔ فارسی ۳۔ عربی ۴۔ انگریزی

تفصیلات ملاحظہ فرمائیں :۔

مسئلہ :۔ مسئولہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی

عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال ★ دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا ★ تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے ★ بے ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سبکدوشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب ★ چاہئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقین ★ فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرطا ہیں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا ★ اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہئے ★ نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ صادق ہو سنا قرآن کو ★ ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بہ یفتی علیہ الاعتماد ★ شامی از فیض نہر واللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ★ صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت ★ فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں ★ جز ادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بے کار ہے ★ آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے
قلتہ اخذا من التعلیل فی امر الصلوٰۃ ★ ولھو بحث ظاھر والعلم حق للالٰہ

مسئلہ :۔ از کراچی بندر گاڑی خانہ، رام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق

۱؎ فتاوی رضویہ ج سوم ص ۶۶۴، ۶۶۵

نقشبندی بہ روز سہ شنبہ ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت اس طرح لکھی ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" الہنا محمد وھو معبود جل شانہ وعز برہانہ ورسولنا محمد وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم "

ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے۔ اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلام محمول کیا جائے۔ جب تک کہ اس کا خلاف ثابت نہ ہو ــ پہلے جملہ میں محمّد بہ فتح میم کیوں پڑھا جائے۔ محمِّد بہ کسر میم پڑھا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم بار بالوجہ کثرت حمد و ثناء کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمِد ہے۔ بار بار بکثرت ان کی مدح و تعریف فرمانے والا اب یہ معنی صحیح ہوگیا اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد لیں یعنی ہمارا رب عزوجل بار بار بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی کفر نہ رہے گا۔ مگر اب صرف نیت کا فرق ہوگا۔ بہر حال ناجائز ہونے میں شبہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے :ــ

" مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع ــــ مصنف کو توبہ چاہیئے

اور اسے تنبیہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

مسئلہ - از بیرہ ڈاکخانہ مہنجہ رامپور موضع سات ہیلہ مسئولہ رجب علی صاحب بروز شنبہ تاریخ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ چند مولویان معہود بمکان شخص کہ ازوے کارے خلاف شرع سرزد شدہ بود یعنی بازن مغلظہ خود تا مدت دو سہ ماہ باعیش ازواج اوقات بسر برد بوجہ علم بلا تعمل وتنبیہ ختم خوانی کردہ طعام خوری نمودند ازیں جہت شخصے معتبر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مریدان جناب شاہ عبداللطیف شہنوی است وجناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع اورا تاکید بسیار نمودہ واو برائے تعمیل درشان جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف ومعاملات دنیوی فیصلہ می کند وفی الحال در کار شرع بسیار مستحکم ومستقیم است ترا گفتہ کہ مولویان این زمان درایدہ برگین دھان انگتند [2] ومیان حلال وحرام تمیز نہ کنند پس دریں صورت شخصے موصوف موافق شرع کافر شود یا نہ یا بروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یا نہ، اگر شرعاً کافر نہ شود کسے اورا کافر گوید چہ حکم۔ بینوا بالسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب

الجواب

کسیکہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت ونزد زنا شوئی باخت بجائے خود بزہ کار است وباچنیں گناہ کاراں معاملہ پیشوایان این مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند وہم بدرشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویاں کہ بہ خانۂ او ختم خواندند وچیزے خوردند گناہے نہ کردند کسیکہ

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ششم قلمی ص ۶۶۷ [2] ھکذا فی السوال

آناں رابہ الشان الفاظ بدیاد کرد چیزے شنیع آورد با حکم خاص بر آناں نہ خود بلکہ عام مولویان ایں زمان شاعنش از حد گزشت تکفیر او نشاید کرد اما تجدید اسلام و نکاح سزد کہ باید و آنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار از حد بیروں بردہ است او را نیز توبہ باید "واللہ تعالیٰ اعلم" [1]

مسئلہ:۔ از پوسٹ کانت فقیر ہاٹ مدرسہ اسلامیہ کالا آپل چاٹگام۔ مرسلہ۔ وحید اللہ صاحب ۱۷ ربیع الاول شریف ۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ھٰذہ المسئلۃ ان رجلاً اخا الجھل قال لمعلم العلوم العربیہ اعنی المبادی والمقاصد ما انت الا بشر مثلنا فقال لہ ان کان الامر کذلک فما اصنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلاً فاجاب لہ یا راعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضاً اعتقد ان اللہ یغفر ویدخل الجنۃ من یشرک بہ لمن یشاء فذکر العالم شیئاً من ایۃ القرآن والاحادیث الصحیحۃ فقال ھٰذا الیس بشیء ففی الصورۃ المسئولہ ھل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا

من قال واعتقد ان تارک الصلوٰۃ کافر فالقائل ھل ھو خارج عن مذھب ابیحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ام لا۔ بینوا توجروا

الجواب

اما ما خاطب بہ العالم فھو من جھلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید اللائق بحالہ الزاجر لہ ولامثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق عالم وذو الشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط وما قولہ ان اللہ

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۶۔

یغفر لمن یشرک بہ لمن یشاء۔ فمخالف للقرآن العظیم قال اللہ عزوجل "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء" وما قولہ الآیات القرآن العظیم والاحادیث "ھذا الیس بشئ" فلیس بشئ الا الکفر الجلی تجری بہ علیہ احکام المرتدین فعلیہ ان یسلم واذا اسلم فلیجد نکاحہ برضا المرءۃ وان لم ترض فلھا الخیار تعتد وتنکح من تشاء واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الحکم بالکفر علی تارک الصلوٰۃ وارد فی صحاح الاحادیث وعلیہ جمہور الصحابہ والتابعین ولیست المسألۃ فقہیۃ بل کلامیۃ فیھا اھل السنۃ قدیما فمن قال باحد القولین لا یخرج بہ عن الحنفیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۱]

---

[۱] فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۳۰۴۷، ۴۸۴۷

Rangoon
The 19th May 1908
To

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque
Mohalla Saudagran
Barailly United Provinces.

Honoured Sir

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion The facts are briefly thus. There is a chulia Mosque in Moving Loulay Street at there place there are five duly elected trusted or Motawllies who manage the affairs of the said mosque according to schems fremed by the Chief Court of lawer Barma. The trustees are given the power of dispensing with the Imam, Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the the discharge the trustees filed a suit in the chief ccurt of lower Barma for a declaretion that the discharge of the Imam may be confirmed that inspite of his misconduct they have no power to discharge

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam whan they fined if necessary to do so, This is a vital point which is at present Ingaging the attention of the ieading member of the Chulia Sunni Mohammedan Community and we shall thank you very much if you can sand your Fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipetion. we beg to remain Honoured Sir.

Your most obedients & humble Followers

M. Quadir Ghani.
President, The Medras Muslim Association,
No 37, Tocakey Mig Louley Street,

الجواب

Baraílly
The 28th of May, 1908.

To

Mr. Quadir Ghani,
President, The Madras Mulim Association.

Sir,

with referance to your letter dated the 9th of May 1908 I send my Fatwa for your perusal .

The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of share for him to be dismissed

wide lisonal Hukkom Printed almisr (egipt) page 123.

فی فتاوی قاضی خاں اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فلمتولی ان یعزله ویولی غیره وان کان للمعذور نائب ۔

Translation :- There is a Fatwa Qazi khan, when an Imam or Muazzin may have some certain business which may be cause of six months absence from the Mosque, not with standing. he may have given som person for him to act. At such opportunity trustees can discharge him and may astabiish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and shami printed constantipls Volume 3 page 639

و تقدم مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر

Translation :- Birizoda has said that the Books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the Mosque the trustee has no nead of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any higher officer or Governer because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohammedan Governor, although the same Motawallis or trustees may have been fixed by the some Mohammedan Governor.

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copied from the Fawa of Imam Rashiduddin.

لایملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ؕ ولو من قبلہ

Translation :— A Qazi can not interfare a waqf in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi. Hamwi Sharhe Ashbah printed Lucknow Page 179 ccpied from Fatwa Zahiruddin.

قاضی البلد اذا نصب رجلاً متولیًا للوقف بعد ما قلدہ الحاکم للحکومۃ فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتّٰی لا یملك الاجازۃ ولا غیرھا

Translation :— A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now the king has no connaction with the waqf nor has he any power of its contract etc

Another style from lisonal Hukum copied from Fatwa Imam wabri.

لاتدخل ولایۃ السلطان علی ولایۃ المتولی فی الوقت

Translation :- A king can not interfare a waqf against a trustee's authcrities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the

schemes of "Shara" as a Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Shara" or there may be found in him some thing wich may be the cause of abborrance wich decreeses number of people at prayers or he may be disobadient against the maneging rules of affairs of the mosque or assambly of persone at prayers or there may be somthing such in him:otherwise he will not be discharged without fault.

See Raddul Muhtar constant in ople Volume 3 page 597:-

قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفة فی جنحة وقف بغیر جنحة وعدم اھلیة

Translation ;- It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any receivers of a salery of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امربرقم عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم [1]

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۳۱۱

درس و تدریس

علماء کے فرائض و اعمال میں تصنیف و تالیف، وعظ و تقریر، پند و نصیحت اور رشد و ہدایت و ارشاد کے علاوہ درس و تدریس بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ منعطف فرمائی۔ ابتداءً تدریس کی جانب زیادہ میلان تھا کیونکہ بریلی میں اہلسنت و جماعت کا کوئی مدرسہ نہ تھا۔ صرف اعلیٰ حضرت کی ذات واحد مرجع طلبہ و علماء تھی۔ پھر جب آپ کے فضل و کمال کا شہرہ ہوا تو دوسرے اضلاع اور صوبجات کے تشنگانِ علوم بھی آپ کی بارگاہ میں آ آ کر علم و دانش و عرفان و آگہی کے اس چشمہ صافی سے بہ قدر حوصلہ و ظرف سیراب ہوئے ۔ مائل بہ کرم ساقی کمال فیاضی کے ساتھ قطرہ طلب کرنے والے کو دریا بخش رہا تھا اور کلی کلی کو ترسنے والے اس چمنستان علوم میں پہنچ کر گلستان بکنار ہو رہے تھے لیکن اس کی حیثیت کسی مروجہ درسگاہ کی نہیں تھی۔ جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر فارغ التحصیل کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ آنے والے طلبہ اور فارغ ہونے والے علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج نہیں تھے اسی لئے اعلیٰ حضرت کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں کی جا سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ مشاہیر شاگردوں کے نام سوانح تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جن سے استفادہ کیا گیا ہے[1]

تصنیف و تالیف :-

اعلیٰ حضرت کے تصانیف و تالیفات کا دوسرے مصنفین اور مؤلفین سے

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۳۸

موازنہ کرتے پر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ نہ صرف ان کے دور میں بلکہ اس سے پہلے کے ادوار میں بھی کثرت تصانیف کے لحاظ سے آپ بلا شبہ نادر روزگار تھے۔ ایک متحرک تحقیقی ادارہ کا کام آپ نے تنہا انجام دیکر اپنی جامع شخصیت کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

آپ نے ایک اندازہ کے مطابق ۵۰ سے زائد فنون پر تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں تصانیف کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تفسیر

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱	انباء الحی ان کتابه المصون تبیان لکل شیئ	عربی	۱۳۲۶	اہلسنت بریلی
۲	حاشیہ تفسیر بیضاوی	"		
۳	حاشیہ تفسیر خازن	"		
۴	حاشیہ الدر المنثور	"		
۵	حاشیہ عنایۃ القاضی	"		
۶	حاشیہ معالم التنزیل	"		
۷	الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی	"		
۸	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	اردو	۱۳۳۵	اہلسنت وجماعت مرادآباد
۹	الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام		۱۳۱۵	
۱۰	الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ		۱۳۳۹	
۱۱	تفسیر باء بسم اللہ	عربی		مکتبہ رضویہ کراچی

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۲	تفسیر بر کنز الایمان	عربی		
۱۳	النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحه	"	۱۳۱۵	
۱۴	تفسیر سورۂ والضحیٰ	"		
۱۵	نائل الراح فی فرق الریح والریاح	"		
۱۶	انوار الحکم فی معانی میعاد واستجب لکم	"		
	اصول تفسیر			
۱۷	حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی	"		
	رسم خط قرآن			
۱۸	جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن	"		
	حدیث			
۱۹	حاشیہ صحیح بخاری	"		
۲۰	حاشیہ صحیح مسلم	"		
۲۱	حاشیہ جامع ترمذی	"		
۲۲	حاشیہ سنن نسائی	"		
۲۳	" سنن ابن ماجہ	"		
۲۴	" تیسیر شرح جامع صغیر	"		
۲۵	" مسند امام اعظم	"		

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۲۶	حاشیہ کتاب الحج	عربی		
۲۷	،، کتاب الآثار	،،		
۲۸	،، شرح معانی الآثار	،،		
۲۹	،، سنن دارمی	،،		
۳۰	،، خصائص کبریٰ للسیوطی	،،		
۳۱	،، کنز الاعمال	،،		
۳۲	،، ترغیب وترہیب	،،		
۳۳	،، القول البدیع للسخاوی	،،		
۳۴	،، نیل الاوطار للشوکانی	،،		
۳۵	،، المقاصد الحسنہ	،،		
۳۶	،، عمدۃ القاری شرح بخاری	،،		
۳۷	،، فتح الباری ،،	،،		
۳۸	،، ارشاد الساری ،،	،،		
۳۹	،، جمع الوسائل فی شرح الشمائل	،،		
۴۰	،، فیض القدیر شرح جامع صغیر	،،		
۴۱	،، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ	،،		
۴۲	،، موضوعات الکبیر	،،		
۴۳	،، اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	،،		
۴۴	،، التعقبات علی الموضوعات	،،		
۴۵	،، ذیل المدعا لاحسن الوعاء	اردو	۱۳۰۷	

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۴۶	حاشیہ اشعتہ اللمعات	فارسی		
۴۷	القیام المعود تنقیح المقام المحمود	عربی		
۴۸	ابناء الحذاق بمسلک النفاق	"	۱۳۰۹	
۴۹	تلالو الافلاک بجلال حدیث لولاک	"	۱۳۰۵	
۵۰	سمع وطاعہ فی احادیث الشفاعہ	اردو		
۵۱	الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ	"		
۵۲	اسماء الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	عربی اردو		

اسانید حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۵۳	الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ	عربی	۱۳۲۳	
۵۴	الاجازات المتینہ لعلماء مکۃ والمدینہ	"	۱۳۲۴	
۵۵	النور والبہانی اسانید حدیث و سلاسل اولیاء اللہ۔	"		

اصول حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۵۶	مدارج طبقات الحدیث	عربی		
۵۷	الافادات الرضویہ	"		
۵۸	حاشیہ فتح المغیث	"		
۵۹	شرح نخبتہ الفکر (حاشیہ)	"		
۶۰	الہاد الکاف فی حکم الضعاف	اردو	۱۳۱۳	

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۶۱	الفضل الموہبی فی معانی اذا صح الحدیث فہو مذہبی	اردو	۱۳۱۳	
	اسماء الرجال			
۶۲	حاشیہ تقریب التہذیب	عربی		
۶۳	" تہذیب التہذیب	"		
۶۴	" الاسماء والصفات	"		
۶۵	" الاصابہ فی معرفت الصحابہ	"		
۶۶	" تذکرۃ الحفاظ	"		
۶۷	" میزان الاعتدال	"		
۶۸	" خلاصہ تہذیب الکمال	"		
	جرح وتعدیل			
۶۹	حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال	"		
۷۰	" العلل المتناہیہ	"		
	تخریج احادیث			
۷۱	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب			
۷۲	البحث الفاحص فی طرق احادیث الخصائص		۱۳۰۵	

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
		عربی	الروض البہیج فی آداب التخریج	۷۳
		"	حاشیہ نصب الروایہ لتخریج احادیث الہدایہ	۷۴

لغت حدیث

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
		"	حاشیہ مجمع بحار الانوار	۷۵

عقائد و کلام

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
	۱۳۲۰	"	المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد	۷۶
	۱۲۹۰	"	السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور	۷۷
		"	حاشیہ شرح فقہ اکبر	۷۸
قادریہ لاہور		"	" شرح مواقف	۷۹
"		"	" شرح مقاصد	۸۰
اہلسنت بریلی		"	منتہی التفصیل فی بحث التفضیل	۸۱
"	۱۳۲۱	"	صمصام القیوم علی تاج الندوۃ عبد القیوم	۸۲
حسنی پریس بریلی	۱۳۰۵	"	صمصام حدید بر کولی بے قید عدو تقلید	۸۳
	۱۳۱۸	عربی اردو	آمال الابرار و آلام الاشرار	۸۴
	۱۳۲۳		ابرار المجنون من انتہاکہ علم المکنون	۸۵
	۱۳۰۰		البشری العاجلہ من تحف آجلہ	۸۶
	۱۳۲۶		الجلاء الکامل لعین نضاۃ الباطل	۸۷

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۸۸	حل خطاء الخط		۱۳۸۸	
۸۹	حاشیہ حدیقہ ندیہ			
۹۰	حاشیہ خیالی علی شرح العقائد			
۹۱	الضمام الالہٰی علی عمائد الشرب الوہی			
۹۲	ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والہدایہ		۱۳۸۵	
۹۳	حاشیہ الصوائق المحرقہ			
۹۴	حاشیہ عقاید عضدیہ			
۹۵	مالی الجیب بعلوم الغیب		۱۳۱۸	
۹۶	حاشیہ مسامرہ و مسایرہ			
۹۷	حاشیہ مفتاح السعادۃ	اردو		
۹۸	انبائے حرمین کا تازہ عطیہ	"	۱۳۲۸	اہلسنت بریلی
۹۹	الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ	"	۱۳۰۶	حسنی پریس بریلی
۱۰۰	الاہکال بفیض الاولیاء بعد الوصال	"	۱۳۰۳	مطبع بمبئی
۱۰۱	الطاری الداری علی ہفوات عبد الباری	"	۱۳۱۳	مطبع اہلسنت
۱۰۲	الاستمداد علی اجیال الارتداد	"	۱۳۳۷	"
۱۰۳	امور عشرین امتیاز عقائد سنیین	"		
۱۰۴	اکمال الطامہ	"		رضویہ کتب خانہ بریلی
۱۰۵	انتصار الہدی من شعوب الہوی	"		"
۱۰۶	ازاحۃ العیب بسیف الغیب	اردو	۱۳۳۵	حسنی پریس بریلی

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۰۷	پیکان جانگداز برجان مکذبان بے نیاز	اردو	۱۳۲۷	حسنی پریس بریلی
۱۰۸	التحبیر بباب التدبیر	"	۱۳۰۵	رضوی کتب خانہ بریلی
۱۰۹	ترجمۃ الفتوے وجد عدم البلوی	"	۱۳۱۷	حسنی پریس
۱۱۰	تمہید ایمان بآیات قرآن	"	۱۳۲۶	انجمن اشرفی دار المطالعہ
۱۱۱	ترجمۃ الفتوی سابعۃ الدہوی	"	۱۳۱۷	اہلسنت بریلی
۱۱۲	تحقیقات قادریہ	"		حنفیہ پٹنہ
۱۱۳	الجزاء المہیا لغلمۃ کنہیا	"	۱۳۲۰	اہلسنت بریلی
۱۱۴	جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ	"	۱۳۱۶	"
۱۱۵	حیات الموات فی بیان سماع الاموات	"	۱۳۰۵	اہلسنت بریلی
۱۱۶	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	"	۱۳۱۶	"
۱۱۷	حجب العوار عن مخدوم بہار	"	۱۳۲۹	
۱۱۸	خلص فوائد فتوے	"	۱۳۱۷	گلزار حسنی
۱۱۹	خلاصہ فوائد فتوے	"	۱۳۲۴	اہلسنت بریلی
۱۲۰	خالص الاعتقاد	"	۱۳۲۸	رضا برقی پریس
۱۲۱	دوام العیش فی الائمۃ من قریش	"	۱۳۳۱	حسنی پریس
۱۲۲	دامان باغ سبحٰن السبوح	"	۱۳۲۶	شاہی پریس لکھنؤ
۱۲۳	دفعۃ الباس علی حامد الفاتحہ والفلق والناس	"	۱۳۲۶	اہلسنت بریلی
۱۲۴	دوامع الحمیر	"	۱۳۳۰	حسنی پریس
۱۲۵	دوصد تازیانہ برسم جمہور زمانہ	"		

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۲۶	ذو الفقار	اردو		انجمن حزب الاحناف
۱۲۷	دافع الفساد عن مراد آباد	"		اہلسنت بریلی
۱۲۸	رد الرفضہ	"	۱۳۲۰	"
۱۲۹	الرائحۃ العنبریہ من المجمرۃ الحیدریہ	"	۱۳۰۰	تجارۃ اسلامیہ میرٹھ
۱۳۰	سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح	"	۱۳۰۷	تحفہ حنفیہ پٹنہ
۱۳۱	سبحن القدوس عن تقدیس نجس منکوس	"	۱۳۰۹	"
۱۳۲	سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ	"	۱۳۱۲	"
۱۳۳	سوالات حقائق نما برؤس ندوۃ العلماء	"	۱۳۱۳	اہلسنت بریلی
۱۳۴	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	"	۱۳۲۰	"
۱۳۵	سرگذشت وماجرائے ندوہ	"	۱۳۱۳	مجیدی بریلی
۱۳۶	سیوف العنوۃ علی زمائم الندوۃ	"	۱۳۱۳	اہلسنت بریلی
۱۳۷	سوالات علماء وجوابات ندوۃ العلماء	"	۱۳۱۳	"
۱۳۸	سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء	"	۱۳۲۹	"
۱۳۹	سیف الزمان لدفع ضرب الشیطن	"	۱۲۹۹	"
۱۴۰	سد الفرار	"		"
۱۴۱	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	"	۱۳۱۶	"
۱۴۲	العذاب البئس	"		
۱۴۳	فتاوی القدوۃ لکشف دفینۃ الندوۃ		۱۳۱۳	نادری پریس
۱۴۴	قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار	"	۱۳۲۸	
۱۴۵	قہر الدیان علی مرتد بقادیان	"	۱۳۲۳	حسنی پریس

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۴۶	الفتح الیمین لآمال المکذبین	اردو	۱۳۲۹	شاہی پریس
۱۴۷	الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ	"	۱۳۱۲	اہلسنت پریس
۱۴۸	کیفر کفر آریہ	"	۱۳۱۴	
۱۴۹	اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون	"	۱۳۱۸	
۱۵۰	کشف التمہیات	"		اہلسنت بریلی
۱۵۱	مراسلات سنت وندوہ	"	۱۳۱۳	نظامی پریس
۱۵۲	مبین احکام وتصدیقات الاعلام	"	۱۳۲۰	اہلسنت بریلی
۱۵۳	المبین ختم النبیین	"	۱۳۲۶	حق اکیڈمی مبارکپور
۱۵۴	مقتل کذب وکید	"	۱۳۳۱	اہلسنت بریلی
۱۵۵	الرد الناہز علیٰ ذام النہم الحاجز	"	۱۳۱۵	
۱۵۶	الجبل الثانوی علیٰ کلیۃ التانوتوی	"	۱۳۲۷	
۱۵۷	تجہیر البحر بقصم البحر	"	۱۳۲۹	
۱۵۸	الہدایۃ المبارکہ فی خلق الملائکہ	"	۱۳۱۱	اہلسنت بریلی
۱۵۹	اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب	"	۱۲۹۸	
۱۶۰	اجلی نجوم الرجم برایڈیٹر النجم	"	۱۳۳۷	
۱۶۱	لشد الباس علیٰ عابد الخناس	"	۱۳۲۰	
۱۶۲	البارقۃ المشارقہ	"		
۱۶۳	البارقۃ اللمعا	"	۱۳۰۴	
۱۶۴	تحفۃ الاخوان	"		

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۶۵	ثلج الصدر لایمان القدر	اردو	۱۳۳۵	
۱۶۶	الحرج الوالج فی بطن الخوارج	״		
۱۶۷	رسائل عقاید	״		
۱۶۸	الصمصام الحیدری علی عنق العیار المعتری	״	۱۲۸۴	
۱۶۹	الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	״	۱۳۱۵	
۱۷۰	غزوہ لهدم سماک دار الندوہ	״	۱۳۱۳	
۱۷۱	العقاید والکلام	״		
۱۷۲	فیح النسرین بجواب اسئلۃ العشرین	״	۱۳۱۱	
۱۷۳	الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوہابی الرجیز	״		
۱۷۴	ازاحۃ جوامع الغیب عن ازاحۃ العیب	״		
۱۷۵	الامۃ القاصفہ لکفریات الملاطفہ	״	۱۳۲۱	
۱۷۶	عصمۃ الشمعۃ لهدی شیعۃ الشفعۃ	״	۱۳۱۲	
۱۷۷	معتبر الطالب فی شیون ابی طالب	״	۱۳۹۴	
۱۷۸	مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید	״	۱۳۰۴	
۱۷۹	معارک الجروح علی التوهب المقبوح	״	۱۳۲۰	
۱۸۰	یک گز وسہ فاختہ یمناک	״	۱۳۳۷	
۱۸۱	النذیر الهائل لکل حلف باهل	״	۱۳۰۰	
۱۸۲	حاشیہ تحفہ اثنا عشریہ	فارسی		
۱۸۳	اصلاح النظیر	اردو	۱۳۲۰	

نمبر شمار	اسماے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۸۴	اظہار الحق الجلی	اردو	۱۳۲۰	
۱۸۵	اکمل البحث علی اہل الحدیث	"	۱۳۱۲	
۱۸۶	انوار المنان فی توحید القرآن	"	۱۳۳۰	
۱۸۷	حاشیۃ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ	"		
۱۸۸	المعود التنقیح المحمود	"	۱۲۹۷	
۱۸۹	رفع العروش الخاویہ عن امیر معاویہ	"		
۱۹۰	القمرین	"	۱۲۹۷	
۱۹۱	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	"	۱۳۲۴	
۱۹۲	فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین	"	۱۳۱۷	
	تجوید			
۱۹۳	الجام الصاد عن سنن الضاد	اردو	۱۳۱۷	اہلسنت بریلی
۱۹۴	نعم الزاد لروم الضاد	فارسی	۱۳۱۵	سنی دارالاشاعت
۱۹۵	حاشیۃ المنح الفکریہ	عربی		
۱۹۶	تیسیر الزاد لمن ام الضاد	"	۱۳۱۰	
	فقہ			
۱۹۷	"اعلیٰ حضرت کی فقہی تصانیف کے عنوان کے تحت "الباب السابع" میں ۲۵۴ کتابوں کی فہرست درج ہوگی ۔			

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع

اصول فقہ

۱۹۸	التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل	عربی	۱۳۰۴	
۱۹۹	تقریب الاشباہ والنظائر	"		
۲۰۰	حاشیہ حموی شرح الاشباہ والنظائر	"		
۲۰۱	حاشیہ فواتح الرحموت	"		
۲۰۲	حاشیہ مسلم الثبوت	"		
۲۰۳	نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف	"		
۲۰۴	السیوف المخیفہ علی غائب ابی حنیفہ	اردو	۱۳۱۲	

رسم المفتی

۲۰۵	اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام	عربی	۱۳۳۴	اہلسنت بریلی
۲۰۶	فصل القضا فی رسم الافتاء	"	۱۲۹۰	غیر تاریخی نام
۲۰۷	حاشیہ رسائل شامی	"		

فرائض

۲۰۸	ندم النصرانی وتقسیم الایمانی	فارسی	۱۳۱۶	تحفہ حنفیہ پٹنہ
۲۰۹	المقصد النافع فی عصوبۃ الصنف الرابع	اردو	۱۳۱۵	
۲۱۰	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	"	۱۳۲۱	
۲۱۱	طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان			

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
	نحو			
۲۱۲	شرح ہدایۃ النحو	عربی	۱۲۸۲	
	صرف			
۲۱۳	حاشیہ علم الصیغہ	فارسی		
	ادب			
۲۱۴	حمائد فضل رسول	عربی	۱۳۰۱	بدایوں
۲۱۵	حدائق بخشش (اول)	اردو		تحفۂ حنفیہ پٹنہ
۲۱۶	" (دوم)	"		"
۲۱۷	آمال الابرار و آلام الاشرار	عربی		
۲۱۸	مدائح فضل رسول			
۲۱۹	چراغ انس	اردو	۱۳۱۵	
۲۲۰	حضور جان نور	"	۱۳۲۴	
۲۲۱	سلام و سیر	"	۱۳۲۲	
۲۲۲	سراپا نور	"	۱۳۲۴	
۲۲۳	نذر گدا در تہنیت شادی اسری	"	۱۳۰۰	اہلسنت بریلی
۲۲۴	مشرقستان قدس	"	۱۳۱۵	"
۲۲۵	عذاب ادلی	"	۱۳۱۹	"

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۲۲۶	مشرقستان اقدس	اردو	۱۳۲۰	المہنت بریلی
۲۲۷	فضائل فاروق	"		
۲۲۸	اتحاف العلی	"		
۲۲۹	لغت واستعارات	"		
۲۳۰	مدح رسول	"		
۲۳۱	وظیفہ قادریہ	فارسی	۱۳۲۱	المہنت بریلی
۲۳۲	نظم معطر	"	۱۳۰۹	قادری بریلی
۲۳۳	اکسیر اعظم	"	۱۳۰۲	
	عروج			
۲۳۴	حاشیہ میزان الافکار	فارسی		
	لغت			
۲۳۵	حاشیہ صراح	فارسی		
۲۳۶	فتح المعطی بتحقیق الخاطی والمخطی	اردو	۱۳۱۲	
	منطق			
۲۳۷	رسالہ منطق	عربی		
۲۳۸	حاشیہ میر زاہد	"		
۲۳۹	حاشیہ ملا جلال	"		

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
	فلسفہ			
۲۴۰	حاشیہ اصول طبعی	عربی		
۲۴۱	نزول آیات قرآن بسکون زمین وآسمان	اردو		حسنی بریلی
۲۴۲	فوز مبین در رد حرکت زمین	"		
۲۴۳	الکلمۃ الملہمہ موہاء الفلسفۃ الموہمتہ	"		سمنانی کتبخانہ
۲۴۴	معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین	"		
	فضائل			
۲۴۵	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	اردو	۱۳۰۵	اہلسنت بریلی
۲۴۶	الامن والعلی		۱۳۱۱	"
۲۴۷	ابناء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ		۱۳۱۸	"
۲۴۸	شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ ونعالہ		۱۳۱۵	"
۲۴۹	شمول الاسلام باباء الرسول الکرام	اردو	۱۳۱۵	حسنی بریلی
۲۵۰	صلات الصفا فی نور المصطفیٰ	"	۱۳۲۹	"
۲۵۱	منبہ المنیہ لوصول الحبیب الی العرش والرویہ	"	۱۳۲۱	اہلسنت بریلی
۲۵۲	منبۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب	"	۱۳۱۱	"
۲۵۳	الفیم المقیم فی فرحۃ مولد النبی الکریم	"	۱۲۹۹	"

نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۲۵۴	نفحہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب لعطاء اللہ	اردو	۱۳۲۶	اہلسنت بریلی
۲۵۵	المیلاد النبوی	"		رضوی کتبخانہ بریلی
۲۵۶	ھدی الحیران فی نفی الفیء عن شمس الاکوان	"	۱۲۹۹	شاہی کتبخانہ بریلی
۲۵۷	اجلال جبرئیل بجعلہ خادمًا للمحبوب الجلیل		۱۲۹۸	
۲۵۸	سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ		۱۲۹۷	
۲۵۹	العروس الاسماء والحسنی فیما لنبینا من الاسماء الحسنی		۱۳۰۷	
۲۶۰	قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام		۱۲۹۶	
۲۶۱	مبین الھدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ		۱۳۲۴	
۲۶۲	المرھبۃ الجدیدہ فی وجود الحبیب فی مواضع عدیدہ		۱۳۲۰	
۱۶۳	اشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الاثام			
۱۶۴	حاشیہ شرح شفا ملا علی قاری			
۱۶۵	اذاقۃ الاثام لمانع عمل المولد والقیام		۱۳۱۱	

مناقب

نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۱۶۶	حاشیہ بہجۃ الاسرار شریف	عربی		
۱۶۷	" الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ	"		
۱۶۸	انجاء البری عن وسواس المفتری	"	۱۳۱۲	

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
			تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن	۲۶۹
اہلسنت بریلی		اردو	وصمۃ عہد الجاھلیہ	
حسنی - بریلی	۱۳۲۲	"	جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان	۲۷۰
			غایۃ التحقیق فی امامۃ الصحابہ	۲۷۱
رضوی - "	۱۳۳۱	"	والصدیق	
گلزار حسنی بمبئی		"	فتاوے کرامات غوثیہ	۲۷۲
		"	اظلال السحابۃ باجلال الصحابہ	۲۷۳
	۱۲۹۷	"	الکلام البہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی	۲۷۴
		"	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ القمرین	۲۷۵
			وجہ المشفوق بجلوۃ السماء الصدیق	۲۷۶
	۱۲۹۷	"	والفاروق	
	۱۳۱۲	"	ذب الاھواء الوھیۃ فی باب الامیر معاویہ	۲۷۷
	"	"	جمیل ثناء الائمۃ علی علم سراج الامۃ	۲۷۸
	"	"	عرش الاعزاز والاکرام الاول ملوک الاسلام	۲۷۹
		"	احیاء القلوب المیت بنشر فضائل اہلسنت	۲۸۰
			رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر	۲۸۱
		"	معاویہ	

سیر

			حاشیہ ھمزیہ	۲۸۲

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
	۱۳۱۹		المقال الباھر ان منکر الفقہ کافر	۲۸۳
اہلسنت بریلی	۱۳۲۰		السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	۲۸۴
"			الدلائل القاھرہ	۲۸۵

تصوف

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
	۱۳۰۵	عربی	ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار	۲۸۶
		"	حاشیہ الیواقیت والجواھر	۲۸۷
		"	" احیاء العلوم	۲۸۸
		"	" الابریز	۲۸۹
		"	" الزواجر	۲۹۰
		"	" مدخل لابن امیر الحاج	۲۹۱
		"	" میزان الشریعۃ الکبریٰ	۲۹۲
		"	لوارق تلوح من حقیقۃ الروح	۲۹۳
رضوی پریس بریلی	۱۳۰۸	اردو	کشف حقائق واسرار دقائق	۲۹۴
تحفہ حنفیہ پٹنہ	۱۳۲۷	"	مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء	۲۹۵
"		"	طرد رفاعی	۲۹۶
	۱۳۰۶	"	جاہ القصیدۃ البغدادیہ ملقب بہ الزمزمۃ القمریہ	۲۹۷
	۱۳۱۲	"	التلطف بجواب مسائل التصوف	۲۹۸

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
			سلوک	
	۱۳۰۵		زمرۃ الصلاۃ من شجرۃ اکارم الھداۃ	۲۹۹
عثمانیہ پریس بدایوں	۱۳۰۹		الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ	
	۱۳۱۹		نقاء السلافہ فی اللبیعۃ والخلافہ	۳۰۰
اہلسنت بریلی			شجرہ طیبہ قادریہ	۳۰۱
			اذکار	
سنی دار الاشاعت	۱۳۰۵	عربی	ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار	۳۰۲
		"	حاشیہ شفاء الاسقام	۳۰۳
	۱۳۳۸	اردو	الوظیفۃ الکریمہ	۳۰۴
	۱۳۱۸	"	المنتہ الممتازہ فی دعوات الجنازہ	۳۰۵
		"	ذیل المدعا لاحسن الوعاء	۳۰۶
	۱۳۰۴	"	ماقل وکفیٰ من ادعیۃ المصطفیٰ	۳۰۷
	۱۳۹۱	"	مرتجی الاجابات لدعاء الاموات	۳۰۸
روشناں پریس بریلی		فارسی	سلسلۃ الذھب مافیہ الادب	۳۰۹
			اخلاق	
اہلسنت بریلی	۱۳۱۰	اردو	اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد	۳۱۰
"	۱۳۰۷	"	ثلوج الحقوق لطرح العقوق	۳۱۱

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۱۲	مشعلة الارشاد الی حقوق العباد	اردو	۱۳۱۰	المجمع الاسلامی
	پند و نصائح			
۳۱۳	وصایا شریف	اردو		حسنی پریس بریلی
۳۱۴	تدبیر فلاح و نجات و اصلاح	"		اہلسنت بریلی
۳۱۵	اہانة الباری فی مصالحة عبد الباری	"		"
	ہیئات			
۳۱۶	الصراح المعجز فی تعدیل المرکز	فارسی	۱۳۱۹	
۳۱۷	جدول برائے جنتری شصت سالہ	"		
۳۱۸	قانون رویت اہلہ	اردو		
۳۱۹	طلوع و غروب کواکب و قمر	اردو		
۳۲۰	رویت ہلال	"		
۳۲۱	مبحث المعادلہ ذات الدرجة الثانیہ	عربی		
۳۲۲	حاشیہ کتاب الصور	"		
۳۲۳	حاشیہ شرح تذکرہ	"		
۳۲۴	" طیب النفس	"		
۳۲۵	اقمار الانشراح لحقیقة الاصباح	"		
۳۲۶	جادة الطلوع والممر للسیارة والنجوم والقمر	"		
۳۲۷	حاشیہ تصریح	"		

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۲۸	حاشیہ شرح چغمنی	عربی		
۳۲۹	علم ہیئت	"		
۳۳۰	رفع الخلاف فی دقائق الاختلاف	"		
۳۳۱	شرح باکورہ	"		
	حساب			
۳۳۲	حاشیہ خزانۃ العلم	فارسی		
۳۳۳	المجمل الدائرہ فی خطوۃ الدائرہ	"		
۳۳۴	مسئولیات السہام	"		
	ریاضی			
۳۳۵	جداول الریاض	عربی		
۳۳۶	الکسر العشری	"		
۳۳۷	زاویۃ الاختلاف المنظر	فارسی		
۳۳۸	عزم البازی فی جو الریاضی	"		
۳۳۹	کسور اعشاریہ	"		
۳۴۰	معدن علومی در سنین ہجری و عیسوی و رومی	"		
	ہندسہ			
۳۴۱	الاشکال الاقلیدس نسکس اشکال اقلیدس	عربی	۱۳۰۶	

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۴۲	حاشیہ اصول ہندسہ			
۳۴۳	تحریر اقلیدس			
۳۴۴	اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا			
۳۴۵	المعنی المحلی للمغنی والظل			

تکسیر

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۴۶	الطائب الاکسیر فی علم التکسیر	عربی		
۳۴۷	حاشیہ الدر المکنون	"		
۳۴۸	۱۱۵۲ مربعات	اردو		
۳۴۹	مجتلی العروس	"		
۳۵۰	رسالہ در علم تکسیر	فارسی		

اوفاق

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۵۱	الفوز بالاعمال فی الاوفاق والاعمال			

جفر

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۵۲	الجدول الرضویہ للمسائل الجفریہ	عربی		
۳۵۳	الاجوبۃ الرضویہ للمسائل الجفریہ			
۳۵۴	الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ			

نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
	لوگارثم			
۳۵۵	رسالہ در علم لوگارثم			
۳۵۶	ستین ولوگارثم			
	زیجات			
۳۵۷	حاشیہ برجندی	عربی		
۳۵۸	حاشیہ زلالات برجندی	عربی		
۳۵۹	" زیج الغخانی	"		
۳۶۰	" زیج بهادرخانی	"		
۳۶۱	" فوائد بهادرخانی	فارسی		
۳۶۲	" جامع بهادرخانی	"		
۳۶۳	مضرالمطالع للتقویم والطالع	"		
	جبرو مقابلہ			
۳۶۴	حاشیہ القواعد الجلیلہ	عربی		
۳۶۵	حل المعادلات لقوی المکبعات	فارسی		
۳۶۶	رسالہ جبرو مقابلہ	"		
	مثلث			
۳۶۷	تلخیص علم مثلث کروی	"		

مطبع	سن اشاعت	زبان	اسمائے کتب	نمبر شمار
		فارسی	رسالہ علم مثلث	۳۶۸
		"	وجوہ زوایا مثلث کروی	۳۶۹
			ارثماطیقی	
	۱۳۱۹	عربی	الوھبات فی المربعات	۳۷۰
		فارسی	کتاب الارثماطیقی	۳۷۱
		"	البدور فی اوج المجذور	۳۷۲
			توقیت	
	۱۳۲۶	اردو	درء القبح عن درک وقت الصبح	۳۷۳
		"	تسہیل التعدیل	۳۷۴
	۱۳۲۹	"	ترجمہ قواعد نائسکل المنک	۳۷۵
	"	"	جدول اوقات	۳۷۶
	۱۳۱۹	"	تدویر الکواکب وتعدیل الایام	۳۷۷
		"	زیج الاوقات للصوم والصلوٰۃ	۳۷۸
		•	طلوع وغروب نیرین	۳۷۹
	۱۳۱۹	فارسی	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	۳۸۰
		"	استنباط الاوقات	۳۸۱
	۱۳۲۷	"	البرھان القویم علی العرض والتقویم	۳۸۲
	۱۳۲۰	"	تاج توقیت	۳۸۳

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۸۴	رویت ھلال رمضان	فارسی		
۳۸۵	جدول ضرب	عربی	۱۳۲۸	
۳۸۶	حاشیہ جامع الافکار	"		
۳۸۷	" خزانۃ العلم	"		
۳۸۸	" زبدۃ المنتخب	"		

نجوم

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۸۹	استخراج تقویمات کواکب	فارسی		
۳۹۰	استخراج وصول قمر برراس	"		
۳۹۱	زاکی البہانی فوق الکواکب وضعفہا	"		
۳۹۲	رسالہ العاد قمر	عربی		
۳۹۳	حاشیہ حدائق النجوم	"		

مکتوبات

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۹۴	مکتوبات امام اہلسنت	اردو		مکتبہ رضویہ کراچی
۳۹۵	بعض مکاتیب حضرت مجدد	"	۱۳۳۶	حسنی پریس بریلی

ملفوظات

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۹۶	ملفوظات اعلیٰ حضرت	اردو		چشتی پریس بریلی
۳۹۷	الملفوظ اول	"		تحفہ حنفیہ پٹنہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۳۹۸	الملفوظ دوم	اردو		تحفہ حنفیہ پٹنہ
۳۹۹	" سوم	"		"
۴۰۰	" چہارم	"		"

خطبات

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۴۰۱	الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعہ	عربی		الیکٹرک پریس بریلی

مناظرہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۴۰۲	ابحاث اخیرہ	اردو	۱۳۲۸	اہلسنت بریلی
۴۰۳	صمصام سنت بگوئے نجدیت	"	۱۳۱۱	" "
۴۰۴	فتح خیبر	"	۱۳۰۰	اسلامیہ میرٹھ
۴۰۵	الطائب الصیب علی ارض الطیب	عربی	۱۳۳۲	
۴۰۶	یادداشت عبارت سند القراء	اردو		مکتبہ قادریہ لاہور

تاریخ

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان	سن اشاعت	مطبع
۴۰۷	اول من صلی صلوٰۃ الخمس	"	۱۳۱۰	
۴۰۸	جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المراج	عربی	۱۳۱۶	
۴۰۹	نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب الوصال	"	۱۳۱۷	
۴۱۰	اعلام الصحابۃ الموافقین الامیر المعاویہ و ام المومنین	"	۱۳۱۲	
۴۱۱	حاشیہ عصر الشارد	عربی		
۴۱۲	حاشیہ مقدمہ ابن خلدون	"		

نوٹ: ان کتابوں کی تعداد کے علاوہ ۲۰۵ کتب کا ابھی علم ہوا ہے
ساتوں باب جمع کرنے کے بعد کل تعداد ۶۴۶ ہوگئی

عبادت و ریاضت

اعلیٰ حضرت صوم وصلوٰۃ اور طہارت وغیرہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے وضو میں بال کی جڑ تک پانی پہنچانے کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔ کوشش بلیغ کرتے کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے اور بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہ جائے اس مقصد کے تحت پانی کے دو لوٹے آپ کے لئے رکھے جاتے تھے بریلی میں جب ٹیوب ویل کا رواج ہوا تو اپنے یہاں فوراً لگوا کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ اب کنواں میں چڑیوں کی بیٹ یا کسی نجاست کے گرنے کا احتمال نہ رہا۔

تمام عمر جماعت سے مسجد میں آکر نماز پڑھی اور باوجودیکہ گرم مزاج تھے پھر بھی کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھتے۔ خصوصاً فرض نماز تو کبھی بھی صرف ٹوپی اور کرتا میں ادا نہیں کیا۔

نماز میں اس قدر احتیاط برتتے تھے کہ اس حیثیت سے اپنی مثال آپ تھے ایک مرتبہ آنکھوں میں کچھ تکلیف ہو گئی تھی۔ متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کسی کو نماز کے بعد بلا کر پوچھتے کہ دیکھو تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ [1]

سادات کرام کا احترام

ایک مومن کا سرمایۂ حیات محبت رسول ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے دور کے عاشقوں میں امتیازی مقام رکھتے تھے ــــ جس چیز کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۴

سے نسبت و اضافت ہے اس کی تعظیم و توقیر کرنی ضروری ہے۔ اور ان میں سادات کرام جزءِ رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں۔ اعلیٰ حضرت کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے کم ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا استاذ، سادات کے بچوں کو تادیباً سزا دے سکتا ہے؟ آپ فرماتے ہیں "قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ ان پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائیں گے لیکن ان کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کریں۔ بلکہ دل میں یہ نیت رکھیں کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہے ہیں۔ [۱]

آپ کسی سید صاحب کی بے حرمتی تو کیا ان کی پشیمانی پر بھی بے پناہ کرب محسوس کرتے ان کو یہ گوارہ نہیں تھا کہ سید زادہ پشیماں نظر آئے۔

جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت جسمیں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں (جسمیں مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے) قیام فرماتیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا تھا۔ اس طرح کئی مہینے تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن لوگوں کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹک پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتبخانہ مکمل ہو گیا۔ مستورات حسبِ دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا۔ اب تشریف لائے تو سابق خیال کے تحت وہ

---

[۱] الملفوظ ص ۲۷

بے تکلف اندر چلے گئے۔ لیکن جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں امور خانہ داری میں مصروف تھیں انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں ان کے جانے کی آہٹ سے سید صاحب کو معلوم ہو گیا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے۔ احساس ندامت سے پشیماں ہو گئے۔ سر جھکائے واپس ہونے لگے اعلیٰ حضرت دکھن جانب کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کو وہاں لے گئے جہاں آپ تشریف رکھا کرتے تھے۔ سید صاحب کو بیٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے تاکہ سید صاحب کی پشیمانی اور ندامت دور ہو جائے پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہیں آپ نے فرمایا حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔ آپ آقا اور آقازادے ہیں معذرت کی کیا ضرورت ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہاں بیٹھا کر بات چیت کی۔ پھر پان منگوا کر انھیں کھلایا دیکھا کہ سید صاحب کے چہرے پر آثار ندامت نہیں ہے۔ سید صاحب نے اجازت چاہی تو ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت کیا۔ [1]

سید زادہ کی گذارش پر لاکھوں کے مجمع میں شکست و ذلت کو زیب گلو کرنے کا واقعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا تو تاریخ کے صفحات میں ملتا ہے لیکن نادانستگی اور لاشعوری طور پر ایک مزدور سید زادہ کے کاندھے پر سواری کر لینے کے بعد ندامت و شرمساری کا انداز اور اس نادانستہ جرم کے ازالہ کا منظر امام احمد رضا کے علاوہ چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔

واقعہ یوں ہے۔۔۔۔ کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ پالکی لیکر تھوڑی ہی دور چلے ہیں کہ یکایک امام اہلسنت کی آواز سنائی دیتی ہے۔ "پالکی روک دو" حکم کے مطابق پالکی

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ۱۲۰ ص ۲۰۷

روک دی گئی حضرت اضطراب کی حالت میں پالکی سے برآمد ہوئے۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا۔ بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول تو نہیں ہے، اپنے جدِ اعلیٰ کا واسطہ سچ بتائیے۔ میرے ایمان کا ذوقِ لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر اچانک کہاروں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔" مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دیکر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔۔۔

ابھی اس مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

"معزز شہزادہ میری گستاخی معاف کر دو۔ لاعلمی میں یہ گستاخی سرزد ہوگئی ہے۔ ہائے غضب ہوگیا۔ قیامت کے دن اگر سرکار نے کہیں پوچھ دیا کہ احمد رضا! کیا فرزند کا دوش ناز نین اس کے لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی۔"

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر اپنے روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے اسی انداز میں وقت کا عظیم المرتبت امام اس سید زادہ مزدور کی منت و سماجت کر رہا ہے۔ اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام

امام اہلسنت نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی.

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعور کی ایک تقصیر کا کفارہ جب ہی ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھوں پر اٹھاؤں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔

یہ منظر کس قدر دل گداز ہے اہلسنت کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہوکر اپنے علم وفضل جبہ ودستار اور عالم گیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا ہے. لے

ایک دن اتفاق وقت پھاٹک پہ کوئی نہ تھا۔ ایک سید صاحب (جو مفلوک الحالی کی وجہ سے سوال کیا کرتے تھے) تشریف لائے اور سیدھے زنانہ دروازہ پر تشریف لے گئے۔ صدا لگائی "دلوادو سید کو"۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب وکاغذ وغیرہ اور دار ودہش کے لئے دوسو روپے آئے تھے جس میں نوٹ بھی تھے اور اٹھنی چونی بھی کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔

آپ نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے حاضر کر دیا۔ اور ان کے روبرو لئے کھڑے رہے جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے اس کے بعد ایک چونی لے لی آپ نے فرمایا حضور یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے۔ الغرض سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لائے پھاٹک پر ان کو رخصت کرکے خادم سے فرمایا دیکھو سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے کی ضرورت نہ پڑے جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے ایک چونی حاضر کرکے سید صاحب

لے دل کی آشنائی ملخص

کو رخصت کر دیا کرو۔ [1]

ایک کم عمر صاحب زادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادہ ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ سید صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس چیز کی ضرورت ہو حاضر کی جائے۔ جس تنخواہ کا وعدہ ہے بطور نذرانہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ حسب ارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحب زادہ خود ہی تشریف لے گئے۔ [2]

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور ہے [3]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۲۰۸ [2] ایضا ص ۲۰۱

[3] حدائق بخشش ص ۴

باب السادس

معاصرین، تلامذہ اور متبعین

اعلیٰ حضرت کے

معاصر فقہا

اعلیٰ حضرت کا عہد تاریخ ہندوستان کا علمی اعتبار سے تابندہ ترین دور ہے یہ دور علوم اسلامیہ کی ترقی کا تھا۔ علماء اور دانشور ہندوستان کے ہر گوشہ سے ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ تعلیم و تربیت اور تالیف و تصنیف کا غیر منقطع سلسلہ تھا۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء ہندوستان کے مذہبی آسمان پر روشن ستارہ کی طرح تابندہ تھے اعلیٰ حضرت کے معاصر فقہا کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن مخصوص لوگوں کا تذکرہ تاریخ وار (CHRONOLOGICAL ORDER) علی الترتیب ہے

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب (۱۲۴۴/۱۳۳۴ھ)

مفتی لطف اللہ بن اسد اللہ بن فیض اللہ بن لعل محمد علی گڈھی ۱۲۴۴ھ میں میکھند علی گڈھ میں ولادت ہوئی۔ مقامی علماء سے تحصیل علم کرنے کے بعد علامہ عنایت احمد صاحب سے درسی کتابیں پڑھیں۔ فیض عام کانپور میں

۱۲۷۰ھ میں مولانا عنایت احمد صاحب نے مدرس دوم مقرر کردیا۔ پھر مدرسہ جامع مسجد علی گڈھ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے اور اس شان سے تدریسی فرائض انجام دیئے کہ ہر طرف سے تشنگان علوم کے قافلے اترنے لگے۔ فارغین کی پہلی جماعت میں حضرت علامہ شاہ احمد حسن کانپوری جیسے اکابر علم وہنر تھے۔ مولوی محمد اسماعیل علیگڈھی سے تحریری مناظرہ بھی کیا۔ ۱۳۱۲ھ میں اعزاز واکرام کے ساتھ ریاست حیدر آباد کے دعوت العلوم میں صدر المدرسین مقرر ہوئے اور مفتی عدالت کا عہدہ بھی پیش کیا گیا ایک ہزار روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا۔ بلند اخلاق، کریم النفس، متواضع اولیاء ومشائخ کے جاں نثار اور علم وفضل میں یگانۂ روزگار اور فقہ وافتاء میں شہرۂ آفاق تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کے شاگرد ہوئے چار بجے دن ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں علی گڈھ میں انتقال ہوا۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن شیروانی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ؎

چوں مولانا لطف اللہ۔ بودہ استاذ العلماءؒ

حسرت سال وفات شاں۔ استاذ العلماء گفتا ۱؎
۱۳۳۴

مولانا خیر الدین صاحب دہلوی (۱۸۳۱ء/۱۹۰۸ء)

حضرت مولانا شاہ خیر الدین دہلوی بن مولانا محمد ہادی ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی اور علامہ فضل امام خیرآبادی سے علوم کی تکمیل کی۔ حضرت شاہ محمد یعقوب سے حدیث کا درس لیا۔

۱؎ (الف) نزہتہ الخواطر (ب) تذکرہ علماء اہلسنت ص ۲۲۱

سنہ ۱۸۴۹ء میں بعد نماز جمعہ مفتی صدر الدین صاحب نے دستار بندی کی۔ شاہ عبد الغنی دہلوی نے مسند درس پر بٹھایا۔ علماء اور مشائخ کی موجودگی میں آپ نے ایک جماعت طلبہ کو ہدایہ اور بخاری شریف کا درس دیا۔ سنہ ۱۸۵۱ء میں اپنے نانا کی معیت میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں اقامت کر لی تھی۔ محلہ قدوہ میں مکان تعمیر کیا۔ شیخ محمد ظاہر الکروی المدنی کی بھانجی سے عقد ہوا۔ حرم پاک میں سب سے پہلے جس ہندوستانی کو وعظ کا شرف حاصل ہوا وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے —
شیخ الاسلام احمد زینی دحلانی تلمیذ مولانا شیخ محمد ظاہر الکرمی کے ہمراہ قسطنطنیہ گئے۔ وہاں دو سال قیام کیا۔ ایک سال مصر میں رہکر مکہ معظمہ واپس آئے۔ کچھ عرصہ بمبئی میں بھی رہے یہیں سے بغداد تشریف لے گئے سیدنا عبد الرحمٰن قدس سرہٗ اس وقت نقیب الاشراف تھے نقیب الاشراف آلوسی زادہ کے تلمیذ اور بڑے مداح تھے۔ انہوں نے تفسیر کا مسودہ مولانا خیر الدین صاحب کو دکھایا۔ بعد مطالعہ کمال حق گوئی کے ساتھ آپ نے یہ تبصرہ کیا کہ اعتزال کی بو آتی ہے۔ حضرت نقیب الاشراف اور دیگر شاگردوں کو یہ بات گراں گذری آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نکال کر دکھایا کہ آلوسی زادہ نے وجود حضرت سے انکار کیا ہے اور آلوسی زادہ کے تمام استدلال معتزلہ کے دلائل و براہین سے ماخوذ ہیں۔ مزید گیارہ مقامات آپ نے اسی طرح کے نکال کر انہیں دکھائے۔ آپ کے اعتراضات کے وہ بھی متفق ہو گئے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ ان استدراکات کو تحریر فرما دیں چنانچہ یہ استدراکات "روح المعانی" کے آخر میں شامل ہیں۔ وہاں چھ ماہ قیام کیا پھر بمبئی واپس آئے۔ پھر سلسلۂ رشد و ہدایت کے لئے کلکتہ گئے۔ آپ نہایت فصیح البیان خطیب تھے۔ شیخ عبد الحق قسطنطنیہ کے شیخ الحدیث نے بھی آپ کے حسن خطابت کو سراہا تھا۔ کلکتہ میں اپنے ایک مرید حاجی داحدنا کے

ساتھ ایک مسجد میں کچھ وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ باہر سے شور و شغف اور ہلچل کی آواز آئی جو لوگ شریک محفل نہ ہو سکے تھے وہ اندر آنا چاہتے تھے۔ ختم مجلس کے بعد آپ نے بڑی حیرت سے کہا کہ اتنے بڑے شہر میں کوئی ایسی مسجد نہیں جہاں خدا کے بندے جمع ہو کر اس کا کچھ ذکر کر سکیں۔ خدا جانے آپ نے کس درد و کرب سے اپنی یہ حیرت ظاہر کی کہ حاجی واحد نانے عرض کیا کہ حضور آپ دعا فرمائیں کہ میں اسی جگہ ایک ایسی عظیم الشان مسجد تعمیر کر دوں کہ جس میں ہزاروں بندگان خدا بیٹھ کر آپ کا وعظ سن سکیں۔ اس کے فوراً ہی بعد ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہوئی۔ جو اب پورے ہندوستان میں "ناخدا مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ عربی، فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اعلیٰحضرت فاضل بریلی سے آپ ملاقات کے لئے گئے تھے۔ اردو کے مشہور ادیب و صحافی اور ہندوستان کے چوٹی کے لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد آپ کے لڑکے ہیں۔ آپ کی بہت ساری محققانہ تصانیف ہیں۔ جن سے آپ کے رموز علم کا پتہ چلتا ہے۔ علم و فضل کے امین اور تفسیر و حدیث و فقہ و علوم دینیہ کے فاضل اجل تھے۔ شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان کی خواہش پر دس جلدوں میں رد وہابیہ میں ایک عظیم کتاب لکھی جس کی دو جلدیں سرکاری پریس میں چھپی تھیں۔ ۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ مانک تلہ کلکتہ میں آپ کا مزار ہے۔ [۱]

[۱] غبار خاطر۔ آزاد کی کہانی مقتبس ص ۸۵-۸۷ تذکرۂ علمائے اہلسنت ص ۸۶

حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی (۱۲۵۳/ ۱۳۱۹ھ)

تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قادری بن سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہٗ ۔ ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ/ ۱۹۳۷ء بدایوں میں پیدا ہوئے ۔ تاریخی نام مظہر حق اور شیخ الاسلام فی الہند لقب ہے ۔

والد بزرگوار مولانا شاہ نور احمد عثمانی بدایونی (علامہ فضل حق خیر آبادی) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی علامہ فضل حق کو آپ پر ناز تھا فرماتے تھے کہ صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے ۔ اگر اس زمانہ میں کسی کو مانا جائے تو آپ ہیں ۔ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی فرماتے ہیں کہ مجھ سے مولانا فیض احمد کی ذہانت زیادہ ہے ۔ مگر عبد القادر کی ذہانت وذکاوت ہم دونوں سے زیادہ ہے ۔ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ، علامہ فیض الحسن سہارنپوری ، علامہ عبد الحق بن فضل حق خیر آبادی اور علامہ عبد القادر بدایونی ، علامہ فضل حق کے شاگردوں میں عناصر اربعہ سمجھے جاتے تھے ۔ علامہ عبد الحق کا فرمانا تھا کہ ہر تلمیذ یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں ۔ مگر مولانا عبد القادر بدایونی کا تبحر اور جامعیت تمام علوم وفنون میں ہے ۔ مولانا عبد القادر کو اپنے والد ماجد سے سند حدیث اور اجازت وخلافت حاصل ہے ۔ مکہ مکرمہ میں حضرت شیخ جمال عمر مکی سے سند حدیث کی اجازت حاصل ہے ۔ ۱۲۹۰ھ میں بغداد معلی کا سفر کیا ۔ نقیب الاشراف شیخ محمد سلیمان بن علی نے بڑی پذیرائی کی متعدد بار زیارت حرمین سے سرفراز ہوئے ۔ آغاز عمر میں درس وتدریس سے خصوصی شوق تھا ۔ آخر میں اسے ترک کر دیا ۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور آپ کی شان میں اپنا مشہور قصیدہ "چراغ انس" لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں ۔

۵ سنیت سے پھرا بدیٔ سے پھرا، اب جو تجھ سے پھرا محب رسول
آج قائم ہے دم قدم سے ترے دین حق کی بنا محب رسول

بعد نماز مغرب بروز اتوار ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۱۹ھ کو واصل بحق ہوئے[1]

تصانیف :۔

۱۔ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
۲۔ سیف الاسلام المسلول (فارسی)
۳۔ حقیقۃ الشفاعۃ علی اصل السنۃ والجماعۃ
۴۔ شفاء السائل بتحقیق المسائل
۵۔ دیوان عربی در نعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء
۶۔ ہدایت الاسلام
۷۔ تاریخ بدایون
۸۔ دیوان عربی ۹۔ دیوان فارسی
۱۰۔ دیوان اردو

---

[1] ملخص تذکرۂ علمائے اہل سنت ص ۱۲۵۔۱۲۶

مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی ۱۲۶۴ھ/۱۳۰۴ھ

ابو الحسنات مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی بن عبد الحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر ابی الرحم بن محمد یعقوب بن عبد العزیز بن محمد سعید بن شیخ قطب الدین لکھنوی ۱۲۶۴ھ میں باندہ میں پیدا ہوئے۔ معقول و منقول کی درسی کتب اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی سے پڑھیں مفتی نعمت اللہ بن نور اللہ لکھنوی سے ہیئت کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے حیدر آباد میں درس و تدریس کا کام ایک مدت تک انجام دیا۔ ۱۲۹۳ھ میں حج کیا۔ مکہ معظمہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی مفتی محمد بن عبد اللہ بن حمید حنبلی سے سند حدیث حاصل کی۔ مدینہ طیبہ میں شیخ محمد بن محمد شافعی اور شیخ عبد الغنی بن ابی سعید دہلی سے سند حدیث ملی۔ حیدر آباد سے رخصت لیکر لکھنؤ آئے اور زندگی بھر علمی خدمت انجام دیتے رہے علوم و فنون اور احکام مسائل کے ماہر تھے اعلیٰ و تحقیقی اغلاط کی تصحیح و تنبیہہ کا کام کرنے کے شائق تھے۔ اسی سلسلے میں علامہ عبد الحق بن علامہ فضل حق خیر آبادی نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مولانا محمد شبیر سہسوانی سے معرکے بھی ہوئے۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ میں ۳۹ سال کی عمر میں انتقال ہوئے۔[1]

تصانیف:-

۱- التبیان شرح المیزان
۲- تکملۃ المیزان
۳- الہدیۃ المختاریہ شرح رسالۃ العضدیہ
۴- حاشیہ بدیع المیزان
۵- التعلیقات السنیہ
۶- مقدمۃ الہدایہ

---

[1]

۷۔ مقدمۃ الجامع الصغیر المسماۃ بالنافع الکبیر
۸۔ مقدمۃ السعایہ
۹۔ القول الاشرف فی الفتح عن الصحف
۱۰۔ القول المنشور فی ہلال خیر الشہور
۱۱۔ غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال
۱۲۔ قوت المغتذین بفتح المقتدین
۱۳۔ التحقیق العجیب فی التثویب
۱۴۔ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ الابرار
۱۵۔ تحفۃ الثقات فی تفاصل اللغات
۱۶۔ نزہۃ الفکر فی سبحۃ الذکر
وغیرہ

مولانا غلام قادر صاحبؒ

حضرت مولانا غلام قادر معروف غلام قادر ہاشمی بن مولانا غلام حیدر قدس سرہما ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے (پاکستان) ابتدائی تعلیم مولانا غلام محی الدین بگوی اور ان کے برادر خرد مولانا احمد الدین بگوی سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہؔ صدر الصدور دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل علوم کے بعد لاہور تشریف لائے۔ اندرون بھاٹی دروازہ اونچی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی تبلیغ و خطابت سے متاثر ہو کر بیگم شاہی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ بعد میں اس کی تولیت آپ ہی کے سپرد کر دی گئی۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت کا شرف ملا۔ مشہور تذکرہ نویس بزرگ مولانا غلام دستگیر نامی لکھتے ہیں کہ آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا۔ [1]

۱۸۶۶ء اورینٹل کالج لاہور میں آپ کو عربی کا استاذ مقرر کیا گیا۔ اور دو سال تک درس دیتے رہے ایک بار اسی دوران ایک انگریز کو فتوی کی ضرورت پیش آئی

---

[1] بزرگان لاہور ص ۱۸۱

تمام علماء نے صاف انکار کر دیا۔ کالج کے علماء کرام کو استعمال کرنا چاہا۔ معزز غلام قادر بھروی کے پاس جب اس کاغذ کو دستخط کے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے استعفیٰ پیش کرتے ہوئے فرمایا "میں ملازمت سے دست بردار ہو سکتا ہوں مگر غلط فتویٰ کی تائید نہیں کر سکتا ہوں" پھر آپ نے جامعہ نعمانیہ لاہور کو شرف کو بخشا اور تمام تر توجہ قرآن و حدیث و فقہ اور دیگر فنون کی تعلیم میں دینے لگے۔ علمی دبدبہ اور طبیعت کے جلال کے سبب کسی کو سامنے آنے کی جراءت کم ہی تھی۔ دیگر مذاہب و فرقہ باطلہ کی تردید، تحریر و تقریر وعظ و تبلیغ ہر طرح سے کی۔ پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف آپ ہی نے فتویٰ دیا۔ کثرت درس میں مشہور روزگار تھے ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ ۱۹۱۹ء کو واصل بحق ہوئے ـــــ بیگم شاہی مسجد لاہور میں مدفون ہوئے۔

تصانیف :ـــ

۱۔ الشوارق المحمدیہ

۲۔ کاز حضوری

۳۔ حقیقت انوار محمدیہ

۴۔ جو ہر ایمانی

۵۔ نماز ضروری

۶۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ

۷۔ شمس الحنفیہ بجواب نور الحنفیہ

۸۔ اسلام کی گیارہ کتابیں

مذکورہ معاصر فقہاء کے علاوہ ہندوستان کے مشاہیر معاصر فقہاء کی ایک فہرست درج ذیل ہے ۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۱	آقا حسن بن کلب عابد نصیر آبادی لکھنوی	ربیع الاول سنہ ۱۲۸۷ھ	سنہ ۱۳۴۴ھ	شیعی فقیہہ
۲	احمد علی بن کرامت علی صدیقی جونپوری		سنہ ۱۳۱۷ھ	
۳	احمد علی بن امجد علی فتحپوری	ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۶ھ		
۴	ادریس بن عبد العلی حنفی	۱۴ شوال سنہ ۱۲۷۵ھ	۱۰ شعبان سنہ ۱۳۰۳ھ	
۵	اسحاق بن لطیف حنفی ہردوانی	سنہ ۱۲۸۳ھ	سنہ ۱۳۵۷ھ	کلکتہ
۶	امام الدین یار محمد کشمیری	سنہ ۱۲۲۵ھ	سنہ ۱۳۱۹ھ	
۷	امان الحق بن برہان الحق لکھنوی		سنہ ۱۳۰۵ھ	لکھنؤ
۸	امانت اللہ بن فصیح غازیپوری		سنہ ۱۳۱۵ھ	
۹	امیر علی بن معظم علی لکھنوی	سنہ ۱۲۷۳ھ	سنہ ۱۳۳۷ھ	
۱۰	انوار اللہ بن شجاع الدین حیدر آبادی	سنہ ۱۲۶۴ھ	سنہ ۱۳۳۶ھ	
۱۱	قاضی انور علی حسین لکھنوی		سنہ ۱۳۱۳ھ	لکھنؤ
۱۲	محمد ایوب بن قمر الدین مظفر نگری		سنہ ۱۳۱۵ھ	
۱۳	بدر الدین بن شرف الدین پھلواروی	سنہ ۱۲۹۸ھ	سنہ ۱۳۴۳ھ	
۱۴	تصدق حسین بن غلام حسین	سنہ ۱۲۶۳ھ		شیعی فقیہہ
۱۵	حسین صدیقی دہلوی	سنہ ۱۲۶۴ھ		
۱۶	حبیب الرحمٰن بن احمد علی حنفی		سنہ ۱۳۳۷ھ	سہارنپوری
۱۷	حسن بن سلیمان حنفی پھلواروی		سنہ ۱۳۲۱ھ	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۱۸	حسن بخش حسین بخش حنفی کاکوروی	سنہ ۱۲۲۱ھ	سنہ ۱۳۰۱ھ	
۱۹	حسین بن محسن الیمانی	سنہ ۱۲۴۵ھ	سنہ ۱۳۲۷ھ	
۲۰	حیدر حسین بن احمد حسن	سنہ ۱۲۸۱ھ	سنہ ۱۳۶۱ھ	
۲۱	دلاور علی حنفی حیدرآبادی		سنہ ۱۳۱۲ھ	حیدرآباد
۲۲	دوست محمد بن محمد امیر حنفی		سنہ ۱۳۲۸ھ	افغانی
۲۳	راغب بن محب اللہ پانی پتی	سنہ ۱۲۶۹ھ	سنہ ۱۳۲۰ھ	حنفی
۲۴	رحمت اللہ بن نور اللہ		سنہ ۱۳۰۵ھ	لکھنوی
۲۵	رضا علی بن سخاوت علی	سنہ ۱۲۴۶ھ	سنہ ۱۳۱۳ھ	
۲۶	ریاست علی شاہجہانپوری		سنہ ۱۳۴۹ھ	حنفی
۲۷	سبط حسین بن رمضان علی		سنہ ۱۳۶۷ھ	شیعی فقیہہ
۲۸	شمس الحق بن امیر علی		سنہ ۱۲۷۳ھ	
۲۹	شوکت علی بن سند علی	سنہ ۱۲۳۴ھ	سنہ ۱۳۲۰ھ	
۳۰	ظفر مہدی بن حسن ذکی	سنہ ۱۲۳۹ھ	سنہ ۱۳۲۰ھ	شیعی فقیہہ
۳۱	عبد الماجد بن قاضی محمد حسن خانپوری	سنہ ۱۲۶۸ھ	سنہ ۱۳۱۳ھ	
۳۲	عبد الحق بن غلام رسول کانپوری		سنہ ۱۳۰۸ھ	شافعی
۳۳	عبد الحمید بن ابراہیم		سنہ ۱۳۰۸ھ	
۳۴	عبد الحلیم بن عبد الحمید		سنہ ۱۳۵۳ھ	
۳۵	قاضی عبد الحق محمد بن اعظم کابلی	سنہ ۱۲۶۷	سنہ ۱۲۳۵ھ	حنفی
۳۶	عبد الحکیم بن احمد اللہ صادق پوری		سنہ ۱۳۳۷ھ	"
۳۷	عبد الرحمٰن بن عنایت اللہ		سنہ ۱۳۶۶	"

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۳۸	عبدالرحمٰن بن عنایت اللہ پانی پتی		سنہ ۱۳۱۴ھ	حنفی
۳۹	عبدالرحمٰن بن محمد ادریس			،
۴۰	عبدالرحیم بن عبدالقادر	سنہ ۱۲۷۲ھ	سنہ ۱۳۴۹ھ	شافعی
۴۱	عبدالرزاق بن جمال الدین لکھنوی	سنہ ۱۲۳۶ھ	سنہ ۱۳۰۳ھ	حنفی
۴۲	عبدالسبحان بن محمد حسن		سنہ ۱۳۰۳ھ	
۴۳	عبدالشکور بن ناظر علی کاکوروی	سنہ ۱۲۹۳ھ	سنہ ۱۳۸۱ھ	
۴۴	عبدالصمد بن غالب حسین		سنہ ۱۳۲۳ھ	
۴۵	عبدالعزیز بن عبدالرحیم لکھنوی		سنہ ۱۳۳۸ھ	
۴۶	عبدالعزیز بن حمزہ		سنہ ۱۳۲۶ھ	حنفی
۴۷	عبدالعلی بن نصیب علی میرٹھی		سنہ ۱۳۴۰ھ	
۴۸	عبدالفتاح بن عبداللہ	سنہ ۱۲۳۴ھ	سنہ ۱۳۲۹ھ	
۴۹	عبدالقادر بن فضل اللہ	سنہ ۱۲۵۱ھ	سنہ ۱۳۲۹ھ	شافعی
۵۰	عبدالقادر بن محمود سورتی	سنہ ۱۳۱۳ھ	سنہ ۱۳۵۱ھ	
۵۱	عبدالکریم مرادآبادی		سنہ ۱۳۷۹ھ	
۵۲	عبداللطیف بن محمد اسحاق			
۵۳	عبداللہ بن آل احمد	سنہ ۱۲۴۸ھ	سنہ ۱۳۰۵ھ	
۵۴	عبداللہ بن انصار علی انبیٹھوی		سنہ ۱۳۲۴ھ	حنفی
۵۵	عبداللہ بن عبدالرحیم اعظم گڈھ	سنہ ۱۲۶۱ھ	سنہ ۱۳۳۰ھ	
۵۶	عبداللہ بن فرزند علی ہازیدپوری		سنہ ۱۳۲۸ھ	
۵۷	عبداللہ بن محمد افضل جونپوری	سنہ ۱۲۹۵ھ	سنہ ۱۳۶۶ھ	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۵۸	عبد اللہ بن صبغۃ اللہ ملتانی		سنہ ۱۳۰۵ھ	
۵۹	عبید اللہ بدایونی		سنہ ۱۳۰۵ھ	حنفی
۶۰	عبد المجید بن عبد الحلیم لکھنوی		سنہ ۱۳۱۵ھ	
۶۱	عظمت بن احمد اللہ لکھنوی		سنہ ۱۳۵۶ھ	
۶۲	علی اکبر بن حیدر علی کاکوروی	سنہ ۱۲۴۹ھ	سنہ ۱۳۱۴ھ	
۶۳	انور علی بن اکبر علی علوی کاکوروی	سنہ ۱۲۶۹	سنہ ۱۳۲۴ھ	
۶۴	علی بخش بن خدا بخش بدایونی		سنہ ۱۳۰۳ھ	
۶۵	علی محمد بن محمد لکھنوی	سنہ ۱۲۶۰ھ	سنہ ۱۳۱۲ھ	شیعی
۶۶	علی نقی بن محمد علی حیدر آبادی	سنہ ۱۲۷۷ھ	سنہ ۱۳۵۴ھ	
۶۷	علیم الدین حسینی بن تصدق حسین انصاری	سنہ ۱۲۶۰ھ	سنہ ۱۳۰۶ھ	
۶۸	عنایت اللہ بن محمود سندھی	سنہ ۱۲۷۶ھ	سنہ ۱۳۲۷ھ	حنفی
۶۹	عنایت علی بن کرامت علی دہلوی	سنہ ۱۲۴۲ھ		
۷۰	غلام احمد بن شیخ احمد	سنہ ۱۲۷۳ھ	سنہ ۱۳۲۵ھ	
۷۱	غلام حسین بن شیخ محمد		سنہ ۱۳۴۱ھ	حنفی
۷۲	غلام رسول امرت سری		سنہ ۱۳۳۵ھ	
۷۳	غلام محمد بن غلام رسول پنجابی	سنہ ۱۲۸۲ھ	سنہ ۱۳۲۵ھ	
۷۴	فتح محمد تھانوی		سنہ ۱۳۲۰ھ	حنفی
۷۵	فخر الدین بن محمد زماں الہ آبادی		سنہ ۱۳۰۶ھ	
۷۶	فقیر محمد بن محمد شفا رش	سنہ ۱۲۶۰ھ	سنہ ۱۳۲۲ھ	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۷۷	کرامت اللہ دہلوی			حنفی
۷۸	لطف اللہ بن غنی سعد اللہ رامپوری	سنہ ۱۲۹۴ھ	سنہ ۱۳۳۱ھ	
۷۹	محمد بن نور اللہ گجراتی		سنہ ۱۳۲۰ھ	
۸۰	محمد بن ہاشم سورتی	سنہ ۱۲۵۶ھ	سنہ ۱۳۱۵ھ	
۸۱	محمد اکرم الدین بن مولانا محمد نعیم لکھنوی		سنہ ۱۳۱۱ھ	
۸۲	محمد بشیر بن بدر الدین	سنہ ۱۲۵۱ھ	سنہ ۱۳۲۳ھ	
۸۳	محمد حسن بن بیان افغانی ٹونکی		سنہ ۱۳۱۵ھ	
۸۴	محمد حسن بن ظہور حسین سنبھلی		سنہ ۱۳۰۵ھ	
۸۵	محمد حسن بن نور الحسن بجھینی	سنہ ۱۲۷۷	سنہ ۱۳۱۳	چکرالوی
۸۶	محمد حسن بن محمد گل	سنہ ۱۲۳۸ھ	سنہ ۱۳۳۱ھ	
۸۷	محمد حسین بن احمد حسن نصیر آباد		سنہ ۱۳۰۳ھ	
۸۸	محمد رشید بن عبد القادر		سنہ ۱۳۳۴ھ	
۸۹	محمد سعید بن صبغۃ اللہ	سنہ ۱۲۴۷ھ	سنہ ۱۳۱۴ھ	شافعی
۹۰	محمد شاہ قادری حیدر آبادی		سنہ ۱۳۳۹ھ	
۹۱	محمد عادل بن محی الدین کانپوری	سنہ ۱۲۴۱ھ	سنہ ۱۳۲۵ھ	
۹۲	محمد رشید بن عبد القادر کانپوری		سنہ ۱۳۳۴ھ	
۹۳	محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی	سنہ ۱۲۴۷ھ	سنہ ۱۳۱۴ھ	
۹۴	محمد شاہ قادری		سنہ ۱۳۳۹ھ	
۹۵	محمد علی بن محمد اسماعیل بنارسی		سنہ ۱۳۰۳ھ	حنفی
۹۶	محمد علی بن عبد العلی کانپوری	سنہ ۱۲۶۲ھ	سنہ ۱۳۴۶ھ	"

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات
۹۷	محمد فاضل بن محی الدین	سنہ ۱۲۱۷ھ	سنہ ۱۳۰۲ھ
۹۸	محمد معصوم بن عبد الرشید سرہندی دہلوی	سنہ ۱۲۶۲ھ	سنہ ۱۳۴۱ھ
۹۹	محمد نعیم بن عبد الحکیم فرنگی محلی		سنہ ۱۳۱۰ھ
۱۰۰	محمد یٰسین بن ناصر علی	سنہ ۱۲۸۰ھ	سنہ ۱۳۴۲ھ
۱۰۱	محمود بن غلام محمد	سنہ ۱۲۰۵ھ	سنہ ۱۳۳۰ھ
۱۰۲	مسیح الدین بن جمال الدین		سنہ ۱۲۲۱ھ
۱۰۳	مسیح الدین بن فخر الدین قادری الہ آبادی	سنہ ۱۲۶۱ھ	سنہ ۱۳۳۳ھ
۱۰۴	مشتاق احمد بن مخدوم بخش انبیٹھوی		سنہ ۱۳۶۰ھ
۱۰۵	مصلح الدین بن رجب علی جونپوری		سنہ ۱۳۰۶ھ
۱۰۶	معین الدین بن عبد الرحمٰن اجمیری	سنہ ۱۲۹۹ھ	سنہ ۱۳۵۸ھ
۱۰۷	منصور علی بن محمد حسن علی مرادآبادی		سنہ ۱۳۳۷ھ
۱۰۸	نور الحق بن خیر الدین		سنہ ۱۳۳۶ھ
۱۰۹	قاضی وجیہ الدین بن علیم الدین کاکوروی	سنہ ۱۲۳۲ھ	سنہ ۱۳۰۵ھ
۱۱۰	وحید الزمان بن مسیح الدین خیرآبادی	سنہ ۱۲۶۷ھ	سنہ ۱۳۸۸ھ
۱۱۱	ہدایت اللہ بن محمود سندھی	سنہ ۱۲۸۱ھ	
۱۱۲	مفتی یحییٰ بن ایوب سدانجی	سنہ ۱۲۰۹ھ	سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۱۳	یعقوب بن کریم اللہ دہلوی		سنہ ۱۳۲۴ھ
۱۱۴	یعقوب بن مملوک علی صدیقی نانوتوی	سنہ ۱۲۴۹ھ	سنہ ۱۳۰۲ھ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	وفات	
۱۱۵	مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۲۴۴ھ	۱۳۲۳ھ	دیوبندی
۱۱۶	مولانا قاسم نانوتوی	۱۲۴۸ھ	۱۲۹۷ھ	〃
۱۱۷	مولانا محمود الحسن دیوبندی	۱۲۶۸ھ	۱۳۳۹ھ	〃
۱۱۸	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ	〃
۱۱۹	مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی	۱۲۷۵ھ	۱۳۴۷ھ	〃
۱۲۰	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۲۸۰ھ	۱۳۶۲ھ	〃

اعلیٰ حضرت کے مشاہیر تلامذہ

۱- حضرت مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری

(۱۲۷۲ھ/۱۳۷۳ھ)

آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد عبد الکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدر آباد دکن سے جبل پور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔

۱۳۱۲ھ ندوۃ العلماء کے پہلے اور بنیادی جلسہ لکھنؤ میں آپ مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے شبلی نعمانی اور ان کے ہم خیال کسی سے آپ کی نہ بنی البتہ حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی سے خوب نبھتی تھی چونکہ وہ آپ کے ہم خیال تھے ندوہ کے اجلاس کے موقع پر جب دعوت نامہ موصول ہوا تو آپ کے والد ماجد نے فرمایا۔ جارہے ہو تو بریلی میں حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا شاید افضل کی ذات

بابرکات سے تحصیل فیض ملتا ہے۔ ندوہ کا ایک بہانہ ہے۔ آپ بریلی تشریف لے گئے ڈپٹی اشفاق حسین صاحب کے دولت کدہ پر قیام تھا۔ درس نظامی میں تبدیل و ترمیم پر مجلس عاملہ کی گفتگو نے طوالت اختیار کی۔ شبلی نعمانی سے آپ کی نوک جھونک ہو گئی۔ اعلیٰ حضرت کا رسالہ "سوالات حق نما علیٰ رؤس ندوۃ العلماء" پیش فرما کر جواب طلب کیا۔ اور دونوں حضرات جلسہ سے اٹھ کر چلے آئے۔ قیام گاہ پر پہنچ کر اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر حاضری دی۔ شاہ محمد عبدالکریم جبل پوری قادری کا لفافہ پہلے پہنچ چکا تھا۔ جسمیں تحریر تھا کہ فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے۔ اس کی سرپرستی قبول فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے خط کے ذریعہ آپ کو یوں پیش فرمایا۔ گویا وہ موجود ہیں اور آپ کو میرے سپرد کر رہے ہیں۔ ماشاءاللہ آپ یہاں قیام فرمائیں۔ اسباب ڈپٹی صاحب کے یہاں سے منگا لئے گئے۔

مولانا عبدالسلام صاحب نے آستانۂ اعلیٰ حضرت پر ایک عرصہ تک قیام فرمایا۔ مولانا حامد رضا خاں کے ساتھ شریک درس رہے۔ جن علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی ان پر مزید علوم و معارف کی تکمیل بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت سے کی اور کم و بیش دس ماہ آستانۂ عالیہ پر گذارے۔ ذلیقعدہ ۱۳۱۲ھ میں سند فضیلت و خلافت لے کر کامیاب و بامراد جبلپور واپس ہوئے[1]۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء کو آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد کے پہلو میں عیدگاہ جبلپور میں دفن ہوئے۔[1]

---

[1] ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد نومبر و دسمبر ۱۹۵۵ء

۲۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قبلہ

(۱۲۷۶ھ / ۱۳۲۶ھ)

استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی فاضل بریلوی کے منجھلے بھائی تھے ابتدائی تعلیم والد گرامی مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب اور برادر حضرت فاضل بریلوی سے حاصل کی پھر فصیح الملک داغ دہلوی کی خدمت میں رام پور پہونچے اور شعر گوئی کے میدان میں کمال حاصل کیا پہلے داغ سے عشقیہ شاعری میں مشورۂ سخن کرتے تھے۔ غزلیہ دیوان ثمرۂ فصاحت ہے۔ اعلیٰ حضرت کے فیض صحبت نے نعت گوئی کا ذوق بخشا آپ کا نعتیہ دیوان "ذوق نعت" چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکا ہے زبان کی لطافت، بیان کی سادگی، حسن ادا نیز کیف آوری و اثر انگیزی کا بہترین نمونہ ہے آپ نے ادبی و مذہبی دونوں خدمات انجام دیں۔ لیکن مذہبی خدمات زیادہ نمایاں اور غالب رہیں جس کی وجہ سے آپ کی ادبی شخصیت دب گئی۔ شہادت امام حسین پر بھی آپ نے ایک کتاب بنام "انتخاب شہادت مع آئینۂ قیامت تصنیف فرمائی جس کے متعلق اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کسی سائل نے پوچھا۔ کہ محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی ہوتی ہے سننا چاہئے یا نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی کتابیں جو عربی میں ہیں یا میرے بھائی حسن میاں مرحوم کی کتاب آئینۂ قیامت میں صحیح روایات ہیں انہیں سننا چاہئے۔ باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہتر ہے۔ [1]

۲۲ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بریلی میں وصال ہوا۔ بریلی سٹی اسٹیشن سے متصل قبرستان میں مدفون ہوئے

---

[1] الملفوظ حصہ دویم ص ۹۱

اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل اشعار میں ان کی تاریخ وفات استخراج فرمایا ہے۔

نعت حسن آمدہ نعت حسن ۔ حسن رضا بادبریں سلام
۱۳۲۶ھ
ان من الذوق لسحرھم ۔ ان من الشعر لحکمۃ تمام
۱۳۲۶ھ ۱۳۲۶ھ
کلک رضا داد جناں سال آں ۔ یافت قبول از شہ راس الانام
۱۳۲۶ھ

تصانیف :۔

۱۔ ذوق نعت
۲۔ ثمرۂ فصاحت
۳۔ دین حسن
۴۔ انتخاب شہادت
۵۔ صمصام حسن بردار فتن
۶۔ ساغر پر کیف
۷۔ نگارستانِ لطافت

۳ - ابوالمحمود سید احمد اشرف جیلانی قدس سرہٗ

(۱۲۸۶ھ / ۱۳۴۳ھ)

عارف باللہ حضرت ابوالمحمود اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی مشہور روزگار بزرگ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہٗ کے نامور اور باکمال فرزند تھے۔ تاریخی نام ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف ہے۔ یوم جمعہ المبارکہ ۲۴ر شوال سنہ ۱۲۸۶ھ کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ابتدائی تلامذہ میں سے تھے۔ [۱]

کچھ ابتدائی کتب کچھوچھہ مقدسہ میں پڑھیں درسیات کی تکمیل استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے کی۔ علم و فضل میں کامل تھے۔ عالم رویا میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی دستار بندی فرمائی چنانچہ اس خواب سے آپ نے کسی مدرسہ میں دستار بندی کرنے سے انکار کردیا۔ والد مکرم سے بیعت تھے۔ فاضل بریلوی نے بھی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ نہایت بلند پایہ خطیب تھے۔ پرتاثیر وعظ ہوتا تھا۔ شیخ المشائخ سید شاہ محمد مختار اشرف مدظلہٗ العالی سنہ ۱۳۳۳ھ آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔ شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین کی حیات طیبہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ [۲]

---

[۱] الاستمداد علی اجیال الارتداد ص ۹۲ مطبوعہ مظہر فیض رضا برج منڈی لائل پور پاکستان

[۲] تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۳۰

۴- حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ

(۱۲۹۲ھ / ۱۳۶۲ھ)

اسم گرامی محمد عرف حامد رضا اور خطاب حجۃ الاسلام تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے بڑے صاحب زادہ تھے۔ ۱۲۹۲ھ کو بریلی میں ولادت ہوئی درسیات کی تمام کتابیں والد ماجد سے پڑھیں تفسیر بیضاوی کے درس میں اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے ظاہری حسن و وجاہت کے ساتھ باطنی فضل و کمال کے بھی جامع تھے تفسیر و حدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ فارسی زبان میں بھی کامل عبور تھا۔ آپ اپنے والد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ تلامذہ مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھا۔ حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ المتوفی ۱۳۲۴ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ فاضل بریلوی سے بھی اجازت و خلافت تھی۔ مولانا شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں خلف اکبر حضرت مولانا حامد رضا خاں ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء مولانا حشمت علی لکھنوی المتوفی ۱۳۸۰ھ مولانا حبیب الرحمٰن قادری مدظلہ، مولانا شاہ رفاقت حسین کانپوری آپکے نامور خلفاء ہیں۔ [1]

۱۳۲۳ھ میں آپ زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے وہاں حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین پیش

[1] تذکرہ علماء اہل سنت ص ۸۱-۸۳

کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ دوسرا نہیں دیکھا۔ اپنی کیفیت وصال بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے زبان ذکر صلوٰۃ وسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہوگی روح قرب وصال کے چھلکتے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔ ؎

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر بند آنکھیں لب پر میرے درود وسلام ہوگا

نماز کے دوران تشہد میں ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء اپنے خالق سے جاملے۔

تصانیف :۔

۱۔ مجموعہ فتاویٰ

۲۔ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی

۳۔ ترجمہ الدولۃ المکیہ

۴۔ ترجمہ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین

۵۔ نعتیہ دیوان

۶۔ حاشیہ ملا جلال [1]

---

[1] حاشیہ الاستمداد ص ۸۷-۸۸

۵ - ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ

(۱۳۰۳ھ/۱۳۸۲ھ)

ملک العلماء محمد ظفر الدین قادری بن الملک منشی محمد عبد الرزاق بن کرامت علی بن غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک تاتار بن ملک بہار الدین بن ملک محمد اسماعیل بن اللہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف گدن بن ملک خطاب الملک بن ملک علاء الدین علاء الملک بن داؤد بن ملک حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بو شہید بن حضرت سید ابوبکر بن سید ابو القاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبد الاسلام بن سید عبد الوہاب بن غوث الثقلین وغیث الکونین حضرت سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر حسنی حسینی جیلانی قدست اسرارھم ونفعنا اللہ ببرکاتھم۔

سلسلۂ نسب کے تیسویں بزرگ مدار الملک سید ابراہیم عرف ملک بو کا سلسلہ بہار میں کافی پھیلا ہوا ہے۔ عالم اسلام کے مشہور بزرگ اور معقولی اور اصولی عالم حضرت ملا قاضی محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مسلم العلوم و مسلم الثبوت اسی خاکدان کے نامور فرزند تھے۔ پروفیسر ابوبکر احمد حلیم پرو وائس چانسلر علی گڈھ اور نامور سیاسی قائد و ماہر قانون مسٹر محمد یونس، بیرسٹر سابق وزیر اعلیٰ بہار اسی خاکدان سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ کو مولانا ظفر الدین بہاری موضع رسول پور میجرہ ضلع پٹنہ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنی تعلیم کے سلسلے میں مولانا خود تحریر فرماتے ہیں اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے

حضرت عزت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی باوجودیکہ بعض خاص عزہ واقارب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے۔ اپنے بچہ کو انگریزی تعلیم دلوایئے مگر انہوں نے پرواہ نہ کی اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔[1]

بروز اتوار شوال ۱۳۱۳ھ مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں والد مکرم نے داخلہ کرایا۔ حضرت مولانا معین الدین ازہر اور حضرت مولانا بدر الدین اشرف اساتذۂ مدرسہ ہٰذا نے بڑی دلچسپی اور انہماک سے آپ کی تعلیم کی طرف توجہ دیں متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی مرحوم رئیس لودی کٹرا پٹنہ سیٹی المتوفی ۱۳۲۶ھ کے قائم کردہ دار العلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے اس وقت شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ المتوفی ۱۳۳۴ھ صدارت تدریس کی مسند پر رونق افروز تھے محدث سورتی علیہ الرحمہ امام الحدیث حضرت مومن احمد علی محدث سہارنپوری المتوفی ۱۲۹۷ھ استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی المتوفی ۱۳۳۴ھ کے نامور شاگرد تھے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی المتوفی ۱۳۱۳ھ سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی مولانا ظفر الدین بہاری ۱۳۱۷ھ تک یہاں مصروف تعلیم رہے آپ پٹنہ سے حصول تعلیم کے لئے کانپور پہونچے اور استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کانپوری قدس سرہٗ المتوفی ۱۳۱۲ھ سے علوم وفنون کی امہات الکتب کا درس لیا۔ حضرت مولانا شاہ عبد اللہ کانپوری المتوفی ۱۳۴۳ھ سے ہدایہ آخرین تحقیق سے پڑھی اور مولٰنا قاضی عبد الرزاق کانپوری علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۴۶ھ سے کتب حدیث میں استفادہ کیا۔

---

[1] دیباچہ حیات اعلیٰ حضرت

کانپور سے پھر اپنے مشفق استاد حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پیلی بھیت پہونچے جہاں وہ پٹنہ سے پہلے ہی جا چکے تھے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی جن کا محدث سورتی اپنے درس کے دوران بار بار ذکر کرتے جس سے آپ کا اشتیاق بڑھا اور ۱۳۲۲ھ ہی میں فاضل بریلوی کی خدمت میں بریلی پہونچے۔ فاضل بریلوی کی تصنیفی مصروفیات اور افتاء وغیرہ شدید بار کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں رہنا پڑا اور دارالافتاء رضویہ میں حاضر ہو کر مشق افتاء کرتے رہے آپ کے ساتھ آپ کے ہم وطن حضرت مولانا سید شاہ عبدالرشید عظیم آبادی علیہ الرحمہ والرضوان بھی تھے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ مستقل طور پر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرنے لگے اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی نے بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما۔ جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ و مسائل فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ [1]

فاضل بریلوی چونکہ کسی باقاعدہ مدرسہ میں تعلیم نہیں دیتے تھے اور کوئی مدرسہ بھی نہیں تھا۔ اس کمی کو آپ نے شدت سے محسوس کیا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی المتوفی ۱۳۶۲ھ سے اپنا خیال پیش کیا ان حضرات نے

[1] دیباچہ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول مطبوعہ کراچی ص ز

باہم مشورہ کر کے مولانا سید حکیم امیر اللہ بریلوی المتوفی ۱۳۲۲ھ کو فاضل بریلوی سے اس موضوع پر گفتگو کے لئے آمادہ کیا۔ قیام مدرسہ کو آپ نے بڑی مشکل سے منظور کیا کیونکہ دیگر مشاغل کی کثرت تھی مولانا حسن بریلوی نے (تلمیذ داغ دہلوی) اس مدرسہ کا نام منظر اسلام رکھا جس سے ۱۳۲۲ھ کا استخراج ہوتا ہے۔ منظر اسلام کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔ صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر آپ نے فاضل بریلوی سے پڑھی ۱۳۲۵ھ میں فاضل بہاری اور مولانا عبدالرشید صاحب عظیم آبادی جو اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم تھے ان کی دستار بندی ہوئی فاضل بہاری اس مدرسہ میں مدرس مقرر کر لئے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی عبدالرزاق قادری رضوی مقیم شملہ کے شدید اصرار پر فاضل بریلوی نے آپ کو جامع مسجد شملہ کی امامت اور خطابت پر مامور کر دیا۔ یہاں یہ مشہور ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر ضیاء الدین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے آپ ملے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جن مسائل ریاضی کا حل پوچھا تصدیق کی۔ حضرت مولانا رحیم بخش قادری رضوی المتوفی ۱۳۴۲ھ نے مدرسہ فیض الغرباء آرہ کیلئے شدید اصرار کیا اور درخواست کی کہ آپ فاضل بہاری کو ہمارے مدرسہ کیلئے بھیج دیجئے چنانچہ ۱۳۳۲ھ میں فیض الغرباء پہونچے اور پھر وہیں سے تقریباً سال بھر کے بعد الحاج سید نور الہدیٰ پٹنہ میں تشریف لائے۔

الحاج سید نور الہدیٰ المتوفی ۱۹۳۵ء ایم اے ایل ایل ایم کیمبرج یونیورسٹی انگلینڈ نے اپنے دیرینہ دوست عزت مآب سر سید فخر الدین وزیر تعلیم حکومت بہار واڑیسہ و دیگر دیندار حضرات کی رائے سے یکم نومبر ۱۹۱۳ء (۱۳۳۱ھ) کو مدرسہ شمس الہدیٰ کی بنیاد ڈالی تھی اور تفسیر و حدیث و فقہ کے درجات کھولے گئے۔

کچھ دنوں بعد جب مولانا مشتاق احمد کانپوری المتوفی ۱۳۵۲ھ میں مولانا احمد حسین کانپوری معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو آپ کو استاد تفسیر وحدیث اور مدرس اول منتخب کیا گیا۔

حضرت سید شاہ ملیح الدین کبیری سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ سہسرام جو فاضل بریلوی کے مخلصوں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین صدر مدرس مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے انتقال کے بعد فاضل بریلوی سے فاضل بہاری کی مانگ کی منظوری کے بعد انہوں نے فاضل بہاری کو سہسرام کی دعوت کی۔ اور منظوری کی فاضل بریلوی کو اطلاع بھی دی چنانچہ ۱۳۳۲ھ کے اواخر میں آپ سہسرام بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے۔

مولانا محمود احمد قادری شمس الہدیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں مدرسہ حکومت کے زیر اثر آگیا۔ سپردگی کے وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں نو مدرسین تھے نئے انتظام کے بعد پرنسپل کے علاوہ پندرہ مدرسین کر دیئے گئے اس وقت مدرسہ کی نیک نامی کے لئے مرحوم جج صاحب نے حضرت الاستاذ ملک العلماء کو بلانا بہت ضروری سمجھا چنانچہ حضرت الاستاذ دوبارہ ۱۳۳۸ھ کو سہسرام سے منتقل ہو کر شمس الہدیٰ آگئے۔ اور فنون کی اعلیٰ کتابوں کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ فقہ وحدیث اور ہیئت میں ان کا درس دور دور مشہور ہوا۔ ۱۶ر جولائی ۱۹۴۸ء میں جامعہ کے شیخ اور پرنسپل ہو گئے۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۴۹ء سے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۰ء تک خرابی صحت کی وجہ سے فرصت لے کر آرام فرمایا۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ایک طویل مدت کی علمی خدمت کے بعد پنشن پر ریٹائر ہوئے۔ [1]

۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم رہے۔ حضرت سید شاہ

---

[1] ماہنامہ اشرفیہ ص۲۱ جلد ۲ شمارہ ۱۰ جولائی ۱۹۷۸ء

شاہد حسین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق پٹنہ المتوفی سنہ ۱۳۰۳ھ قدس سرہٗ کی استدعا پر ۲۹ شوال المکرم سنہ ۱۳۶۱ھ میں کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا۔ اور اس کے صدر مدرس کے عہدہ کو رونق بخشی سنہ ۱۳۸۰ھ میں علالت کی وجہ سے ظفر منزل پٹنہ آگئے۔ ۱۹ جمادی الاخری سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء شب دوشنبہ سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذکر اللہ اللہ کرتے کرتے جان جاں آفریں کے سپرد کرکے واصل الی اللہ ہوئے۔

حضرت شاہ ایوب ابدالی شاہدی رشیدی اسلام پوری نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ۱ے ان کا مزار پاک محلہ شاہ گنج پٹنہ ۶ میں ہے۔

فاضل بہاری کی تصانیف

اسمائے کتب	مطبع	سنہ طباعت
۱۔ ظفر الدین الجید	حسنی پریس بریلی	
۲۔ الحسام المسلول علیٰ منکر علم الرسول	"	۱۳۲۳ھ
۳۔ شجم الکثرہ علی الکلاب الممطرہ		۱۳۲۹ھ
۴۔ النیراس لدفع ظلام النہاس		۱۳۲۹ھ
۵۔ توضیح التوقیت پٹنہ		
۶۔ المغنی عن شروح المغنی		
۷۔ رفع الخلاف من بین الاحناف		
۸۔ نزول السکینہ		

۱ے تذکرہ علماء اہلسنت ص ۱۱۲

اسمائے کتب	مطبع	سن طباعت
۹۔ خیر السلوک فی نسب		
۱۰۔ جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان		
۱۱۔ القوی الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر		
۱۲۔ گنجینہ مناظرہ	اہلسنت پریس بریلی	۱۳۳۴ھ
۱۳۔ کشف الشور عن مناظرۃ رام پور		
۱۴۔ موذن الاوقات		
۱۵۔ عافیہ		
۱۶۔ وافیہ		۱۳۳۵ھ
۱۷۔ تعریب		
۱۸۔ تذہیب		
۱۹۔ القصر المبنی علی بناء المغنی		
۲۰۔ نظم المبانی فی حروف المعانی		
۲۱۔ تحفۃ الاجبار فی احوال الاخبار		
۲۲۔ الاکسیر فی علم التکسیر		
۲۳۔ سرور المحزون فی البصر عن العیون		
۲۴۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد		
۲۵۔ تنویر السراج فی ذکر المعراج		
۲۶۔ بیاض اعلیٰ حضرت۔		
۲۷۔ الجامع الرضوی الجزء الاول	عقائد کے بیان میں ہے	
۲۸ " الجزء الثانی	طہارۃ وصلاۃ کے بیان میں	

اسمائے کتب		مطبع	کیفیت
۲۹۔ الجامع الرضوی	الجزء الثالث		زکوٰۃ روزہ حج کے بیان میں
۳۰۔ "	الجزء الرابع		کتاب النکاح تا وقف
۳۱۔ "	الجزء الخامس		کتاب البیوع تا غصب
۳۲۔ "	الجزء السادس		کتاب الشفعہ تا فرائض

۶۔ مولانا عبدالاحد صاحب

(۱۸۸۳ھ/ ۱۳۵۲ھ)

مولٰنا الحاج عبدالاحد قادری برکاتی خلف الرشید حضرت مولٰنا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ سنہ ۱۸۸۳ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے مدرسۃ الحدیث میں داخل ہوکر اپنے والد گرامی سے تکمیل درسیات کیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ لکھیم پور مطب کیا۔ مدرسہ حنفیہ پٹنہ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں تدریسی خدمات انجام دی زور خطابت سے خوش ہوکر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سلطان الواعظین کا خطاب دیا۔ اعلیٰ حضرت سے اجازت و خلافت حاصل کی سنہ ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی معیت میں سفر حج کیا۔ تحریک آزادی میں زبردست حصہ لیا ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

۷۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتئ اعظم ھند

(۱۳۱۰ھ)

آل الرحمن مصطفےٰ رضا ابن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ زیب سجادہ رضویہ بریلی شریف ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم ابوالحسین احمد نوری جانشین حضرت شاہ آل رسول ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام رکھا محمد کے نام پر عقیقہ ہوا۔ حضرت مولانا رحم الٰہی بنگلوری سے آپ نے خصوصی تعلیم حاصل کی ۱۳۲۸ھ میں آپ کو افتار کی ذمہ داری سونپی گئی اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمن محمد عرف مصطفےٰ رضا کی مہر بنوا کر اعلیٰ حضرت نے آپکو عطا کیا۔ دوسرا سفر حج ۱۳۹۱ھ میں بغیر فوٹو ہوا۔ اس میں سید علوی مالکی شیخ الحرم المکی اور علامہ سید محمد بن امین و دیگر علماء کرام نے سند حدیث حاصل کیا۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی لگاؤ ہے۔

تصانیف و تراتیب

۱۔ سامان بخشش	۷۔ النکتہ اعلیٰ مراء کلکتہ
۲۔ فتاویٰ مصطفویہ	۸۔ الملفوظ جلد اول
۳۔ الموت الاحمر	۹۔ 〃 جلد دوئم
۴۔ وقایۃ اہل السنہ عن مکر دیوبند والفتنہ	۱۰۔ 〃 جلد سوئم
۵۔ مقتل اکذب اجہل	۱۱۔ 〃 جلد چہارم
۶۔ مقتل کذب وکید	۱۲۔ ادخال السنان

۱۳- کشف ضلال دیوبند
۱۴- وقعات السنان
۱۵- الکادی فی العادی
۱۶- القسم القاصم
۱۷- اشد الباس
۱۸- نور العرفان
۱۹- وہابیہ کی تقیہ بازی
۲۰- القول العجیب
۲۱- القسورہ
۲۲- سیف الجبار
۲۳- طرق الہدیٰ
۲۴- تنویر الحجہ

۸- صوفی قلندر علی سہروردی

(المتوفی ۱۳۷۷ھ)

ابو الفیض قلندر علی سہروردی گیلانی کے چشم و چراغ ہیں کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ وطن ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے شوق میں دیو بند پہونچے ایک رات قیام کے بعد اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تقریباً ڈھائی سال تک قیام کیا اور علوم دینیہ کا استفادہ امام اہل سنت سے کیا۔ [1]

حیات گڑھ ضلع گجرات میں حضرت میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے — شیر ربانی میاں شیر محمد سے بھی استفادہ کیا۔ ایک عرصہ تک جامع مسجد جو بدایاں قلعہ گوجر سنگھ میں خطیب رہے۔ بروز بدھ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

---

[1] سہروردی اولیاء کرام ص ۳۶۶ محمد دین کلیم مورخ لاہور ۱۹۶۹ء

مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری نے پڑھائی۔ [1]

تصانیف :-

۱۔ جمال الٰہی
۲۔ جمال رسول
۳۔ سیاح الامکاں
۴۔ رسالۂ علم غیب
۵۔ تذکرہ سہروردیہ
۶۔ انوار سہروردیہ
۷۔ میلاد رسول
۸۔ حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۔ الفقہ فخری
۱۰۔ پردۂ نسواں

[1] تذکرۂ اہل سنت جلد اول ص ۴۰۷-۴۰۸

٩۔ مولانا سیّد محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند

(١٣١١ھ / ١٣٨٣ھ)

محدث اعظم ہند مولانا الحاج سید شاہ محمد بن مولانا حکیم اشرف نماز فجر سے پہلے ۱۵؍ ذوالقعدہ ۱۳۱۱ھ کو جائس ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے فارسی اپنے والد ماجد اور اساتذۂ آستانہ سے پڑھی۔ بقیۃ سلف حضرت علامہ شاہ عبدالباری بن مولانا شاہ عبدالوہاب بن شاہ عبدالرزاق بن محمد جمال الدین فرنگی محلی و دیگر اساتذۂ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے عربی کی تعلیم حاصل کی اور درسیات میں عبور و کمال حاصل کیا پھر آٹھ سال بعد علی گڈھ حاضر ہو کر استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب قدس سرہٗ المتوفی ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) شرح تجرید اور افق المبین کا درس لیا۔ مولانا لطف اللہ صاحب نے آپ کو دلچسپی اور محنت سے پڑھایا۔ اور فراغت کی سند میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ علامہ تحریر فرمایا۔ حضرت شاہ مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر بدایونی المتوفی ۱۳۳۴ھ سے پہلی کیفیت میں حدیث پڑھ کر سندِ حدیث حاصل کی محدث اعظم فرماتے ہیں کہ جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے کارِ انتہا کے لئے اعلیٰ حضرت کے حوالے کیا۔ زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایۂ حیات ہو گئیں۔ اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور آج ایک دریائے علم کے ساحل کو پالیا ہے۔ علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کو رگ و پے میں اتار دینا اور صحیح علم دے کر نفس کا تزکیہ فرما دینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر ہر منٹ پر

صادر ہوتی رہتی تھی" ۔ ؎۱

اپنے ماموں حضرت سید شاہ احمد اشرف قدس سرہٗ المتوفی ۱۲۸۶ھ سے مرید ہوئے اور تکمیل سلوک کر کے درجۂ کمال کو پہونچے۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ لاکھوں مریدین ہندو بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں خطابت کا آپ کو فطری ملکہ تھا۔ چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ "فرش پر عرش" آپ کا کلام زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ آپ نے قرآن حکیم کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا۔ اس کے ابتدائی حصہ کو ملاحظہ کر کے امام اہل سنت فاضل بریلوی نے آپ کی بے حد تعریف فرمائی۔ آپ علماء اہل سنت کے درمیان اتحاد کے زبردست علمبردار تھے۔ سرزمین بنارس کی عظیم اور تاریخی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۳۶۶ھ مطابق اپریل ۱۹۴۷ء کے موقع پر باتفاق آراء آپ کو صدر عمومی منتخب کیا گیا۔ تا زندگی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے آپ صدر رہے۔ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے مدت العمر سرپرست رہے۔ اکناف ہند کے ہزاروں دینی مدارس آپ کی سرپرستی میں دینی خدمات میں مصروف عمل ہیں علامہ مدنی میاں کچھوچھوی آپ کے فرزند وسط ملک کے نامور خطیب ہیں ۱۷ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ میں بمقام لکھنؤ آپ نے وفات پائی۔ کچھوچھہ مقدسہ میں مدفون ہوئے۔ ؎۲

؎۱ خطبۂ صدارت محدث اعظم ہند ۱۳۷۹ھ المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۴۴

؎۲ تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۳۵-۲۳۶

۱۰۔ مولانا رحیم بخش صاحب

(المتوفی ۱۳۴۲ھ)

مولانا محمد رحیم بخش آروی قادری برکاتی رضوی نے رام پور سہارنپور کے اساتذہ سے درسیات کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب ناصری گنج سے پھلواری شریف میں چند کتابیں پڑھیں۔ یہیں سید سلیمان ندوی نے آپ سے درس لیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اپنے وطن کے مدرسہ حنفیہ میں مدرس ہوئے۔ اختلاف نظریات کے باعث فیض الغرباء کے نام سے ایک نئے مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ حضرت شاہ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا تعاون فرمایا۔ آپ کی دعوت پر اعلیٰ حضرت اکثر آرہ تشریف لے جاتے۔ اور فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی فرماتے مولانا شاہ عبدالغفور، علامہ ابراہیم بلیاوی۔ مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی، سید سلیمان ندوی آپ کے مشاہیر تلامذہ ہیں۔ ۸ر شعبان ۱۳۴۲ھ کو انتقال ہوا۔

۱۱۔ مولانا حافظ یقین الدین صاحب (المتوفی ۱۳۷۰ھ)

مولانا یقین الدین برنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تلمیذ رشید اور خلیفہ تھے ترک تقلید وغیرہ مسائل پر شیخ محمد طیب مکی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کے رد میں کتاب تالیف کی دارالافتاء بریلی شریف میں فتاویٰ نویسی کیا کرتے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ میں بریلی میں وصال ہوا۔ [1]

---

[1] تذکرۂ علماء اہلسنت ص ۲۶۴

۱۲- مفتی اعجاز ولی خاں صاحب

مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب ابن مولانا سردار علی خانصاحب ابن مومن باری علی خاں صاحب بن مولانا رضا علی خاں صاحب جد امجد مولانا شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدست اسرارہم ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید شروع کیا۔ اور حافظ عبد الکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ مولانا تقدس علی خاں شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ ببر کوٹ سندھ۔ مولانا مختار احمد سلطان پوری۔ مولانا محمد حسنین رضا بریلوی سے درس بتوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی سے شرح جامی اور مولانا سردار علی خاں سے جلالین شریف پڑھی۔ ۱۳۵۲ھ میں مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند سے سند حدیث حاصل کی۔ بعد ازاں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ مزید حصول تعلیم کے لئے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف بہار شریعت کے مدرسہ سعیدیہ علی گڈھ پہونچے اور تحصیل علوم کے بعد سند حدیث حاصل کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بیعت در سلسلۂ عالیہ قادریہ اور مفتی اعظم ہند سے سلسلۂ قادریہ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

تکمیل علوم کے بعد این بی ہائی اسکول بریلی و دار العلوم منظر الاسلام بریلی اور دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں تعلیم دی۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ منہاج العلوم پانی پت تشریف لے گئے۔ پھر ایک سال کے بعد منظر اسلام بریلی تشریف

لائے۔ تقسیم ہند کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو جامعہ محمدی شریف جھنگ پاکستان میں ۱۹۵۱ء تک شیخ الحدیث رہے۔ بعدازاں کچھ عرصہ دار العلوم اہل سنت وجماعت جہلم میں رہے۔ جون ۱۹۵۴ء میں شیخ الحدیث والفقہ کی حیثیت جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لے گئے۔ اور چھ سال تک بحسن وخوبی کام کیا۔ ۱۹۶۰ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ مگر صرف دو روز ہی طلباء مستفید ہو سکے تھے کہ اجل آپہونچی اور مختصر علالت کے بعد ۲۴ شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۷۳ء روز منگل راہی ملک بقا ہوئے۔ مولانا سید ابو البرکات صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میانی صاحب بہاولپور روڈ لاہور میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:-

اسمائے کتب	مطبع	سن اشاعت
۱- قانون میراث		
۲- تسہیل الواضح خلاصۃ النحو الواضح		
۳- ترجمہ مکتوبات شیخ عبد الحق محدث دہلوی		
۴- ترجمہ کشف الاسرار [1]		

[1] تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ص ۶۳ تا ۶۵

۱۳۔ مولانا حسنین رضا خان صاحب

حضرت مولانا حسنین رضا خاں قادری برکاتی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے بھائی مولانا حسن رضا قدس سرہٗ کے فرزند ہیں۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سے تلمذ و خلافت کا شرف حاصل ہے مدرسہ ارشاد العلوم رام پور میں آپ نے کتب معقولات و منقولات کی تکمیل کی۔ حلیۂ اعلیٰ حضرت وصایا شریف اسباب زوال امت وغیرہ آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ آپ کو اعلیٰ حضرت کی کتابیں، شائع کرنے کا بہت شوق ہے بہت سی کتابیں اپنے اہتمام سے شائع کی ہیں مطبع اہلسنت بریلی آپ ہی کا قائم کردہ ہے۔

۱۴۔ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب علیہ الرحمہ (باتھوی)

۱۳۲۲ھ / ۱۳۷۹ھ

حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اپنے وقت کی ایک بلند قامت شخصیت کے حامل تھے ۱۳۲۲ھ کو مظفر پور ضلع کے ایک گاؤں بانتھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آپنے اپنے مقامی علمار سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے آپ کے والد نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بھیجا۔ آپنے مسلسل بارہ سال تک اعلیٰ حضرت سے تحصیل علم کیا سند فراغت کے بعد آپ رشد و ہدایات کی خدمات میں مشغول ہو گئے بے شمار کرامات آپ سے صادر ہوئے ۱۹ر جمادی الاخریٰ کو اس دار فانی سے کوچ کیا آپ کا مزار بانتھ ضلع مظفر پور میں مرجع خلائق ہے۔

اعلیٰ حضرت

کے

مشاہیر خلفاء و متبعین

اعلیٰ حضرت کے خلفاء کی تعداد بھی بے شمار ہے جو ہندو پاک اور عرب و افریقہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ حرمین شریفین میں بھی اعلیٰ حضرت کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ الاجازات المتینہ میں ان کی فہرست سرسری طور سے موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت نے سات سندیں تحریر فرمائی ہیں جو صاحب اجازہ کے نام اور مرتبہ کے لحاظ سے معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ عنایت کی گئیں۔

حرمین طیبین کے مشاہیر خلفاء

(۱) پہلی سند شیخ محمد عبد الحئی ابن الشیخ الکبیر السید عبد الکبیر الکتانی الحسنی کو دی۔ (۲) دوسری سند شیخ اسمٰعیل خلیل کیلئے مرحمت فرمائی پھر معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ ان حضرات کو مرحمت فرمائی۔

(۳) شیخ مصطفی خلیل (۴) شیخ مامون البوبی المدنی (۵) شیخ اسعد الدہان (۶) شیخ عبد الرحمٰن (۷) شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ (۸) شیخ علی ابن حسین

(۹) شیخ جمال ابن محمد الامیر (۱۰) شیخ عبداللہ ابن ابی الخیر (۱۱) شیخ عبداللہ دحلان

(۱۲) شیخ بکر رفیع (۱۳) شیخ ابی حسین مرزوقی (۱۴) شیخ حسن العجمی

(۱۵) شیخ الدلائل سید محمد سعید (۱۶) شیخ عمر المحروسی (۱۷) شیخ عمر ابن حمدان ــ

(۱۸) شیخ احمد خضراوی المکی کو عنایت فرمائی ــ چوتھی سند ضروری ترمیم و اضافہ کے ساتھ مندرجہ ذیل شخصیتوں کو عطا کی گئیں ۔

(۱۹) شیخ ابوالحسن محمد المرزوقی ۔ (۲۰) شیخ حسین المالکی ۔ (۲۱) شیخ علی ابن حسین

(۲۲) شیخ محمد جمال (۲۳) شیخ صالح کمال (۲۴) شیخ عبداللہ میرداماد

(۲۵) شیخ احمد الی الخیر میرداد (۲۶) سید سالم بن عیدروس (۲۷) سید علوی ابن حسین

(۲۸) سید ابوبکر بن سالم (۲۹) شیخ محمد بن عثمان دحلان (۳۰) شیخ محمد یوسف

(۳۱) پانچویں سند شیخ عبدالقادر کردی کو عنایت فرمائی ۔

(۳۲) چھٹی سند شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی کو مرحمت فرمائی ۔

(۳۳) ساتویں سند شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی کو عنایت فرمائی ۔

ہندوپاک کے مشاہیر خلفاء و متبعین

۱ ۔ مولانا سیّد دیدار علی صاحب ۔

مرجع الفقہاء والمحدثین مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی بن نجف علی ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ء) کو بروز دوشنبہ محلہ نواب پورہ الور میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے بزرگ عم محترم مولانا سید نثار علی قدس سرہٗ نے آپ کی ولادت سے پہلے آپکی والدہ محترمہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ” بیٹی تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دین مصطفوی کو روشن کریگا [1]

[1] اخبار جمعیت لاہور ، ۷ فروری ۱۹۵۶ء

آپ نے نحو و صرف کی ابتدائی کتابیں الور میں مولانا قمرالدین سے پڑھیں۔ مولانا کرامت اللہ خاں سے دہلی میں درسی کتب اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ فقہ و منطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری سے کی۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے سند حدیث حاصل کی۔ شیخ الاسلام سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہمدرس تھے۔

آپ سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے سلسلۂ چشتیہ میں حضرت سید علی حسین کچھوچھوی اور سلسلۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت کے خلیفۂ مجاز ہوئے مولانا دیدار علی محدث الوری اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی میں بڑے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔

اعلیٰ حضرت نے محدث الوری اور آپ کے صاحبزادے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابو البرکات مدظلہٗ کو تمام کتب فقہ کی اجازت عطا فرمائی اور اجازت و خلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد و وظائف کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ اشاعت الاسلام رام پور میں ایک سال تک خدمت دین انجام دیا۔ پھر ۱۳۲۵ھ میں مدرسہ قوت الاسلام کے نام سے الور میں ایک ادارہ قائم کیا۔ اس کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور کو زینت بخشی پھر ۱۳۳۵ھ میں حسب ایماء مولانا ارشاد حسین رامپوری شاہی مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۰ھ میں مسجد وزیر خاں لاہور میں خطابت و تدریس کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۳۴۳ھ میں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور قائم کیا اور دار العلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔ جس کا فیضان آج پورے پاکستان میں عام ہے اور ہزاروں علماء و مشائخ اس درس گاہ سے پیدا

ہوکر خدمت اسلام انجام دے رہے ہیں۔ آپ عربی، فارسی، اردو کے عالم تھے۔ حق گوئی اور بے باکی آپ کی فطرت میں تھی۔ علم و فضل کے سمندر تھے خلوص و ایثار اور زہد و تقویٰ کے مخالف و موافق سبھی معترف تھے۔ پاکستان میں آپ کے سیکڑوں مشاہیر تلامذہ ہیں۔ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو واصل بحق ہوئے۔ اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:-

۱۔ تفسیر میزان الادیان
۲۔ ہدایۃ الغوی در رد روافض
۳۔ رسول الکلام
۴۔ تحقیق المسائل
۵۔ ہدایۃ الطریق
۶۔ سلوک القادریہ
۷۔ علامات وہابیہ
۸۔ فضائل رمضان
۹۔ فضائل شعبان
۱۰۔ الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ
۱۱۔ دیوان دیدار علی (فارسی)
۱۲۔ دیوان دیدار علی (اردو)

۲۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ

(ولادت فی سنہ ۱۲۹۷ھ)

حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی بروز دوشنبہ سنہ ۱۲۹۴ھ محلہ خراشیان سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اجداد میں علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی محشی قطبی و خیالی مشہور عالم تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو آپ ہی نے مجدد الف ثانی کا خطاب دیا۔ حضرت مولانا غلام قادر علیہ الرحمہ سے ابتدائی تعلیم اور حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی سے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں دورۂ حدیث کیا سنہ ۱۳۱۴ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے مرید ہوئے۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں ترک وطن کر کے بغداد شریف میں سات برس تک مقیم حالتِ جذب میں رہے۔ سنہ ۱۳۲۷ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت کے علاوہ شیخ احمد مغربی المتوفی سنہ ۱۳۴۲ھ شیخ محمود المغربی المراکش مولانا عبد الباقی فرنگی محلی المتوفی سنہ ۱۳۶۲ھ امام یوسف نبہانی سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے تقریباً ستر سال سے آپ کی ذات مدینہ طیبہ میں علمائے کرام کے لئے مرکز و مرجع ہے۔

حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی

(۱۲۹۴ھ / ۱۳۵۷ھ)

حضرت مولانا شاہ احمد مختار بن شاہ عبد الحکیم صدیقی محلہ مشائخان میرٹھ

میں ۷، محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ فارسی و عربی کی مبادیات والد ماجد سے پڑھیں۔ مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ میں تکمیل علوم کیا۔ ۱۶ برس کی عمر میں ۱۳۱۰ھ میں فارغ ہوئے۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبد الحق مہاجر مکی سے مکہ معظمہ میں ۱۳۲۱ھ میں درس حدیث لیا۔ ایک سال مدینہ طیبہ میں رہ کر حضرت شیخ رضوان وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ قطب عالم حضرت حاجی وارث علی شاہ سرکار دیوہ شریف کی آپ پر خاص نظر کرم تھی۔ سلسلۂ عالیہ اور اس کے اشغال واوراد کی اجازت مخدوم المشائخ حضرت شاہ اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے مرحمت فرمائی۔ مدرسہ قومی میرٹھ۔ اسلامیہ کالج اٹاوہ۔ اسلامی مدرسہ بھوپال، سامرود میں تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کے ایک درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۳۲۲ھ میں افریقہ سے الاسلام نامی ایک گجراتی رسالہ جاری کیا ۱۹۲۰ء میں آپ اور آپ کے دونوں چھوٹے بھائی مولانا نذیر احمد اور مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی نے مرکزی خلافت میں تین لاکھ کا چندہ جمع کیا اور پرجوش قائدانہ جرم میں ۱۹۲۲ء میں جیل بھی گئے۔ ۱۹۲۴ء میں مسلمانان بمبئی نے سلطان سعود اول کو انہدام مقابر کی حرکت سے باز رکھنے کیلئے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ حضرت سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولانا فضل اللہ صاحب مالک علمیہ بکڈپو بمبئی روڈ وفد بھیجے ۱۹۳۵ء میں ڈربن یتیم خانہ قائم کئے۔ آپ نے کافی تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان بنایا۔ آپ کی شادی مشہور بزرگ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے خاندان میں ہوئی۔ بعد مغرب دوشنبہ کی شب ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو دمن (انگریز) میں واصل بحق ہوئے۔ (ملخص تذکرہ علماء اہلسنت ص ۳۲-۳۴)

۴ - حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری قدس سرہٗ

(۱۲۹۵ھ / ۱۳۵۸ھ)

دنیائے علم وفضل کے تاجدار میدان تحقیق وتدقیق کے شہسوار مولٰنا سید محمد سلیمان اشرف بہاری ابن مولانا حکیم سید محمد عبداللہ قدس سرہٗ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) محلہ میرداد بہار (پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مدرسہ حنفیہ جونپور میں استاذ العلماء مولٰنا ہدایت اللہ رامپوری ثم جونپوری سے علوم کی تحصیل کی۔ ۱

ان کے علاوہ استاذ الاساتذہ مولانا یار محمد بندیالوی قدس سرہٗ سے بھی استفادہ کیا۔ ۲ آپ عارف باللہ حضرت مولانا نور محمد اصدق دہلوی کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ موجودہ صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی۔ اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں علی گڈھ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ آپ کا مشاہرہ صرف پچاس روپیہ تھا۔ ۳

آپ نے تاحیات بڑے جاہ وجلال کے ساتھ فرائض منصبی کو ادا کیا۔ قدرت ایزدی نے آپ کو حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ خطابت میں بلا کا زور تھا۔ جس وقت آپ گفتگو فرماتے تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

---

۱ تذکرۂ علماء اہل سنت ص۱۰۱ ۲ حیات استاذ العلماء ص۳۹

۳ السلم ص۸۲ اپریل تا جون ۱۹۷۰ء

لکھتے ہیں ۔

" جونپور میں سیرت رسول کا جلسہ تھا مولانا مرحوم محمد سلیمان اشرف کی تقریر ہو رہی تھی۔ جلسہ کیا ایک جم غفیر تھا۔ مرحوم اپنے مخصوص والہانہ جوش و وارفتگی کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ حاضرین کی خاموشی کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع ایک ہی متنفس تھا اتنے میں دور سے ایک بوڑھا پستہ قد قنحنی شخص جھکا ہوا انبوہ کو چیرتا ہوا بڑھتا نظر آیا۔ جس شخص کے پاس سے گذرتا ہے وہ خوف و عقیدت سے سمٹ کر تعظیم دیتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ مرحوم کو سینہ سے لگا کر پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور واپس چلا گیا۔ یہ مولنا ہدایت اللہ خانصاحب جبروت جونپوری کے استاد اور جونپور میں اس وقت علم و ہنر کے چشم و چراغ تھے " ۔ [1]

جرأت و بے باکی مولانا کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنی رائے کا اظہار بے دھڑک کر دیتے تھے۔ کسی کے علم و فضل یا وجاہت و اقتدار سے مرعوب ہونا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ خودداری کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹی کے کسی ایسے اجلاس میں شریک نہ ہوتے جس میں کسی بڑے آدمی کو مدعو کیا گیا ہوتا اور نہ ہی کسی کے گھر جاتے جب اس سے دوستانہ مراسم نہ ہوتے ۔ [2]

پروفیسر رشید احمد لکھتے ہیں " مرحوم میں اپنے استاد ہی کا جبروت و طنطنہ تھا۔ ان کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا۔ میں نے مرحوم کو جھجھک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔ [3]

جب ہندوستان کے غیر مسلم باشندوں نے حکومت وقت کے ذریعہ

---

[1] گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۳۱، ۳۲ [2] گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۳۳

[3] گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۳۲

گائے کی قربانی بند کرنی چاہی تو ۱۹۱۸ء میں مولانا سلیمان اشرف اور آپ کے شیخ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے خوف فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہئے بہ پاس خاطر ہنود یا خوف ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں ۱؎

امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" سپرد قلم فرمایا اور مولانا محمد سلیمان اشرف نے اپنی گرانقدر تالیف "النور" میں سیر حاصل بحث فرمائی اس دور کا نقشہ مولانا سید سلیمان اشرف نے کس درد و کرب سے کھینچا ہے ذیل کی عبارت میں ملاحظہ فرمایئے:۔

"گائے کی قربانی مسلمانوں سے چھڑائی جاتی ہے۔ موحدین کی پیشانیوں پر قشقہ جو شعار شرک ہے کھینچا جاتا ہے مساجد ہنود کی تفریح گاہ ہیں مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہے۔ ہولی شعار اسلام ہے جس میں رنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہل ہنود کے ہاتھوں جبکہ وہ نشۂ شراب میں بدمست ہوں عجب دلکش عبادت ہے۔ بتوں پر ریوڑیاں چڑھانا۔ ہار پھولوں سے انہیں آراستہ کرنا، پھولوں کا تاج اصنام کے سروں پر رکھنا خالص توحید ہے۔ یہ سارے مسائل ان صورتوں میں اس لئے ڈھل گئے کہ ہندوؤں کی دلنوازی اور استرضاء سے زیادہ اہم نہ توحید ہے نہ رسالت نہ معاد، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ ۲؎

اس وقت علماء سوء سیاسی بازیگروں کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئے تھے نتیجہ یہ تھا کہ مذہبی اصول میں بھی سیاسی مصلحت کے پیش نظر علماء کو

۱؎ النور ص ۲ ۲؎ النور ص ۸

استعمال فرماتے تھے ایسے وقت میں قوم وملت کے لئے مولٰنا جیسے رہنما کی موجودگی فضل الٰہی تھی۔ اس دور کے حالات خود تحریر فرماتے ہیں" دیکھو! علماء کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا گھروندا بنا رکھا ہے میں حبکہ اصول لینا نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ کالج اس قسم کے مناقشوں کا مرکز بنے لیکن کیا کروں خدا کو تو بعد میں منھ دکھانے کا موقع ملے گا۔ اس دنیا کے پڑھے لکھے لوگ کیا کہیں گے"۔ [1]

مولٰنا حصول سلطنت کیلئے دین کے خلاف کوئی عمل پسند نہیں کرتے تھے۔ فرماتے ہیں" لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے۔ [2]

ماہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء میں جمیعتہ العلماء ہند کے اجلاس بریلی میں ہونا طے پایا۔ پروپگنڈے کے طور پر دو اشتہار سامنے آئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اراکین جمیعت اس آن بان سے بریلی آئیں گے کہ ان کی گھن گرج سے مخالفین دھل جائیں گے اور کسی کو مجال دم زدن نہ ہوگی۔ ایک اشتہار کا عنوان تھا" زندگی مستعار کی چند ساعتیں" اس میں اجلاس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا تھا۔

مخالفین ترک موالات اور موالات نصاریٰ کی عملی خامیوں پر اتمام حجت کیا جائے گا۔ دوسرا اشتہار بہ عنوان" آفتاب صداقت کا طلوع" شائع ہوا۔ اس میں اشتہار کے غیر منصفانہ تیور ملاحظہ ہوں۔

" منکرین ومنافقین پر اتمام حجت، مسائل حاضرہ کا انقطاعی فیصلہ خدائی فرمان پہونچانے کے لئے بریلی میں جمیعتہ العلماء کا اجلاس ہونے والا ہے۔"

---

[1] گنجہائے گرانمایہ صد ۳۰   [2] حیات صدر الافاضل صد ۱۰۱

سچائی ظاہر ہو گئی اور جھوٹ بھاگ نکلا۔ خداوند جبار و قہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔ [1]

۱۳ رجب کو مولانا سید سلیمان اشرف بھی تشریف لے آئے انھوں نے انفرادی طور پر بھی مناظرہ کی دعوت دی۔ اس کا جواب مولانا ابوالکلام آزاد نے دیا۔ لیکن مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کرنے کی بجائے غیر متعلقہ مسائل کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اور کسی طرح نزاعی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آخر ۱۴ رجب کو شام کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی صدر الشریعہ، مولانا امجد علی صدر جماعت رضائے مصطفٰے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری مولانا حسنین رضا ناظم جماعت رضائے مصطفٰی اور مولانا برہان الحق وغیرہم حضرات شان وشوکت کے ساتھ جمیعۃ العلماء کے پنڈال میں تشریف لے گئے صدر جلسہ مولانا ابوالکلام آزاد نے جماعت رضائے مصطفٰی کے مناظرین کو خطاب کا وقت نہیں دیا۔ غالباً وہ اس طرح ستر سوالات کے جواب سے پہلو تہی کرنا چاہتے تھے۔ البتہ مولانا سید سلیمان اشرف کو ۳۵ منٹ کا وقت دیا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے نام اجلاس بریلی میں شرکت کا دعوت نامہ جا چکا تھا۔ [2]

اپنے موقف بڑی خوبی سے واضح کیا اس تقریر کو پڑھ کر مولانا کی حق گوئی، صلابت رائے اور چھا جانے والی شخصیت کا گہرا احساس دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ مولانا نے مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔
مسئلہ خلافت وتحفظ وصیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات پر وہ مسائل ہیں

---

[1] روداد مع الحبیر صـ ۴۷ [2] روداد مناظرہ صـ ۲-۴

جنہیں نہ صرف فقیر بلکہ تمام علمائے کرام، نہیں بلکہ تمام عامہ سلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں ترکوں کی خلافت بمعنی قوت دفاعی ایک امر مسلم ہے خدمت حرمین شریفین ہر سلمان پر فرض کفایہ ہے نیز محافظت حرمین شریفین بھی ہر سلمان پر فرض کفایہ ہے۔ سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی اس پر اسلامی سلطنت۔ اس پر اسلام کی قوت دفاعی پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ پس ان کی اعانت اور نصرت مسلمانان عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جنہیں نہ ہیں صرف اس وقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے دس برس پہلے فقیر نے کہا، لکھا، چھاپا، شائع کیا۔ میرا و نیز دیگر علمائے اہلسنت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں ہاں اختلاف اس میں ہے کہ آپ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بتاتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام ہے اور قطعی حرام! یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُو الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی الآیۃ نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہو یا غیر محارب مطلقاً موالات حرام ان سے حرام اور کافر سے موالات حرام محارب ہو یا غیر محارب لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ۔

آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتلاتے ہیں اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتاتے۔ آپنے قشقہ لگایا گاندھی کی جے ایک دو بار نہیں بلکہ بیسوں جگہ، بیسوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے۔ جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ علامت شرک نہیں ہے؟ کیا آپ کی غیرت تقاضہ کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائے، آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے

جذبات ابھارتے ہیں مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاد آباد، کٹار پور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لئے ایسے ہی مظالم نہیں کئے، قرآن مجید نہیں پھاڑے؟ عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی؟ مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں؟ مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں، آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں مگر کیا آپ کے لئے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہہ کر دربار نبوت ورسالت کی اہانت کی گئی: "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔" آپ نے اس پر کیوں نہ انکار کیا۔ کیوں خاموش رہے۔؟

۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ھ میں مولانا سید محمد سلیمان اشرف کا وصال ہوا۔ اور علی گڈھ کے قبرستان میں دفن کئے گئے

تصانیف:۔

۱ ۔ النور

۲ ۔ الرشاد

۳ ۔ الانہار

۴ ۔ الحج

۵ ۔ المبین

۵ - صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب

(۱۲۹۶ھ/۱۳۶۷ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۸ء) میں قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے۔[۱]

آپ کے والد ماجد اور جد امجد فن طب اور علم وفضل میں باکمال تھے ابتدائی کتب جد امجد سے پڑھیں بعد ازاں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ سے علوم وفنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر انہیں کے مشورے سے مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری ۱۳۲۶ھ سے اکتساب فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے۔

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ ۱۳۳۴ھ کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور ۱۳۲۰ھ میں سند حاصل کی۔[۲]

۱۳۲۳ھ میں حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مدرسہ حنفیہ کے مدرس رہے۔[۳] اس اثناء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو مدرسہ منظر اسلام بریلی

---

[۱] الیواقیت المہریہ ص۹۱ [۲] تذکرہ علمائے اہلسنت ص۵۱-۵۲

[۳] رضائے مصطفی ص۳

کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ گرامی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ارشاد کی بناء پر مولانا امجد علی اعظمی مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ ابتدائی تدریس کا کام شروع کیا۔ بعد ازاں مطبع اہلسنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے تقریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض و برکات سے ستفید ہوئے۔ اور کمال عروج کو پہونچے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا "آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔[۱]

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں، تدریس، پریس کی نگرانی۔ پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایت، پارسلوں کی ترسیل اور فتویٰ نویسی وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے۔ فیض رضائے دین کے لئے کام کرنے کی وہ سیرت پیدا کر دی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعض حضرات کہا کرتے تھے "مولانا امجد علی صاحب کام کی مشین ہیں۔[۲]

---

[۱] ملفوظات جلد اول صـ۹۳

[۲] ماہنامہ "پاسبان" امام احمد رضا نمبر۔ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۶۲ء صـ۶۵

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مجید مسمّٰی باسم تاریخی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ اور ایسا نابغۂ روزگار حضرات تیار کئے جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے طویل عرصہ تک منظر اسلام بریلی میں فرائض تدریس انجام دیئے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں پھر بریلی چلے آئے۔ اور تین سال تک قیام کیا۔[1] بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں (علیگڈھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعدیہ میں تشریف لے گئے۔ اور سات سال تک بہ کمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۶ء) میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا "مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں۔[2]

اسی زمانے میں مولانا عبد الشاہد خاں شیروانی اسی مدرسہ میں نائب مدرس تھے۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے "مولانا محمد امجد علی اعظمی سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔"[3]

---

[1] الیواقیت المہریہ ص ۸۰
[2] باغی ہندوستان ص ۲۳۷
[3] تذکرۂ علمائے اہلسنت ص ۵۳

سنہ ۱۳۶۴ھ (۱۹۴۵ء) تک منظر اسلام بریلی میں درس دیا۔ اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا۔ اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقتدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ [۱]

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں "اجمیر کے زمانۂ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی صاحب نے خوب تبلیغ کی۔ اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے۔ [۲]

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اس لئے دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا۔ [۳]

۲ ذی قعدہ مطابق ۶ ستمبر بروز دوشنبہ سنہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء رات کے گیارہ بجے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ درج ذیل آیت مبارکہ مادۂ تاریخ ہے۔

ان المتقین فی جنّٰتٍ وعیون ٥

(۱۳۶۷ھ)

۱۔ ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر) ص ۹۶   ۲۔ یادگار بریلی ص ۱۱۶

۳۔ تذکرۂ علمائے اہلسنت بریلی ص ۵۲

تصانیف :۔

۱۔ بہار شریعت	حصہ اول
۲۔ بہار شریعت	″ دوئم
۳۔ بہار شریعت	″ سوئم
۴۔ بہار شریعت	″ چہارم
۵۔ بہار شریعت	″ پنجم
۶۔ بہار شریعت	″ ششم
۷۔ بہار شریعت	″ ہفتم
۸۔ بہار شریعت	″ ہشتم
۹۔ بہار شریعت	″ نہم
۱۰۔ بہار شریعت	″ دہم
۱۱۔ بہار شریعت	″ یازدہم
۱۲۔ بہار شریعت	″ دوازدہم
۱۳۔ بہار شریعت	″ سیزدہم
۱۴۔ بہار شریعت	″ چہاردہم
۱۵۔ بہار شریعت	″ پانزدہم
۱۶۔ بہار شریعت	″ شانزدہم
۱۷۔ بہار شریعت	″ ہفتدہم
۱۸۔ فتاوی امجدیہ	

مشاہیر تلامذہ

۱۔ مولانا ابو الفضل سردار احمد لائلپوری محدث اعظم پاکستان
۲۔ مولانا حشمت علی لکھنوی مناظر اعظم
۳۔ مولانا محمد الیاس سیالکوٹی
۴۔ مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی
۵۔ مولانا غلام یزدانی سابق صدر مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی
۶۔ مولانا سید غلام جیلانی
۷۔ مولانا عبد العزیز شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مبارکپور و بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
۸۔ مولانا حبیب الرحمن مجاہد اعظم صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
۹۔ مولانا رفاقت حسین مفتیٔ اعظم کانپور
۱۰۔ مولانا وقار الدین دار العلوم امجدیہ کراچی
۱۱۔ مولانا تقدس علی خاں شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ)
۱۲۔ مولانا ولی النبی بکی تورڈ میر شریف (مردان)
۱۳۔ مولانا مختار الحق خطیب اعظم دار السلام لائلپور
۱۴۔ حضرت مولانا علاء الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔

۶- حضرت مولانا فتح علی شاہ قدس سرہٗ

(۱۲۹۶ھ / ۱۳۷۶ھ)

مولانا سید فتح علی شاہ بن امیر شاہ بن قیوم زماں شاہ قدست اسرارہم ۱۱ ربیع الاولی ۱۲۹۶ھ کو کھروٹہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد درس نظامی کی ابتدائی کتب والد ماجد اور جد امجد سے پڑھی۔ مولانا عبدالرحمٰن کوٹلوی سے حدیث و فقہ کا درس لیا۔ مولانا محمد عبداللہ سے جامعہ حنفیہ گجرات میں درس لیا۔ جامعہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی میں کچھ دنوں رہے۔ منظر اسلام بریلی میں دورۂ حدیث کیا۔ ۱۹۱۴ء میں سند حدیث حاصل کی ۱۹۱۸ء میں جامعہ طبیہ دہلی سے طب کی سند حاصل کی ۱۹۱۸ء میں بریلی حاضر ہوکر اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے ۱۹۲۰ء میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیالکوٹ جموں و کشمیر وغیرہ میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۰ء تک جامع مسجد سیالکوٹ چھاونی میں فرائض خطابت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک میں امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ قدس سرہٗ کی قیادت میں شاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے ۱۹۳۹ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہٗ کی صدارت میں مجلس منعقد ہوئی جسمیں وہ علماء مراد آباد و علماء سیالکوٹ کے ساتھ شریک ہوئے ۱۹۵۳ء میں سیالکوٹ کی تحریک ختم نبوت کو بڑی کامیابی سے چلایا۔

۸ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۵۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔

مزار شریف کوٹلہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔[1]

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۳۶۷-۳۶۸

۷۔ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب

(۱۳۰۰ھ / ۱۳۶۷ھ)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کا تاریخی نام غلام مصطفیٰ ہے۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد گرامی مولانا معین الدین صاحب نزہت بن مولانا امین الدین صاحب راسخ بن مولانا کریم الدین صاحب آرزو اپنے دور کے ممتاز افاضل تھے۔ ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ کو حضرت صدر الافاضل کی ولادت ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اردو فارسی کی تعلیم دینے والے مولانا معین الدین صاحب نزہت اور ملا حسن تک مولانا شاہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی بقیہ درس نظامی اور دورۂ حدیث وغیرہ جامع معقول ومنقول مولانا گل محمد صاحب قدس سرہٗ سے پورا کرکے اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ وطب یونانی وغیرہ کی تکمیل کرلی۔ دو سال مزید اعلیٰ تعلیم اپنے استاذ گرامی سے حاصل کی ۱۳۲۰ھ میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ زمانۂ طالب علمی میں، روح کے حدوث وقدم پر ایک آریہ سے مرادآباد میں علمی مباحثہ ہوا اور آپ نے اس کو قائل اور ساکت کردیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے تعلق بھی ایک عجیب طرح سے ہوا۔ مولوی محمد ادریس دیوبندی راجپوتانہ نے اعلیٰ حضرت کے خلاف اخبار "نظام الملک" میں، ایک مضمون شائع کیا۔ حضرت صدر الافاضل نے پڑھنے کے بعد فوراً اس کا جواب دیا اس مولوی نے بھی جواب دیا۔ سوال وجواب کا یہ سلسلہ ہفتوں قائم رہا بعض مقامات کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط لکھا کہ آپ کے جو مضامین "نظام الملک"

میں چھپ رہے ہیں وہ ہمیں بھیجیں۔ اعلیٰ حضرت کو تعجب ہوا اور نظام الملک منگا کر دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ ملا اشرف صاحب مرادآبادی جو اعلیٰ حضرت کے یہاں آتے جاتے تھے بلا کر پوچھا کہ یہ کون صاحب مضامین لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ایک فاضل نوجوان مولانا نعیم الدین صاحب ہیں کہ کچھ دنوں بعد شریف محمد صاحب مرحوم حضرت صدر الافاضل کو لیکر بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اور اس کے بعد آمد و رفت کا ایسا سلسلہ قائم ہوا کہ مرادآباد سے ہر ہفتہ بریلی شریف حاضر ہوتے۔ اعلیٰ حضرت کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں مولوی اشرف علی تھانوی کے مقابلہ میں آپ کو بھیجا گیا۔ مگر تھانوی صاحب حاضر مناظرہ نہ ہو سکے۔ مولوی محمد علی مونگیری جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ معظمہ میں بیس سال تک مدرس رہ چکے تھے۔ انہوں نے بھاگلپور میں چیلنج مناظرہ کیا کہ عربی میں جو مجھ سے چاہے مناظرہ کرے۔ اہلسنت نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو خبر دی آپ نے حضرت صدر الشریعہ اور حضرت صدر الافاضل کو وہاں بھیجا۔ صدر الافاضل نے وہاں پہنچ کر کہا کہ آپ کی طرف سے عربی مناظرہ کی شرط منظور ہے۔ لیکن ہماری طرف سے دو شرطیں بھی منظور کرنی ہوں گی کہ مناظرہ عربی میں منظوم اور غیر منقوط ہوگا۔ یہ سننا تھا کہ مناظرہ ہوئے بغیر وہابیہ فرار ہوئے اور اہلسنت نے فتح کا جلسہ کیا۔ آریوں سے ایک مناظرہ میں آپ نے بریلی میں پنڈت رام چندر کو تھوڑے سے وقت میں ساکت و لاجواب کر دیا۔

آپ ایک فصیح اللسان مقرر و خطیب تھے ۱۳۵۴ھ میں حضرت شاہ اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہٗ اور حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی قدس سرہٗ و دیگر علماء و مشائخ کی معیت میں حج کیا۔ حکومت سعودی عرب نے آپ حضرات کو اپنا مہمان بنانا چاہا مگر آپ حضرات نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہمارے لئے

بس اتنی مہربانی کافی ہے کہ ہمارے کسی کام میں مداخلت نہ کی جائے۔ ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا انعقاد ہوا۔ ہند و پاکستان کے گوشے گوشے سے علماء و مشائخ و رہبران دین و ملک کو جمع کرنے میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور بڑی نمایاں خدمات ہیں۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد آپ کی علمی و روحانی یادگار ہے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

تصانیف :-

۱- تفسیر خزائن العرفان

۲- الکلمۃ العلیٰ

۳- التحقیقات

۴- اطیب البیان

۸- مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صاحب میرٹھی قدس سرہٗ

(۱۳۱۰ھ / ۱۳۷۴ھ)

حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبد الحکیم قدس سرہٗ ۱۵ ار رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عظیم المرتبت درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔ جوش تخلص تھا۔ آپ کو چونکہ شروع ہی سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا۔ اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا

اور پھر ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

کالج کی چھٹیوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے رہے۔ میرٹھ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کو برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ دیا برما اور سیلون سے مقبول عام ہوا۔ اور برما کے اصحاب سے دینی نشر و اشاعت پر آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ مستقبل کے تبلیغی مشن کیلئے مفید ثابت ہوئی۔ آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے اور انہیں کے ایماء اور ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی اور اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہونچایا۔

حضرت مولانا صدیقی قدس سرہٗ کو اپنے شیخ سے کمال عقیدت تھی۔ حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی کے بعد ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ جب آپ وہ قصیدہ سنا چکے تو اعلیٰ حضرت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مولانا آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں۔ آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں کہ یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں ہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔ [1]

حضرت مولانا صدیقی شعلہ بیان مقرر، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے آپ متعدد عالمگیر زبانوں کے ماہر تھے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۵۱-۵۲

کا پیغام پہونچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے
۱۹۵۰ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس میں قابل ذکر ممالک
انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن
سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، انڈوچائنا، چین، جاپان، مارشیش
جنوبی و مشرقی افریقہ کے نوآبادیات، سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام
اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام
دی۔ اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے
بورنیو کی شہزادی اور ٹرین ڈاڈ کی خاتون وزیر مشرف با اسلام ہوئیں۔ بانی
پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح، مراکش کے غازی عبد الکریم، فلسطین کے
مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البناء، سیلون
کے آنر یبل جسٹس ایم مردانی، کولمبو کے جسٹس ایم۔ ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس
این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈ شا آپ کی علمی و
روحانی شخصیت سے بیحد متاثر تھے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسہ و جنوبی افریقہ میں جارج برنارڈ شاہ سے آپ
کی ملاقات ہوئی، آپ نے ان کے سوالات کے جوابات تاریخ، سائنس اور
فلسفہ کی روشنی میں اس طرح دیئے کہ برناڈ شاہ کو اسلام کی عظمت کا اعتراف
کرنا پڑا اس گفتگو کا اردو ترجمہ ماہنامہ اہلسنت کراچی شمارہ محرم وصفر ۱۳۹۲ھ
میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات عام کرنے کے لئے ہر پہلو پر توجہ
دی متعدد مساجد تعمیر کرائیں۔ جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد
سنگاپور اور مسجد ناگریا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونیورسٹی
ملایا پاکستان نیور مسلم ڈائجسٹ ٹرینی ڈاڈ مسلم اینول کی بنیاد آپ نے ڈالی

سنہ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت، اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی۔ تمام مذاہب کے راہ نماؤں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو "ہز اکزیلیڈ ایمی نینسن" کا خطاب دیا گیا۔ نیز مصر میں تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ کے نام سے مختلف مکاتب فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔

سنہ ۱۹۴۶ھ میں حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ رابطۂ اسلامیہ ہند کے رئیس اور ملایا، شرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی عرب کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلۂ علماء، حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبد العزیز ابن سعود سے مذاکرات کیے ان مذاکرات کی تفصیل البیان کے نام سے عربی میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے آغاز میں حسن البناء بانیٔ اخوان المسلمین مصر نے ابتدائیہ لکھا۔ اور حضرت شاہ صدیقی صاحب کی مساعیٔ جمیلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت صدیقی صاحب نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی اور کثیر التعداد قابل فخر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا۔ لیکن افسوس ان میں سے بہت سی تصانیف زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست سنہ ۱۹۵۴ء کو مدینہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

تصانیف :-

۱۔ ذکر حبیب ۱ دو حصے

۲۔ کتاب تصوف

۳۔ بہار شباب

۴۔ مسائل انسان کامل

۵۔ اسلام میں عورت کے حقوق

۶۔ مکالمہ جارج برنارڈ شاہ

۷۔ مرزائی حقیقت کا اظہار

۹۔ مولانا سید ابوالبرکات صاحب

علامہ سید ابوالبرکات بن ابو محمد دیدار علی بن سید نجف علی قدس سرہما محلہ نواب پورہ ریاست الور میں ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے حافظ عبدالحکیم، حافظ عبدالعزیز حافظ قادر علی سے قرآن پاک ختم کیا۔ مولانا سید ظہور احمد الوری سے نحو و صرف کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ اکثر کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر، شرح سلم، حمد اللہ، افق المبین، شرح ہدایت الحکمت، شمس بازغہ، شرح عقائد مع خیالی طب اور صحاح ستہ کا درس لیا۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے۔ اور شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ سے طالب ہوئے۔ آگرہ اور لاہور میں درس و تدریس کی خدمت ایک مدت تک انجام دی۔ ۱۳۵۴ھ میں اپنے والد ماجد محدث الوری کے انتقال کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف کے رئیس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ پاکستان کے اکثر علماء آپ کے سلسلۂ تلمذ سے وابستہ ہیں۔ آپ کی

ذات قدسی صفات مرجع علماء و فضلاء اور پاکستان میں اسلام کیلئے مستحکم ستون ہے۔

۱۰۔ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی

(۱۳۱۶ھ / ۱۳۷۹ھ)

ابو المظفر عبد المصطفیٰ غلام جان بن مولانا احمد جی بن مولانا محمد عالم کی ولادت باسعادت ۱۳۱۶ھ میں بمقام اوگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ہوئی قرآن کریم، فارسی نظم و نثر اور صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ دہلی، سہارنپور، مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ میں بھی تعلیم حاصل کی حمد اللہ اور زواہد ثلاثہ کا درس مولانا غلام رسول سے حاصل کی۔ بلند شہر میں معقولات کی چند کتابیں پڑھیں۔ ٹونک پہونچ کر علامہ سید برکات احمد سے ریاضی اور معقولات میں استفادہ کیا ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ عالیہ رامپور سے درجۂ تکمیل پاس کیا۔ پھر بریلی شریف کا شہرہ سنکر حاضر ہوئے۔ مولانا ظہور الحسن فاروقی رامپوری اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے درس نظامی کی آخری کتابیں پڑھ کر صحاح ستہ کا دورہ کیا ۱۳۳۷ھ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کے دست مبارک سے دستار بندی سند فضیلت سے نوازے گئے اعلیٰ حضرت سے بیعت و خلافت ملی پھر مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مقرر ہوئے — مسجد بی بی جی بریلی کے خطیب مقرر ہوئے۔ کچھ دن مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف ایک سال ملکھڈ شریف اس کے بعد خان احمد امیر خاں رئیس شہید ضلع ہزارہ

نے آپ کو عہدۂ قضا پر معمور کیا کچھ دنوں بعد جامعہ نعیمیہ لاہور سے بصدر مدرس و مفتی مقرر ہوئے بخ ۱۳۴۰ھ میں سفر حج کیا۔ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ بوقت اذان ظہر کلمہ شریف پڑھتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[1]

تصانیف۔

۱۔ فتاویٰ غلامیہ
۲۔ نور العینین فی سفر الحرمین
۳۔ سیف رحمانی علیٰ راس القادیانی
۴۔ دیوان غلامیہ
۵۔ نغمۂ شہادت
۶۔ اذان علی القبر و تعدد الجمعہ فی مساجد المصر

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب

(۱۳۲۵ھ / ۱۳۸۵ھ)

مفسر اعظم محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں بن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے رسم بسم اللہ ادا کرائی۔ منظر اسلام بریلی شریف میں تکمیل درسیات کیا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد تاحیات

---

[1] ملخص تذکرہ اکابر اہل سنت جلد اول ص ۲۹۹-۳۰۰

منظر اسلام کے مہتمم و شیخ الحدیث رہے۔ علم کلام سے شغف تھا۔ اصلاح عقائد پر زور دیتے تھے۔ دیگر مصروفیات کے علاوہ تحریر سے بھی دلچسپی تھی۔ بروز دوشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۶۵ء کو انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے دائیں جانب بریلی آپ کا مزار شریف ہے۔ [1]

۱۲۔ حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب

(المتوفی ۱۳۸۰ھ)

مولانا حشمت علی خاں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بھی آپ نے یہیں حاصل کی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حفظ کیا تجوید کی سند پائی اس کے بعد آپ کے والد محترم نواب علی خاں نے مدرسہ منظر اسلام بریلی بھیجا۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی و دیگر اساتذہ سے تکمیل کتب کیا۔ شعبان ۱۳۴۰ھ میں دستار بندی ہوئی۔ حضرت شاہ حامد رضا قادری بریلوی نے دستار بندی اور سند اجازت عطا فرمائی۔ نینی تال کے ایک مناظرہ میں فتحیاب ہو کر جب بریلی پہونچے تو اعلیٰ حضرت نے غیظ المنافقین کا خطاب مرحمت فرمایا۔ بزرگوں کے ادب شناس تھے۔ شاعر بھی تھے۔

۸ محرم ۱۳۸۰ھ کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک پیلی بھیت میں ہے۔

---

[1] تذکرہ علمائے اہلسنت ص۵۶

۱۳- حضرت مولانا محمد لعل خاں صاحب

(المتوفی ۱۹۲۱ء)

مولانا حاجی محمد لعل خاں رحمۃ اللہ علیہ قادری رضوی برکاتی اعلیٰ حضرت کے نہایت پرجوش معتقد تھے۔ آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل تھی بامروت آدمی تھے۔ تصانیف اعلیٰ حضرت کی طبع اور اشاعت میں آپ نے بے پناہ حصہ لیا۔

۲۱ رجولائی ۱۹۲۱ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

۱۴- حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قبلہ

(المتوفی ۱۳۳۷ھ)

مولانا محمد شفیع قادری بیسلپوری اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور امین فتاویٰ دارالافتاء تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں تعلیم مکمل کی۔ ایک بار اعلیٰ حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے تو نگاہ انتخاب آپ کو بریلی میں ساتھ ہی لے گئی۔ اور فتاویٰ نویسی اور کتب خانہ کی نگرانی پر مقرر کیا۔ حضرت محدث سورتی کی صاحبزادی حلیم النساء سے آپ کا عقد ہوا۔ اعلیٰ حضرت کو آپ پر بیحد اعتماد تھا۔ آپ کو امین الفتویٰ کا خطاب دیا۔ ۱۳۳۸ھ میں بیسلپور میں انتقال ہوا۔[۱]

---

[۱] الاستمداد ص ۹۹

۱۵- حضرت مولانا عمر الدین ہزاروی صاحب

(المتوفی ۱۳۴۹ھ)

مولانا عمر الدین بن قمر الدین بن علاء الدین بن مراد بخش بن گل محمد کوٹ نجیب اللہ نزد ھری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا فیض عالم صاحب مصنف وجیز الصراط کے چچازاد بھائی تھے۔ ہزارہ اور بھارت کے مشاہیر سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت کے علاوہ حضرت مولانا عبد القادر بدایونی کے مرید و خلیفہ بھی تھے مولانا ہزاروی مرجع انام مفتی اور بلند مرتبہ مدرس تھے۔ تقریباً تیس سال تک بمبئی میں خطابت و افتاء کے فرائض انجام دیئے ۱۳۴۹ھ میں کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں انتقال ہوا۔ [1]

تصانیف :-

۱- الاجازۃ۔

۲- اھلاک الوھابیین عن توھین قبور المسلمین۔

۳- فتوے العلماء بتعظیم آثار العلماء۔

۴- نور المبین لشفاء الشافعین۔

۵- صیانۃ العباد عن الخضاب بالسواد۔

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت جلد اول ص ۲۹۸، ۲۹۹

الباب السابع

فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت کی خدمات
اور ان کا فقہی مقام

اُصول فقہ

ایک فقیہ کے لئے جہاں کثیر علوم وفنون میں مہارت تامہ لازم ہے وہیں اصول فقہ میں مہارت اور ممارست بھی جزء لاینفک ہے کہ اس کے بغیر کتاب وسُنت کے مفاہیم واشارات تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فقہ کی سب سے قریبی اساس اصول فقہ ہے اسی لئے جملہ ائمۂ مذاہب اور ان کے بعد کے فقہاء کی کتابیں اور ارشادات فقہی اصول پر مبنی ہیں۔

اعلیٰحضرت بھی اصول فقہ میں غایت درجہ گہری نظر رکھتے تھے اور جابجا آپ نے اُصول فقہ کے مسائل اور ابحاث پر تحقیقات فرمائی ہیں بلکہ اُصول کی بعض متداول کتابوں پر آپ کے مفصّل حواشی بھی موجود ہیں جن میں خاص طور سے اصول فقہ کی معرکۃ الآراء کتاب "مسلم الثبوت" اور اس کی شرح "فواتح الرحموت" کو بہت ہی قیمتی اور مفصل تعلیقات سے نکھار دیا ہے ان ابحاث سے اعلیٰحضرت کی اصولی بصیرت اور تحقیقی نظر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت نے اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور بعض مواقع پر لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی ہے اور کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جن میں آپ نے اصلاحات فرمائیں اور چونکہ آپ ایک فطری فقیہ کا مزاج رکھتے تھے اس لئے آپ کے چند ایسے نوادرات بھی ملتے ہیں جس کا نمونہ اگلوں میں نہیں ہے اور بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ "کم ترك الاوائل للمتاخر"۔

نمونہ کے طور پر چند اصولی تحقیقات پیش کی جاتی ہیں۔

تقسیم احکام پر بحث۔

افعال عباد سے جو احکام متعلق ہیں فعل وہ ترک کے لزوم اور عدم لزوم کے

اعتبار سے اہل اصول نے اُن احکام کی جو تقسیم کی ہے اس میں تضاد پایا جاتا ہے مثلاً صاحب "مسلم الثبوت" نے حکم کی پانچ قسمیں کی ہیں۔ ایجاب، ندب، تحریم، کراہت، اباحت[1]۔ آگے چل کر کہتے ہیں کہ حنفیہ نے ایجاب کو فرض و واجب اور تحریم کو حرام اور مکروہ تحریمی پر منقسم کر دیا ہے[2]۔

تقسیم کے اس طرز سے اعلیٰ حضرت نے اختلاف کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سُنّت و ندب میں فرق نہ کرنا مذاہب حنفی و شافعی کے خلاف ہے[3]۔

توضیح میں صدر الشریعہ نے احکام کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔ فرض، واجب، سُنّت، نفل، حرام، مکروہ، مباح[4]۔ اعلیٰ حضرت نے حکم کے گیارہ اقسام قرار دیے ہیں۔ پانچ جانب فعل میں بطور تنازل۔ فرض، واجب، سُنّت موکدہ، غیر موکدہ، مستحب اور پانچ جانب ترک میں بطور ترقی۔ خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور ان سب کے بیچ میں مباح خالص ہے[5]۔

احکام کی یہ تمام قسمیں منتشر طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا اور اصولی طرز پر ان گیارہ اقسام کا بیان اعلیٰ حضرت کے سوا اور کسی کے یہاں نہیں ملتا۔

تقسیم احکام کے بعد دوسرا مرحلہ ان کی تعریفات وقیود کا ہے اس موقع پر بھی اعلیٰ حضرت کی شخصیت ایک ماہر الاصول فقیہ، متبحر عالم کی حیثیت سے سامنے

---

[1] مسلم الثبوت للعلامہ محب اللہ بہاری صفحہ ۲۶ مطبع نولکشور لکھنؤ۔

[2] " " " "

[3] امام احمد رضا۔ فتاوی الرضویہ ج ۱ ص ۱۷۵ مطبع اہلسنت بریلی۔

[4] التوضیح للعلامہ عبداللہ ابن مسعود۔ ص ۳۰ مطبع رحیمیہ دیوبند۔

[5] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۵ ج ۱ مطبوعہ اہلسنت بریلی۔

آجاتی ہے۔

اصول فقہ کے مسائل میں سے فرض و واجب کی تعریف میں پھر اعتقادی، اجتہادی اور عملی کی طرف ان کی تقسیم میں علمار کے اقوال جامعیت کے ساتھ نہیں ملتے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی تعریف و تقسیم میں مکمل جامعیت ملحوظ رکھی ہے اور تمام قیود کی واضح افادیت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔

آپ نے فرض اعتقادی اور واجب اعتقادی کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ "مجتہد جس شئے کی طلب جزمی حتمی کا ایسا اذعان کرے جو اصول دین میں معتبر ہو تو فرض اعتقادی ہے اور اگر ایسا اذعان نہ ہو تو واجب اعتقادی ہے۔[۱] اس تعریف پر فرض اعتقادی تمام ائمۂ دین کا اجماعی حکم ہوگا اور اس فرض کا منکر فقہائے متاخرین کے نزدیک کافر ہے[۲] لیکن محققین کے نزدیک اس صورت میں کافر ہوگا جبکہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے ہو[۳] اور قول محققین ہی میں احتیاط ہے اور اسی پر اعتماد ہے[۴]۔ اس موقع پر وضو میں غسل رجلین کی فرضیت مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے کہ اس کا وجوب جزمی حتمی ہے لیکن اس کے منکر کی تکفیر محققین کے مسلک پر نہ ہوگی کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے۔

فرض عملی کی تعریف۔ فرض عملی وہ فرض ہے جس کا ثبوت نظر مجتہد میں بحکم دلائل شرعیہ تیقن سے ہو کہ جس کے کئے بغیر آدمی بری الذمہ نہ ہو یہاں تک کہ وہ اگر کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بدون اس کے باطل و کالعدم ہوگی[۵]۔

---

[۱] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ص ۶ ج ۱ مطبوعہ اہلسنت بریلی

[۲] ״ ״ ״ ״ ۶ ״ ״ ״ ״

[۳] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

[۴] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے[1]۔

واجب عملی کی تعریف ۔ واجب عملی وہ واجب اعتقادی ہے کہ جس کے کئے بغیر بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو لیکن غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے۔ واجب عملی کے بغیر عبادت ناقص رہتی ہے[2] صاحب "کافی" نے فرض عملی کی تعریف اس طرح کی ہے "بما یفوت الجواز بفوته"[3] اور "تحریر" میں فرمایا "الفرض ما قطع بلزومه"[4]

یہ دونوں تعریفیں قابل اعتراض ہیں صاحب "کافی" کی تعریف واجب عملی پر بھی صادق آتی ہے اور صاحب "تحریر" کی تعریف پر لازم آتا ہے کہ چوتھائی سر کا مسح قطعی اللزوم نہ رہنے کی وجہ سے فرض نہ رہے اسی اعتراض سے بچنے کے لئے صاحب "نہایہ" نے یہ احتمال پیدا کیا کہ ممکن ہے کہ مقدار مسح کے معاملہ میں فرض بہ معنی واجب ہو لیکن صاحب "بحر" نے یہ تاویل کی کہ خصوصیت مقام سے فرض کی قطعیت و ظنیت کا فرق ہوتا ہے[5]

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ قطعیت تین قسم کی ہوتی ہے۔

اوّل عام ۔ جس میں عوام و خواص مشترک ہیں یہ ضروریات دین میں ہوتی ہے۔

دوم خاص ۔ جو ماہرین علم کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے یہ اجماعی فرض اعتقادی میں پائی جاتی ہے۔

سوم اخص ۔ جو مخصوص علماء کے ساتھ خاص ہے کہ جن کے مسائل میں کسی عالم کے نزدیک قرائن و شواہد کی روشنی میں کسی فرضیت کی قطعیت ظاہر ہو جاتی ہے اور

---

[1] امام احمد رضا ۔ فتاویٰ رضویہ ص ، ج ۱ مطبع اہلسنت ۔ بریلی

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃

[5] 〃

دوسرے اس سے محروم ہوتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ کوئی حکم سنا تو یہ حکم اُن صحابی کے لئے قطعی ہے لیکن ان سے سُننے والے کے لئے خبرِ واحد ہونے کی وجہ سے ظنی ہے لہٰذا فرض اعتقادی کی قطعیت پر تمام اہلِ علم کا یقین ضروری ہے۔

جس چیز کی فرضیت صرف ایک مجتہد کی نظر میں بالیقین ہو وہ فرض عملی ہے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صاحب بحر کا قول جملہ اہلِ اصول کے خلاف ہے کیونکہ اہلِ اصول کے نزدیک فرض وہی ہے جو دلیل قطعی سے بے شبہہ ثابت ہو۔[1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض برمحل نہیں ہے کیونکہ اصطلاح اہل اصول کی پابندی ہر جگہ ضروری نہیں ہوتی بلکہ خود اہل اصول فرض کا استعمال ظنی اور قطعی دونوں پر کرتے ہیں مثلاً الوتر واجب فرض، تعدیل الارکان فرض وغیرہ۔[2]

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ قطعیت صرف نظرِ مجتہد میں ضروری ہے چنانچہ دُرِّ مختار میں ہے۔ الفرض ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الراس وقد یطلق علی العملی وھو ما تفوت الصحۃ بفواتہ کالمقدار الاجتہادی۔[3]

اس موقع پر دلیلوں کی ثبوتی واثباتی قطعیت سے متعلق ایک تقسیم خالی از فائدہ نہ ہوگی صاحب بحر اور علامہ طحطاوی وشامی وکثیر علماء نے اس تقسیم کا تذکرہ اس طرح کیا ہے دلائل سمعیہ قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ۔ جیسے قرآن کریم اور احادیث متواتر کی محکم اور مفسر نصوص۔ قطعی الثبوت ظنی الدلالات جیسے آیات مؤول۔ ظنی الثبوت قطعی الدلالات جیسے احادیث آحاد جن کے مفہومات قطعی ہوں۔ ظنی الثبوت ظنی الدلالات جیسے

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ص ۸ ج ۱ مطبع اہلسنت۔ بریلی۔

[2] 〃 〃 〃 ۹ 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 ۹ 〃 〃

وہ اخبار آحاد جن کے مفہومات ظنی ہوں۔[1]

قسم اوّل سے فرض وحرام ثابت ہوتے ہیں اور ثانی وثالث سے واجب اور کراہتہ تحریم اور قسم رابع سے سُنّت ومستحب ثابت ہوتے ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجتہد کے نزدیک دلیل ظنی تقویت پاکر قطعی کے قریب پہنچ جاتی ہے اسی لئے علمار فرماتے ہیں کہ آحاد کو اگر تلقی قبول حاصل ہوجائے تو اثبات رُکن ان سے درست ہے جیسے کہ حدیث الحج عرفۃ سے وقوف عرفہ کی رُکنیت کا اثبات ہوتا ہے۔

ان اجلۂ علمار کا فرمان نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وجوب اور سُنّت واستحباب کے درمیان فرق کرنے کے لئے دلیلوں کی تقسیم سے جو طریقہ اپنایا گیا ہے میرے نزدیک دُرست اور قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ ظنی الثبوت قطعی الدلالت اور ظنی الثبوت والدلالت دونوں کی ظنیت ثبوت فعل میں یکساں ہے اور ایسی ظنیت صرف وجوب کو ثابت کرتی ہے لہٰذا وجوب وسُنّت وغیرہ میں فرق کا مدار دلیل کے ثبوت اور دلالت پر نہیں بلکہ ان کا فرق حتمی وندبی (لازمی وغیر لازمی) ہونے پر موقوف ہے جس امر کی طلب لازمی طور پر ہوگی اس سے وجوب ثابت ہوگا اور جہاں طلب میں یہ بات نہ ہو بلکہ بطور ترغیب ہو تو اس سے سنت واستحباب کا ثبوت ہوگا اگرچہ دلیل ثبوت واثبات دونوں طریقوں سے قطعی یقینی ہو۔[2] پھر آپ نے ثبوت واثبات میں تعیین ظن اور شک کے اعتبار سے دلیلوں کی نو قسمیں کیں اور فرمایا کہ جس دلیل کے ثبوت یا اثبات میں شک ہو اس سے سُنّت واستحباب ثابت ہوں گے اگرچہ طلب میں جزم ہو اور اگر دلیل کے ثبوت واثبات میں شک نہ ہو لیکن طلب فعل غیر لازمی ہو تو اس سے بھی سُنّت ونفل ہی کا فائدہ ہوگا۔

---

[1] شامی۔ بحرالرائق۔ طحطاوی۔ بہ حوالہ امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۹ مطبع اہلسنت بریلی شریف۔

[2] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ۔ ج ۱ ص ۱۰۰۹ مطبع اہلسنت۔ بریلی۔

اور اگر طلب میں لزوم ہو اور ثبوت واثبات دونوں اعتبار سے دلیل قطعی ہو تو فرض ثابت کرے گی یہی وجہ ہے کہ حدیث ضعیف جو اپنے ثبوت میں درجۂ شک میں ہے (مثلاً عیدین عرفہ کے دن غسل کرنے کی حدیث) صرف استحباب کا فائدہ دیتی ہے اب پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ طلب فعل کی حدیثیں ستائیس[1] قسموں میں منحصر ہیں جن میں تین بنیادی قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی نو نو قسمیں بنتی ہیں۔ کیونکہ دلیل میں طلب یا تو محض ترغیباً ہوگی یا تاکید کے ساتھ ہوگی یا بطور لزوم ہوگی پھر ان تینوں میں ثبوت، اثبات، قطعیت، ظن اور شک کی طرف نسبت کرتے ہوئے ۲۷ قسمیں ہو جائیں گی۔ جن میں سے ایک قسم سے فرض ثابت ہوگا اور تین سے وجوب اور چار سے سُنّت اور ۱۹ سے استحباب[1]۔

مکروہ تنزیہی۔ صاحب درّمختار نے مکروہ تنزیہی کی تعریف میں فرمایا "ترک کل سنة او مستحب[2]"۔

امام ابن ہمام نے مکروہ کو خلاف اولیٰ قرار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک مکروہ تنزیہی مستحب کا مقابل ہے ابن امیر الحاج نے حلیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ المکروہ التنزیھی مرجعہ الی خلاف الاولیٰ[3]۔ غنیہ میں فرماتے ہیں۔ التنزیہ مقابلہ المندوب[4]۔ اسی میں یہ بھی ہے وان تضمن ترک سنة فھو مکروہ کراھة التنزیہ[5] لیکن اسی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اعلم ان للصلوٰة سنناً) وترکھا یوجب کراھة تنزیہ (وآداباً) جمع ادب ولا بأس بترکہ ولا کراھة (وکراھیة) والمراد بھا ماتضمن ترک سنة وھو کراھة تنزیہ او ترک واجب وھو کراھة التحریم۔[6]

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ۔ ج ا۔ ص ۱۱ مطبع اہلسنت بریلی۔

[2] درمختار۔ للعلامہ علاء الدین شامی ص ۲۰۵ بر حاشیہ طحطاوی ج ا مطبع عامرہ مصر ۱۲۵۴ھ

[3] حلیہ بہ حوالہ فتاویٰ رضویہ للامام احمد رضا ج ا ص ۱۰۰ اہلسنت بریلی

[4] غنیہ بہ حوالہ " " " "

[5] " " " "

[6] " " " "

بحرالرائق میں ہے التنزیہ فی رتبۃ المندوب پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ۔ پھر دوسری جگہ فرمایا۔ المکروہ تنزیھا یرادف خلاف الاولی اور دوسری جگہ فرمایا النوافل فعلھا اولی ولایقال ترکھا مکروہ[1]

اسی طرح دونوں مضمون کی عبارتیں کئی مقامات پر ان سے تحریر میں آئیں۔ مکروہ تنزیہی کی تعریف میں مذکورہ بالا مشائخ کی عبارتیں باہم متعارض ہیں اس لئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔ وان کان ذلک الشئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لا یکون ترکہ مکروھا اصلاً الا انہ یشکل علیہ ما قالوا ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی ولاشک ان ترک المستحب خلاف الاولی[2]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ مستحب وکراہتہ میں تناقض نہیں ہے کہ ایک کی نفی سے دوسرے کا ثبوت ہو ورنہ مباح میں مکروہ یا مستحب ہونا لازم آئے گا یوں ہی اگر کوئی شخص خالی بیٹھا ہو اور اس پر کوئی مطالبۂ شرعی لازم نہ ہو تو بے شمار مکروہات کا مرتکب ٹھہرے گا کہ مندوبات بے شمار ہیں اور وہ ان سب کا تارک ہوا۔ نیز لفظ کراہت خود ہی نشاندہی کر رہا ہے کہ وہ بمقابلہ سُنّت ہے کہ ارتکاب کراہت میں ملامت ہے اور ترک سنت میں بھی لیکن ترک مندوب پر کچھ بھی نہیں۔ علاوہ ازیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ جس فعل کا مطالبہ شرعاً ہے اس کا ترک دو حال سے خالی نہیں نادراً ترک ہو یا عادۃً پھر ان میں سے ہر ایک تین احتمال رکھتے ہیں ترک سے استحقاق عذاب ہوگا یا استحقاق عقاب یا کچھ نہیں۔ جس میں عذاب وعقاب کا استحقاق نہیں وہی مستحب ومندوب ہے۔[3]

شرعاً جن امور میں ترک فعل کا مطالبہ ہے ان کی تقسیم بھی اسی طور پر ہوگی کہ جن کے فعل

---

[1] بحرالرائق بحوالہ فتاویٰ رضویہ للامام احمد رضا ج ۱ ص ۱۷۰ اہلسنت بریلی۔

[2] ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

[3] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۳ مطبع اہلسنت بریلی

پر عذاب یا عقاب یا ملامت کا استحقاق ہوگا یا نہیں جہاں استحقاق عتاب و ملامت ہو وہ کراہت تنزیہی ہے اور جہاں کچھ نہ ہو وہ خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا کراہت تنزیہی کسی طرح خلاف اولیٰ نہیں چنانچہ فخر الاسلام اپنے اصول میں فرماتے ہیں۔ السنن نوعان سنة الھدیٰ و تارکھا یستوجب اساءۃ۔ [1]

پس کراہت تنزیہی سنت غیر موکدہ کے بالمقابل ایک قسم ہے اسے مستحب کے بالمقابل کہنا خلاف تحقیق ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ کراہت اگرچہ تنزیہی ہو بے دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ بحر الرائق باب العیدین میں ہے۔ لا بد لھا من دلیل خاص۔ [2]

علامہ شامی نے مکروہات وضو میں فرمایا۔ الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلوٰۃ الضحیٰ۔ [3]

تقلید کیا ہے؟

قرآن و احادیث کی متعدد نصوص سے تقلید کی حرمت ثابت ہوتی ہے جب کہ بعض دوسری آیات و احادیث میں اہل علم کی پیروی کا حکم بھی مذکور ہے اس لئے اصول فقہ میں یہ مسئلہ اٹھا کہ تقلید کیا ہے۔ فاضل بہاری نے تقلید کی یہ تعریف کی ہے۔ "التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ وکذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لا یجاب النص ذلک علیھما لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتھد قال الامام وعلیہ معظم الاصولیین۔ [4]

اس عبارت سے چند باتیں واضح ہوئیں۔ (۱) کسی کی بات بے دلیل تسلیم کر لینا

---

[1] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۴ مطبع اہلسنت بریلی
[2] " " " " ۱۷۰ " "
[3] شامی بحوالہ امام احمد رضا فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۷۱ مطبع اہلسنت بریلی۔
[4] شرح مسلم الثبوت ص ۶۲۴۔

تقلید ہے (۲) تقلید ایک قابلِ مذمت کام ہے (۳) عوام اگر فقیہ کی طرف مراجعت کریں تو یہ قابل مذمت تقلید نہیں (۴) مجتہد اگر اپنی معلومات کے برخلاف کسی دوسرے صاحب اجتہاد کی پیروی کرے تو یہ قابل مذمت فعل ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ مفتی سے معلومات حاصل کر کے عمل کرنا اہل اصول کے نزدیک تقلید نہیں ہے حالانکہ پوری دُنیا میں فقہاء کے مقلدین بھرے پڑے ہیں اور ہر جگہ انھیں مقلد ہی کہا جاتا ہے۔ اسی لئے "شرح مسلم الثبوت" میں ملّا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ عوام اگر مجتہد کی پیروی کریں تو یہ تقلید ہے[1] لیکن ملّا بحر العلوم علیہ الرحمہ کے فرمانے کے بموجب یہ لازم آتا ہے کہ دُنیا کے تمام عوام و خواص تقلید کی وجہ سے قابل مذمت ہیں کیونکہ آپ نے تقلید عوام کی مثال فاضل بہاری کی ذکر کردہ تقلید کے ذیل میں پیش کی ہے۔ حالانکہ خود بحر العلوم بلکہ فاضل محب اللہ بہاری بھی اصول و فروع میں مذہب حنفیت کے مقلد تھے

اعلیٰ حضرت نے ملّا بحر العلوم کے اس بیان پر کلام کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ عوام کو مجتہد کی طرف مراجعت کا شرعاً حکم ہے۔ تو اسے تقلید مذموم میں کیونکر شمار کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ تقلید مذموم کی مثال میں آپ نے مجتہد سے رجوع کرنا شمار کر دیا پھر دو سطر بعد ہی عدم تقلید کی مثال میں مفتی کی طرف رجوع کرنا تحریر کیا۔ ایک ہی صورت مسئلہ نفی و اثبات دونوں کی نظیر کیونکر ہو سکتی ہے[2]۔

ساتھ ہی ملّا بحر العلوم نے لکھا کہ عوام مفتی کی طرف رجوع کریں تو تقلید نہیں ہے اور اگر عمل کریں تو تقلید ہے۔ وکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لیس ھذا الرجوع نفسہ تقلیدا وان کان العمل بما اخذوا یعدہ تقلیداً۔[3]

---

[1] فواتح الرحموت۔ ص ۶۲۴۔ مطبع نولکشور لکھنؤ، لمولانا عبد العلیم فرنگی محل۔

[2] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۰۳۔ مطبع اہلسنت بریلی۔ یو پی۔

[3] بحر العلوم۔ فواتح الرحموت ص ۶۲۴، ۶۲۵۔ نولکشور۔ لکھنؤ۔ یو پی۔

یعنی اگر عالم آدمی مُفتی کے قول کو لے یا قاضی شاہدان عدول کے بیان پر فیصلہ دے تو اسے تقلید مذموم میں شمار نہ کیا جائے گا اور اس پر عمل کرلیں تو تقلید کہا جائے گا۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کرنا نہ عرفاً تقلید ہے نہ شرعاً۔

اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر نصوص سے تعارض دفع کرنے اور عرف وشرع کی اصطلاح میں تطبیق دینے کی راہ اپنائی ہے آپ فرماتے ہیں تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید حقیقی (۲) تقلید عرفی۔کسی کے قول پر دلیل اجمالی کی روشنی میں عمل کرنا تقلید عُرفی ہے اور کسی کے قول پر بے دلیل عمل کرنا تقلید حقیقی ہے۔

تقلید حقیقی مذموم وحرام ہے اور تقلید عرفی جائز بلکہ واجب ہے۔دلیل اجمالی یہ ہے کہ ہر ہر مسئلہ کی دلیل نہ جانتے ہوئے کسی صاحب استنباط سے اس خیال سے حکم شرعی معلوم کیا جائے کہ یہ عارف وفقیہ شرع سے اخذ کرکے ہمیں بتائے گا۔تقلید مذموم کے دائرہ سے باہر ہونے کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے۔

قرآن وحدیث میں جہاں بھی تقلید کی مذمت وارد ہوئی ہے اس سے تقلید حقیقی مُراد ہے اور جس جگہ اولی الامر کی اطاعت اور اہل ذکر سے سوال کا حکم ہے اس سے صرف تقلید عُرفی مُراد ہے۔لہٰذا کسی عام مجتہد کی تقلید ہرگز تقلیدِ ممنوع نہیں بلکہ یہ شرعاً فرض ہے[1]۔

اس تحقیقی بحث سے فاضل بہاری کا کلام نکھر گیا اور ساتھ ہی فاضل بحرالعلوم سے تمثیل میں جو تسامح ہوا تھا اس کا ازالہ بھی ہوگیا۔نیز عرف عام واصطلاح اصول کے معانی میں ہم آہنگی بھی پیدا ہوگئی اس کے علاوہ ساری دُنیا کے عوام تقلید کی وجہ سے غلط کاری کے موردِ الزام ہونے سے محفوظ ہوگئے۔

---

[1] امام احمد رضا۔فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۵ مطبع اہلسنت بریلی۔

علومِ عقلیہ کے ذریعہ فقہی خدمات

علوم عقلیہ میں منطق و فلسفہ اساس کی حیثیت رکھتے ہیں ایک فلسفی موجودات کے حقائق واقعیہ اور ان کے حالات سے بحث کرتا ہے۔ جبکہ ایک منطقی کا مبحث یہ ہے کہ مجہولات کو معلومات سے کس طرح حاصل کیا جائے جس میں نظر و فکر کی خطائیں نہ ہوں۔ یعنی ایک منطقی کے مطمح نظر وہ قواعد ہیں جو انسان کو فکری خطاؤں سے محفوظ رکھیں اور ایک فلسفی صرف امور واقعیہ کو بہ حیثیت واقعہ معلوم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ لہٰذا فلاسفہ کی طرز فکر کے اعتبار سے چار جماعتیں وجود میں آئیں۔ ایک جماعت مشائین جس نے عقل و استدلال کو ذریعہ تحقیق بنایا ساتھ ہی کسی مذہبی پابندی کو راہ تحقیق میں دخل نہ دیا۔ دوسرا گروہ متکلمین کا ہے جس نے مذہب اسلام کی پابندی کے ساتھ عقل و استدلال سے واقعات کی تفتیش کی۔ تیسری جماعت اشراقیین کی ہے جنھوں نے مذہبی طرز سے قطعِ نظر کرکے وجدانی طرز کو جادۂ تحقیق بنایا۔ چوتھا گروہ صوفیائے کرام کا ہے جنھوں نے وجدان سے کام لیا مگر اپنی فکری طرز اسلامی رکھی۔

اسلام اور علمائے اسلام کے نزدیک محورِ فکر شریعت ہی ہے لہٰذا طریقۂ تحقیق استدلال ہو یا وجدان ہمیشہ دائرۂ شریعت میں محدود رہے گا۔ اس لئے فلسفہ اور منطق کے غیر اسلامی طریقے اہل اسلام میں پسند نہیں کئے جاتے۔ بنیادی امر کتاب و سُنّت کو قرار دیا جاتا ہے لیکن اگر عقلی استدلال کتاب و سُنّت سے مزاحم نہ ہوں تو انھیں بھی مذہب اسلام میں یقیناً جگہ دی جائے گی۔ متکلمین نے اسلام کو عقلی دلائل سے ثابت کرکے علوم عقلیہ کے لئے راہ ہموار کردی اور منطق کے قواعد و استدلال کو فقہ و اصول فقہ میں بھی جگہ دی گئی۔

علامہ محب اللہ بہاری اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں:- "المقالۃ الاولیٰ فی المبادی الکلامیۃ ومنھا المنطقیۃ"[1] پھر اس کے بعد آپ نے منطق کے پانچ بنیادی اور واضح قواعد استدلال بیان فرمائے اور باقی کے لئے اپنی "سلم العلوم" کی طرف مراجعت کے لئے اشارہ فرمایا۔

اعلیٰ حضرت نے بھی قواعد عقلیہ کی روشنی میں بہت سے مباحث فقہیہ کا اضافہ فرمایا ہے۔ بلکہ اس میں کافی ایجادات اور تحقیقات نادرہ بھی پیش کی ہیں لیکن آپ فی نفس ان فنون عقلیہ میں مہارت رکھنے کے باوجود انھیں ناپسند فرماتے تھے ہاں جن مقامات پر فنون کے بعض قواعد شرع کے لئے فائدہ بخش ثابت ہوئے انھیں قبول فرمایا ہے۔ منطق کے قواعد عکس وتناقض نیز ترتیب کو جا بجا برتا ہے۔ اس طرح لازم وملزوم کے احکام یا شرائط وموانع اور ان کے متعلقات کو بھی استعمال فرماتے ہیں اس مقام پر پہلے ہم بعض مثالیں قواعد منطقیہ کے برتنے کے متعلق پیش کرتے ہیں۔

(۱) کسی شئی کی نفی کے کتنے طریقے ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں آپ منطقی استدلال تحریر فرماتے ہیں۔

ایجاب وسلب تناقض میں جمع نہیں ہو سکتے۔ وجود شئی اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شئی نہ ہو۔ تو ظاہر ہوا کہ سلب شی کے تین طریقے ہیں اول خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں دوم اس کے لوازم سے کسی شئی کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شئی کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں سوم اس کے منافیات سے کسی شئی کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر

---

[1] علامہ محب اللہ بہاری۔ مسلم الثبوت ص ۱۰ مطبع مجیدی کانپور۔

حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زُعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ میں فرق ہے۔ مولا عزّ وجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب و نقائص اُس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفات کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے لئے کسی عیب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریئے اگر قسم اوّل کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہرحال اللہ عزّ وجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریئے برابر ہوئے وہی لفظ و۔ طرزادا کا فرق ہے۔ دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور اُن دہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خُدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا مولیٰ سُبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ [1] دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خُدا بنالیا و لہٰذا آیت کریمہ " لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ " کے تتمہ میں ارشاد ہوا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ [2] " اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ کہیں گے اللہ " قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ " تم کہو حمد اللہ کو کہ اُس کے مُنکر بھی ان صفات میں اسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودان باطل کو اس لائق نہیں جانتے۔ مگر کیا اس سے یہ کوئی سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں نہیں نہیں " بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ " اکثر سرے جانتے ہی نہیں۔ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ [3] وہ تو یوں ہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں جیسے اور بہتیرے معبود گڑھ لئے کہ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ [4] وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمھارے

---

[1] قرآن پاک پارہ ۱۹ سورہ الفرقان رکوع ۲۔ [2] قرآن پاک پارہ ۲۱ سورہ لقمٰن رکوع ۱۲۔

[3] قرآن پاک۔ پارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۵ [4] قرآن پاک پارہ ۲۷۔ سورہ نجم رکوع ۵

باپ دادوں نے دھر لئے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اُتاری یوں ہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کر کے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزّ وجل ان سے بہت بلند و بالا ہے "تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ" عُلُوًّا کَبِیْرًا ہ سُبْحٰنَ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ہ رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفیِ علم فرمائی[۱]۔

(۲) منطق میں ایک قضیہ ممکنہ عامہ ہوتا ہے اس قضیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کام کے حکم کا جانب مخالف غیر ضروری قرار دیا جائے۔ امکان کذب الٰہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے امکان عام و خاص کا استعمال ایک عام فہم انداز میں عرف کے مطابق کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔

"یہ کہ جب اُس کا کذب ممکن ہوا تو اس کا صدق ضروری نہ رہا اور جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان رہے گا ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جھوٹ کہہ دیا ہو۔ جب جھوٹ بول سکتا ہے تو اِس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا ہو۔ کیا اسے کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم وافسر ہے جو اسے دبا دے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا یا وہ ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ صحیح بولے گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اُس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا ہو سکتا ہے کہ پہلا جھوٹ ہی بولا ہو۔ معاذ اللہ اُس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت، اسلام و ملّت کسی کا اصلاً پتہ نہیں رہتا۔ جزا و سزا جنت و نار، حساب و کتاب، حشر و نشر پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا[۲]۔"

---

[۱] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۶، مطبع اہلسنت۔ بریلی۔

[۲] امام احمد رضا۔ سبحٰن السبوح ص ۱۳۶۔ شاہی پریس۔ لکھنؤ۔

(۳) رقت وسیلان کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شرنبلالی کا ایک قول نقل فرماتے ہیں۔ ان کل مالا ینعصر لیس برقیق[1]۔ علامہ شرنبلالی کے پیش کردہ اس قاعدہ پر برطرز منطق معارضہ قائم فرماتے ہیں۔ فعکسہ کل رقیق ینعصر ؛ وفیہ نظر لایستتر؛ فان الدھن رقیق ولا ینعصر[2] ؛

(۴) فقہ میں نواقض وضوء سے متعلق ایک کلیہ موجود ہے۔ مالیس بحدث لیس بنجس۔ اس کی شرح میں علماء فرماتے ہیں کہ اس قضیہ کا عکس نہیں۔ علامہ شامی نے اس شرح کا مطلب تحریر فرمایا۔ یرید بہ العکس المستوی لانہ جعل الجزء الاول ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالھم۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی یہ توجیہ قابل اعتراض قرار دی کہ عکس مستوی میں اصل قضیہ کی طرح صدق کا باقی رہنا ضروری ہے کہ یہ عکس لازم اصل ہے تو اس کی نفی کیونکر ہوسکتی ہے لہٰذا یہاں نفیِ عکس سے عکس عرفی کی نفی مُراد ہے۔ ھذہ زلۃ واضحۃ فانھم لو ارادوا بہ العکس المنطقی لکان نفیہ نفی الاصل لان العکس من اللوازم ولم یلتفت رحمھم اللہ تعالیٰ الی قول نفسہ مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیہ بل الحق انھم یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وھو عکس الموجبۃ الکلیۃ کنفسھا تقول کل حلال طاھر ولا عکس ای لیس کل طاھر حلالا وھذا معھود متعارف فی الکتب العقلیۃ۔ ایضا تراھم یقولون ارتفاع العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلک وھذا اظھر من ان یظھر[3]۔

---

[1] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۸۷۔ مطبع کشمیری بازار لاہور۔

[2] " " " " " " "

[3] " " ۶۳ " " "

(۵) لہو و لعب، عبث و باطل کے معنی سے بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے عبث کا معنی بے فائدہ کام تحریر فرمایا ہے۔ "مراقی الفلاح میں فرمایا عمل لافائدۃ فیہ ولاحکمۃ تقتضیہ" اس طرح آپ نے عبث کی معنی بارہ طرز پر متعدد کتابوں سے نقل فرمایا اور ایک منطقیانہ تحقیق اس طرح تحریر فرمائی۔

جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری اس وقت تک صادر نہ ہوگا جب تک کہ تصور بوجہ ما اور تصدیق بفائدۃٍ ما نہ ہو یوں ہی انسان کے ہوش و حواس جب تک حاضر ہیں بغیر کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی ہو جیسے جوارح سے کوئی حرکت۔ تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضی کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دُنیا میں سوائے ایک عادت بے معنی کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ و نفع اس پر مرتب نہ ہو بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلاً فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لافائدہ و محض غیر معتدبہا ہو بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرر بحت ہو جیسے کہ کفار کی عبادت شاقہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ہ [۱]

(۶) فلاسفۂ مشائین کے نزدیک جسم متصل واحد ہے اور ہیولی اور صورت جسمیہ سے مرکب ہے۔ لیکن متکلمین فرماتے ہیں کہ جسم کی ترکیب جواہر فردہ (ایٹم) سے ہے برتن کے پانی کے کسی حصہ کے مستعمل یا نجس ہونے سے پورے برتن کا پانی نجس کیوں قرار دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں جسم کے متصل واحد ہونے اور متکلمین کے طور پر اجزاء لایتجزیٰ سے مرکب ہونے کی بحث کی ہے اور اتصال جسم پر صدر شیرازی کے پیش کردہ

---

[۱] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۹۔ ج ۱۔ اہلسنت۔ کشمیری بازار لاہور

[۲]

بارہ براہین ہندسیہ کا رد ایک ہی جواب سے فرمایا ہے۔[1]

والحق مایظہر للعبد الضعیف غفرلہ ان الماء ان کان شیئاً واحداً متصلا حقیقۃ کما تزعمہ الفلاسفہ فلا شک ان لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لا بعض هناک لعدم التجزی بالفعل وان کان اجزاءً متفرقۃ کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواہر فردۃ تتجاور ولا تتلاصق لاستحالۃ اتصال جزئین ـ القول وکل ما تجشم الفلاسفۃ وخدمہ من اقامۃ براھین ھندسیہ وغیرھا علی استحالۃ الجزء وقد اوصلہ الشیرازی فی شرح الغوایہ المسماۃ ھدایۃ الحکمت الی اثنا عشر وسماھا حججا انما تدل علی استحالۃ الاتصال دون امتناع نفس الوجود للاجزاء ومبنی الھندسۃ علی توھم خطوط متصلۃ ولا حاجۃ لھا الی وجودھا عینا فضلاً عن اتصالھا کالھیئۃ تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسۃ تستغنی عن وجودھا لوجود المناشی ایضاً ـ فلا یرد علینا شئ من ذلک وللّٰہ الحمد وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاختاروا فی دفع شبھۃ المتفلسفین وباللّٰہ التوفیق بل الجسم عندنا اجزاء متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا کما تری فی الھباء عند دخول الشمس فی الکوۃ بل فی الدخان والبخار والغبار فحینئذ لا اتصال حقیقۃ بشئ من الماء بشئ من البدن فلو اعتبرت الحقیقۃ لم یتنجس الماء بوقوع شئ من الخبث فظھر ان الشرع المطھر قد اعتبر الحس ھھنا ولا شک ان کلہ فی الحس شئ واحد کما ھو فی الحقیقۃ عند المتفلسفۃ ولیس ثَمّ حاجز ینھی الجواز الحسی بالبلوغ الیہ فوجب ان یکون علی ھذا ایضا لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لا بعض لعدم التجزی حسا اما الکثیر فجعلہ الشرع لا یحتمل الخبث فلا یضرہ

[1] براہین ہندسیہ۔ مذکورۃ فی "صدرا" للعلامہ صدر الدین شیرازی صفحہ ۳۱ الی ۵۴۔ المطبوع فی مکتبہ علوی الواقعہ فی بلادہ لکھنؤ سنۃ ۱۲۱۰ ھجری۔

جواز الحس وبہ استقر عرش التحقیق علی ان الماء لا یتنجس شیٔ منہ بوقوع النجاسۃ ولو مرئیۃ حتی ماحولہا من مایلیہا۔ ھکذا ینبغی التحقیق ومن اللہ تعالیٰ التوفیق وھٰھنا تم الکلام للھمام ملک العلماء الکرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہٖ علی الدوام فی دار السلام۔ آمین۔

اس بحث سے متعلق دوسری جگہ اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذرری التحقیق۔ اھلسنت حفظھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ ترکیب اجسام جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے۔ فقیر نے بحمداللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متقدمین کی نظر اب تک نہیں گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیہ فی کلامھم۔ مگر اتصال حسی ضروری ہے۔ کما بیناہ فی رسالتنا "النمیقۃ الانقی" تمام احکام دین و دُنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں یہ اتصال دو قسم پر ہے قوی وضعیف۔ قوی یہ ہے کہ جب تک خارج سے کوئی سبب پیدا نہ ہو انفکاک نہیں ہوتا۔ ایسی ہی شئی کا نام جامد ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بریاں پاپڑے سے کر سنگِ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہیں مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بہ خود اس کے اجزار بکھر جائیں یا کہ اُتر جائیں ـــــ ضعیف یہ ہے کہ محض مجاورت کے سوا اجزار میں عام بستگی وگرفتگی نہ ہو دل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزار یکے بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو۔ گنجائش ملتے ہی اجزار اُتر کر پھیلنے لگیں ایسی شئی کا نام مائع وسائل ہے اور ازاں جا کہ اجزار میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی وگرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہیں جو حرکت ثقیل اشیار میں پیدا ہوتی ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معًا متحرک کرتی تھی کہ اجزار اول

لے فتاویٰ رضویہ لامام احمد رضا ج ا ص ۲۸۱ - طبع اہلسنت کشمیری بازار لاہور

سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزار حرکت میں پچھلوں کا انتظار نہ کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزار تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزار تک پہنچے گا تو اس جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازاں جاکہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزار میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام سیلان ہے۔[1]

(۷) امتناع ذاتی اور امتناع بالغیر کی بحث فلسفہ الٰہیات کے طرز پر امکان کذب کے سلسلہ میں اِس طرح فرمائی۔

ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات۔ اور لم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ بالغیر یوں تو لازم کہ باری تعالیٰ و تقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات۔ وجہ ملازمت سُنئے۔ زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود الٰہی سبحانہ و تعالیٰ میں تھا یا نہیں اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی ہوا اور انتفاء علم کہ مقتضی ذات ہے انتفاء مقتضی کو مقتضی تو باری عزّ وجل معاذ اللہ معدوم ہوا۔ اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہوا اور ہاں تو اس کا وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے عدمِ علم اور عدم علم عدم عالم کو مستلزم تو تمھارے طور پر عدم ذاتی ممکن تو باری جل جلالہٗ واجب نہ ہوا[2]

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ۔ ج ۱۲ ص ۴۸۷، ۴۸۸ مطبع اہلسنت بریلی۔

[2] امام احمد رضا۔ سبحٰن السبوح ص ۱۰۸ شاہی پریس لکھنؤ۔

(۸) بوعلی سینا اور ابن الہشم فلسفہ مشائیین کے دو عظیم امام گذرے ہیں انھوں نے حدوث الوان کے لئے روشنی کو شرط قرار دیا۔ تاریک جگہوں میں ان کے خیال میں رنگ معدوم ہوتا ہے اور روشنی آنے سے رنگ واپس آجاتا ہے۔

وقال ابن سینا وکثیر من الحکماء الضوء شرط وجودِ اللون فی نفسه فاللون انما یحدث فی الجسم بالفعل عند حصول الضوء وانه ای اللون غیر موجود فی الظلمة[۱]

وقال ابن الھیثم مستدلاً علی ان الضوء شرط لوجود اللون لا فائری الالوان تضعف بحسب ضعف الضوء فکلما کان الضوء اقوی کان اللون اشد وکلما کان اضعف کان اضعف فکل طبقة من الضوء شرط بطبقة من اللون۔[۲]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مذہب عقلاً بھی باطل ہے اور کئی احادیث اس کے مخالف بھی ہیں کیونکہ جہنم کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہ تاریک اور سیاہ ہے تیرگی کے ساتھ سیاہی کا ثابت کرنا کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وجود الوان کے لئے روشنی شرط نہیں

(۹) فلسفہ الہیات میں صفات واجب تعالیٰ کا ایک باب ہے اکثر حکمائے مشائیین صفات باری تعالیٰ کو عین ذات قرار دیتے ہیں معتزلہ بھی اسی مسلک کے قائل ہیں لیکن متکلمین مشائخ ماتریدیہ اشعریہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات فلاسفہ کے نزدیک صفات ذات ہی کا نام ہے اور متکلمین کے قول کی تشریح یوں ہے۔ وھی لا ھو ولا غیرہ یعنی ان صفات اللہ تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر القدماء۔ والنصاریٰ و ان لم یصرحوا بالقدماء المتغائرة لکن لزمھم ذلک لانھم اثبتوا الاقانیم الثلاثة ھی الوجود والعلم والحیوة وسموھا الاب والابن وروح القدس وزعموا ان

---

[۱] سید شریف جرجانی۔ شرح مواقف ص ۳۱۴ مطبع نولکشور لکھنؤ

[۲] 〃 〃 ۳۱۵ 〃 〃

اقنوم العلم انتقل الی بدن عیسیٰ علیه السلام فجوزوا الانفکاک والانتقال فکانت
ذوات متغایرة ولقائل ان یمنع توقف التعدد والتکثر علی التغایر بمعنی جواز الانفکاک للقطع
بان مراتب الاعداد من الواحد والاثنین والثلاثه الی غیر ذلک متعددة متکثرة
مع ان البعض جزء من البعض والجزء لا یغایر الکل وایضا لا یتصور نزاع من اهل
السنه فی کثرة الصفات وتعددها متغایرة کانت او غیر متغایرة - فالاولی
ان یقال المستحیل تعدد ذوات قدیمة لا ذات وصفات وان لا یجترؤ علی القول بکون
الصفات واجبة الوجود لذاتها بل یقال هی واجبة لا لغیرها بل لما لیس عینها و
لا غیرها اعنی ذات الله تعالی وتقدس ویکون هذا مراد من قال واجب الوجود لذاته
هو الله تعالی وصفاته یعنی انها واجبة لذات الواجب تعالی وتقدس واما فی
نفسها فهی ممکنة ولا استحالة فی قدم الممکن اذا کان قائما بذات القدیم واجبا له
غیر منفصل عنه فلیس کل قدیم الٰها حتی یلزم من وجود القدماء وجود الالهة
لکن ینبغی ان یقال ان الله تعالی قدیم بذاته موصوف بصفاته ولا یطلق
القول بالقدماء ولئلا یذهب الوهم الی ان کلا منها قائم بذاته موصوف بصفات
الالوهیة ولصعوبة هذا المقام ذهبت المعتزلة والفلاسفه الی نفی الصفات و
الکرامیه الی نفی قدمها والاشاعرة الی نفی عینیتها وغیریتها فان قیل هذا فی الظاهر
رفع للنقیضین وفی الحقیقة جمع بینهما لان المفهوم من الشیء ان لم یکن هو المفهوم
من الاخر فهو غیره والا فعینه ولا یتصور بینهما واسطة قلنا قد فسروا
الغیریة بکون الموجودین بحیث یقدر ویتصور وجود احدهما مع عدم الاخر
ای یمکن الانفکاک بینهما والعینیة باتحاد المفهومین بلا تفاوت اصلا فلا یکونان
نقیضین بل یتصور بینهما واسطة بان یکون الشیء بحیث لا یکون مفهومه مفهوم
الاخر ولا یوجد بدونه کالجزء مع الکل والصفة مع الذات وبعض الصفات

مع البعض فان ذات اللہ تعالیٰ وصفاتہ ازلیۃ والعدم علی الازلی محال والواحد من العشرۃ یستحیل بقاءہ بدونہا وبقاءہا بدونہ اذ ہو منہا فعدمہا عدمہ و وجودہا وجودہ بخلاف الصفات المحدثہ فان قیام الذات بدون تلک المعینۃ متصور فتکون غیر الذات کذا ذکرہ المشائخ۔[1]

اُس کی صفت نہ عین ہے نہ غیر یعنی صفات اسی ذات ہی کا نام ہے ایسا نہیں۔ نہ اس سے کسی طرح کسی نحو وجود میں جُدا ہو سکیں کہ نفس ذات کی مقتضی ہیں اور عین ذات لازم۔[2]

شیخ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا ہے کہ عین ذات ہونے میں یہ دونوں فریق جو کچھ کہتے ہیں ان میں حق و باطل کا فرق یہ ہے کہ معتزلہ وفلاسفہ صفات باری تعالیٰ کو ذات کے سوا کچھ نہیں مانتے اور عقلاء عین ذات قرار دیتے ہیں اہل حق فرماتے ہیں کہ صفات نظر عقل میں غیر ذات ہیں اور ان کا عین ہونا اس طور پر ہے کہ حقیقت صرف اللہ کے علم میں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر مکمل تحقیق فرمائی ہے اور صفات لازمہ و مفارقہ سے متعلق مذاہب کو شمار کر کے ان کے دلائل کا تجزیہ فرمایا ہے اور متکلمین کے مسلک کی تائید فرمائی ہے

اقول و باللہ التوفیق تحقیق المقام علی ما الھمنی الملک العلام ان الصفۃ مفارقۃ و لازمۃ اما للوجود حیث الوجود غیر الموجود او لنفس الذات اما مستندۃ الیہا نفسہا او لا بل ہما مستندان جمیعًا الی جاعلہما۔ فالمفارقۃ بینۃ التغایرۃ ولا یصح لعاقل ان یتوہم عینیتہا وصفات اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ متعالیہ عنہا بالاجماع فلاثنا لکن امیہ و لوازم الوجود دون الذات تکون الذات عاریہ عنہا من حیث ھی ھی فکانت مفارقۃ ولو فی مرتبۃ التقرر ولا مساغ لھذا فی الصفات العلیۃ فان

---

[1] شرح عقائد النسفی ص ۳۰، ۳۱۔ مطبع یوسفی۔ لکھنؤ۔ یو پی۔

[2] صدر الشریعۃ اعظمی۔ بہار شریعت ص ۳ مطبع یوسفی۔ لکھنؤ۔ یو۔ پی۔

وجوده تعالیٰ عین ذاته بالاجماع من دون نزاع لانه من صفاته النفسیه وانما الخلاف فی الذاتیة ولوازم الذات اذا کانت کمالات غیر مستندة الی نفسها کانت مُستکملة بغیرها وهو ایضاً محال علی الله سبحانه وتعالیٰ فاذن صفاته الذاتیة لیست الا من القسم الرابع هذا هو الحق الناصع فوجودها لیس الا بوجود الذات وتقررها منطوفی تقرر الذات ولا عراء عنها الذات ولا مصداق لها وراء الذات ای صابه صدقها ومنشوها حملها وهذا هو معنی قول بعضهم لا هو بحسب المفهوم ولا غیره بحسب المصداق لان الفرق کالعنوان والمعنون اوالحد والمحدود فانه العینیة سواءً بسواءٍ وعین مازعمته المعتزلة والحکماء بیدان منهم اوهم کلامه غیرهذا واشتم منه رائحة تعری الذات عن الصفات فی بعض الحضرات کما تقدم نقله عن نسیم الریاض ومن العجب ان القائل الفاضل فیه علیه ثم وقع فیه حیث قال بل لولم تکن موجودةً کان الاثر بحاله وانی تعقل الذات عاریة من لوازمها بل لو لم تکن لان انتفاء الملزوم لازم لانتفاء اللازم فمن این یبقی للاثر اثر فهذه الزیادة التی یوهمها کلام بعضهم هی الباطلة المنکرة وعلیها شد دالنکیر سیدنا الشیخ اکبر حیث قال فی الباب السادس والخمسین من الفتوحات اما سقم الاستقراء فلا یصح فی العقائد فان مبناها علی الادلة الواضحة فانه لو استقرینا کل ما ظهرت منه صنعة لوجدناه جسما فنقول ان العالم صنعة الخلق وفعله وقد تتبعنا الصناع فلم نجد صانعًا الا ذا جسم والحق صانع فقال المجسمة الحق جسم تعالی الله عن ذالك علواً کبیرًا وتتبعنا الادلة فی المحدثات فما وجدنا عالم بنفسه وانما الدلیل یعطی ان لا یکون عالم الا بصفة زائدة علی ذاته تسمی علمًا وحکمها فیمن قامت به ان یکون عالمًا وقد علمنا ان الحق عالم فلابد ان یکون له علم ویکون ذلك العلم صفة زائدة علی ذاته قائمة به تعالی الله عما تقول

الشبهة علوا كبيراً كلا بل هو الله العالم الحى القادر والقاهر الخبير كل ذلك بنفسه لا بامر زائد على ذاته اذ لو كان ذلك بامر زائد على نفسه وهى صفات كمال لا يكون كمال الذات الا بها فيكون كماله بزائد على ذاته و تتصف ذاته بالنقص اذا لم يقم بها هذا الزائد فهذا من الاستقراء الذى هذا دعا المتكلمين ان يقولوا فى صفات الحق لا هى هو ولا هى غيره وفيما ذكرناه ضرب من الاستقراء الذى لا يليق بالجناب العالى ثم انه لما استشعر بذلك القائلون بهذا المذهب سلكوا فى العبارة عن ذلك مسلكا أخر فقالوا ما نقلناه بالاستقراء وانما قلنا اعطى الدليل انه ما يكون عالما الا من قام به العلم ولا بد ان يكون امراً زائداً على ذات العالم لانه من صفات المعانى بقدر رفعه مع بقاء الذات فلما اعطانا الدليل ذلك طردناه شاهدا وغائبا يعنى فى الحق والخلق وهذا هروب منهم وعدول عن عين الثواب اهـ بحروفه فانظر كيف رد عليهم بلزوم النقص اذا لم يقم بها هذا الزائد وكيف نقل عنهم الافصاح بان العلم صفة بقدر رفعها مع بقاء الذات فهذا والله هو الباطل الصراح وكل ما رده الشيخ به مما ذكر ههنا وما ذكر قبله من لزوم افتقاره تعالى الى الصفات لو كانت اعيانا زائدات على الذات فهو حق قراح اما على ما قررنا فليس فيه بحمد الله ما يحوم حومه رد والكار وان يكون فيه افتياق للذات المتعاليه الى الصفات العاليه وما هى الا تضيتها والمستندة اليها والشئ لا يحتاج الى مقتضاه بل هو المحتاج الى مقتضاه اذ لا قيام للصفات الا بالذات ولا مساغ ههنالك استكمال فان الكمال هو الصفة لا غيرها وهى مقتضاة نفس الذات فالذات بنفسها اقتضت كمالها المسمى بالصفة لان الكمال شئ أخر يحصل للذات من جهة

الصفات كما يلزم على من يقدر بقاء الذات مع رفع الصفات وايضا يجئ الانكار منهم على من يقول بمحض الزيادة فى جميع المراتب وان لم يقدر ما او هو بعضهم وذلك لما فيه من انكار حضرة الاطلاق ومرتبة الجمع وانت تراهم قائلين فى تلك المرتبة بعينية العالم فضلا عن الصفات فما ذا يستنكر وكيف يبطل به حكم مرتبة الفرق وهذا الشيخ الاكبر قدس سره قائلاً فى باب السبعين واربع مأة مانصه واما وصفه بالغنى عن العالم فانما هو لمن توهم ان الله تعالى ليس عين العالم وفرق بين الدليل والمدلول فالأمر واحد وان اختلفت العبارات عليه فهو العالم والعلم والمعلوم و هو الدليل والدال والدلول وهو قول المتكلم ما هو غيره فقط واما قوله و ما هو فهو لما يرى من انه معقول زايد على ما هو فنفى ان يكون هو وماقدر على ان يثبت هو من غير علم يصفه به فقال ما هو غيره فحار فنطق بما اعطاه فهمه فقال ان صفة الحق ما هى هو ولا هى غيره ولكن اذا قلنا نحن مثل هذا القول ما نقوله على حد ما يقوله المتكلم فانه يعقل الزايد ولابد ونحن لانقول بالزائد الخ بعض اختصار فانظر من اى مقام يتكلم الشيخ وفى اى وادييسير وعلى اى زيادة منه النكير وتامل آخر كلامه انا اذا قلنا نحن مثل هذا القول الخ تعلم انه لاينكر الكلام انما ينكر المنشا من اثبات موجود سوى الله تعالى فافهم والله يتولى هداك وهذا ما افاد المولى النابلسى ان الصوفية تقول بعينية طورها وراء طور العقل فهم كما علمت لا يخصونها بالصفات بل ليس عندهم فى الدار غيره ديار ومعاذ الله ان يكون الشيخ من نفاة الصفات وهو القائل فى خطبة له ذكرها فى الفصل التاسع من الباب الحادى والسبعين بعد ثلاث مأة الحمد لله الذى ليس لاوليته افتتاح كما لسائر الاوليات الذى له الاسماء الحسنى والصفات

العلی الازلیۃ الخ وقال الشیخ عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ الربانی فی الیواقیت والجواھر من المبحث الثانی مبنی کتب الشیخ یعنی شیخ الاکبر قدس سرہ و مصنفاتہ کلھا فی الشریعۃ والحقیقۃ علی معرفۃ اللہ تعالیٰ وتوحیدہ وعلی اثبات اسمائہ وصفاتہ وانبیاءہ ورسولہ الخ وبعد اللتی والتی یرد الاجماع المحکم المنقول عن امام الفریقین شیخ الشیوخ بمتاشبہ یذکرہ لسان الطریقۃ المتکلم عن طور فوق طور المعقول وبالجملۃ فالذی نعتقدہ فی دین اللہ تعالیٰ ان لہ عزوجل صفات ازلیۃ قدیمۃ قائمۃ بذاتہ عزوجل لوازم لنفس ذاتہ تعالیٰ ومقتضیات لھا بحیث لا تقدیر للذات بدونھا وھی المفتاقۃ الی الذات لانھا باقتضاءھا وقیامھا بھا وھی الکمالات الحاصلۃ للذات بنفس الذات فلا مصداق لھا الا الذات فلھا حقیقۃ بھا ھی ھی وھی المعانی القائمۃ القدیمۃ المقتضیات للذات وحقیقۃ بھا ھی وماھی الا عین الذات من دون زیادۃ اصلاً فافھم وتثبت وایاک ان تزل فان المقام زلۃ الاقدام وباللہ التوفیق وبہ الاعتصام۔[1] (تحت الحاشیۃ الطولہ)

(۱۰) معتزلہ وفلاسفہ ارسال رسل کو واجب تعالیٰ پر واجب قرار دیتے ہیں یعنی واجب تعالیٰ فعل و ترک کا مختار نہیں ہے بلکہ فعل پر مضطر ہے۔ متکلمین نے فلاسفہ کے اس مسلک سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ارسال رسل میں واجب تعالیٰ مختار ہے لیکن وہ رسولوں کو ضرور مبعوث فرمائے گا علامہ ابوالبرکات نسفی نے فرمایا۔

ارسال الرسل مبشرین ومنذرین فی حیز الامکان بل فی حیز الوجوب والظاھر استحالۃ تخلفہ[2]

امام ابن ہمام نے علامہ نسفی کی اس عبارت پر اپنی تحریر میں اعتراض فرمایا ہے

---

[1] المعتقد المنتقد ص ۵۴ تا ۹۴ [2] المعتقد المنتقد ص ۱۰۳۔

کہ یہاں نسفی سے لغزش ہوئی اور آپ مذہب اعتزال کے جھانسے میں آ گئے۔[1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ امام نسفی کا قول اعتراض سے خالی ہے کیونکہ مذہب حق سے مطابقت کی اس میں پوری گنجائش موجود ہے۔ اہل حق کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے اور نہ اس پر کسی کا حکم ہے وہ قادر ہے یعنی کرنا نہ کرنا دونوں اس کے لئے برابر ہے کسی ایک جہت کی ترجیح اس کی صفت ارادہ سے متعلق ہے نہ صفت قدرت سے[2]

اعلیٰ حضرت نے اس ضمن میں حسن و قبح کی بحث لکھی ہے کہ وہ عقلی ہیں یا نہیں۔ اشاعرہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی نہیں ہیں لہٰذا فرماں بردار کو ثواب دینا کافر کو عذاب اور ارسال رسل وغیرہ قبل ورود حکم ان کے یہاں نہ حسن ہے نہ قبح تو ان چیزوں کا تعلق ارادہ اور حکمت سے ہوا اور ائمۂ ماتریدیہ افعال میں حسن و قبح عقلی مانتے ہیں لیکن ان کا حکم صرف اللہ کی طرف سے عقل کو دخل نہیں تو شیٔ ممکن بالذات ہوگی تعلق قدرت کے قابل ہے کہ مطلق قدرت امکان ذاتی سے متعلق ہے اور امتناع بالغیر تعلق قدرت سے مانع نہیں اللہ کے علم و خبر کے خلاف جو ممکن بالذات ہیں ان کا وقوع محال ہے کیونکہ ارادہ کا تعلق صرف امکان سے نہیں ہے بلکہ امکان وقوعی سے ہے جس کا نکتہ یہ ہے کہ تعلق قدرت سے وجود شیٔ لازم نہیں آتا اور تعلق ارادہ سے وجود منفک نہیں ہو سکتا۔

الحاصل جملہ ممکنات مقدرات الٰہیہ ہیں مطابق حکمت ہوں یا نہ ہوں لیکن ان سے ارادہ کا تعلق اس صورت میں ہوگا کہ وہ مطابق حکمت ہوں ورنہ سفاہت لازم آئے گی تو جو شیٔ موافق حکمت ہوگی باری تعالیٰ سے اس کا صدور ارادہ و اختیار سے بطور وجوب ہوگا۔ قول فلاسفہ کے طور پر نہیں کہ جو موافق امور کا صدور

---

[1] المعتقد المنتقد ص ۱۰۳ ۔ [2] المعتقد المنتقد ص ۱۰۵ [3] المعتقد المنتقد ص ۱۰۵

بطور ایجاب مانتے ہوں اور اس کے خلاف سے تعلق قدرت کو ناممکن قرار دیتے ہوں۔ پھر اعلیٰ حضرت نے اپنی تشریح کی تائید میں ملا بحرالعلوم اور ملا بہاری کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ خلاف حکمت شئ پر قدرت ہونیکا معنی یہ نہیں ہے کہ مخالفت حکمت بھی تحت قدرت ہے یا حکمت بھی مقدور ہے اس لئے کہ مقدوریت نفس شئ سے متعلق ہے نہ کہ مخالف حکمت ہونے کی حیثیت سے ورنہ جہل وسفاہت لازم آئیں گے وھما محالان علی اللہ تعالیٰ اور ارادہ کا تعلق مطابق حکمت سے ہوتا ہے لہٰذا حکمت کی مطابقت واجب ہے۔

الحاصل جو باتیں واجب تعالیٰ کے لئے نقص ہوں جیسے کذب، جہل اور عجز وغیرہ یا اپنے علم اور حکمت یا قدرت یا اور کسی صفت کا معدوم کرنا یہ سب محال بالذات ہیں اور جو فی نفسہٖ نقص نہ ہوں بلکہ کسی خارجی سبب سے جیسے علم وخبر کے خلاف کسی کام پر قدرت کا ہونا تو وہ محال بالغیر ہے لہذا متعلق قدرت ہے اور اس سے ارادہ کا تعلق ممکن نہیں۔ فرماں بردار کو ثواب دینا نافرمان کو عذاب، رسولوں کی بعثت اور انزال کتب وغیرہ عقلاً واجب نہیں ہیں اور ان کی مخالفت عقلاً محال نہیں لیکن مطابقت حکمت ہونے کی وجہ سے واجب بالغیر اور خلاف حکمت ہونے کی وجہ سے محال بالغیر ہیں[1]۔

---

[1] المعتقد المنتقد ص ۱۰۵ تا ۱۰۹ (ملخصاً)

ریاضی و جُغرافیہ سے مسائل شرعیہ کا استحکام

دُنیا میں جتنے عُلوم و فنون ہیں ہر ایک سے احکام دینیہ کی تقویت و تائید کا کام لیا جا سکتا ہے لیکن فنی مہارت کے بغیر کسی بھی علم سے اس موضوع پر کام لینا عادتاً محال ہے اسی لئے علمائے دین کی ایک جماعت نے ہر دَور میں کسی نہ کسی عقلی یا ریاضی فن میں مہارت کی طرف توجہ کی اور اس سے دینی مسائل کے لئے قوت فراہم کی۔ ان فنون میں علم ریاضی ایک بہت ہی نتیجہ بخش اور صحیح رہنما فن ہے تجربات کی ہزاروں منزلوں سے گذرنے کے بعد اس فن کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی عقلی فن کو صحت کے نتیجہ کے اعتبار سے یہ مقام نہ مل سکا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ علم الحساب سے مشکل سے مشکل مقدمات کا آناً فاناً فیصلہ فرما دیتے۔

قرآن مجید میں میراث کے تقسیم کے ضوابط و احکام بالکل حسابی طرز پر ہیں۔ صحابۂ کرام سے لے کر آج تک تقسیم ارث کے جو قواعد ملتے ہیں ان سے یہ صاف واضح ہے کہ انوار رسالت کی تجلیات نے صحابۂ کرام کو علم الحساب میں بھی مہارت تامہ فرمائی تھی کہ حساب کے وہ مسائل جو کئی منزلیں طے کرنے کے بعد نتیجہ بخش ثابت ہوتے ہیں صحابہ و تابعین انھیں قرطاس و قلم کی مدد کے بغیر منٹوں میں طے فرما دیتے

اسی طرح مختلف دیار و امصار میں دور دراز مقامات پر عہد صحابہ کی

تعمیر کردہ مساجد اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ جہت قبلہ متعین کرنے میں وہ علم ہیئت اور جغرافیہ کے اچھے ماہر تھے۔ کیونکہ آج ریاضی اصول پر سروے کرنے کے بعد بھی ان کو قبلہ سے سرمو متجاوز نہیں پایا جاتا۔

علامہ برجندی علوم ریاضیہ میں درجۂ امامت رکھتے تھے آپ جید فقیہ بھی تھے۔ فقہ، ریاضی اور علم ہیئت میں آپ کی کئی عظیم الشان تصانیف آپ کی وجاہت علمی کا خطبہ پڑھ رہی ہیں۔ علامہ موصوف نے علم فقہ کو ریاضی سے بہت سارے فوائد مہیا کئے۔

اعلیٰ حضرت ایک عظیم المرتبت فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ریاضی کے بلند پایہ امام تھے محقق طوسی جیسے مہندس (Geometrician) اور ہیئت کے ماہر کی مختلف خطاؤں کی طرف اعلیٰ حضرت نے نشاندہی فرمائی ہے جس سے اس فن میں آپ کی مہارت آشکارا ہوتی ہے۔

سر ضیاء الدین ریاضی کے جن مسائل میں مدتوں متحیر رہے اعلیٰ حضرت نے منٹوں میں ان کی تشفی فرمادی۔

علم ریاضی سے اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کی جتنی خدمتیں کیں، پوری تاریخ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے مثلاً سمت قبلہ، طلوع وغروب، اوقات صوم وصلوٰۃ کی تخریج، زکوٰۃ وفطرہ کے لئے اوزان وپیمانہ کا تعین۔ مسافت سفر کی تقدیر وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قواعد وضوابط نے فقہ اسلامی میں ایک اہم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔

مسافت قصر کا تعین۔

نماز قصر کا حکم سفر کی وجہ سے ہے قرآن حکیم میں ہے وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ احادیث سے تین روز کی مسافت

سے سفر ثابت ہوتا ہے۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا ومعہا ذو رحم محرم[1] اور بعض صحابہ کرام نے اسے چار منزل سے تعبیر کیا تھا وکان ابن عمر وابن عباس یقصران ویفطران فی اربعۃ برد وھو ستۃ عشر فرسخا[2]۔

فقہائے حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں کہ تین دن کی مسافت کا سفر بموجب قصر ہے لیکن چونکہ سال میں دنوں کی مقدار یکساں نہیں ہوتی اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کے دن مراد لئے جائیں صاحب دُرمختار نے سال کے چھوٹے دنوں کا اعتبار کیا ہے۔ "مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال[3]"

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ عرض البلد ۶۶ درجہ سے ۹۰ درجہ عرض البلد تک دن ایک گھنٹہ یا کم کا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے مسافت قصر میں جو ایام معتبر ہیں معتدل بلاد کے حساب سے شمار کئے جائیں گے۔

"واقصر النہار ثمہ اکثر من سبع ساعات قریبا من ثمان وانما یکون النہار ساعۃ او اقل بعد عرض ۶۶ درجہ قریبا من تمام المیل الکلی کما لا یخفی علی عارف الفن واللہ تعالیٰ اعلم[4]"

علامہ شامی کی تحقیق بھی اعلیٰ حضرت کے اس قول سے مناسبت رکھتی ہے لیکن انھوں نے اس موقع پر مثال میں بلغاریہ وغیرہ کو خارج کیا ہے کہ وہاں کے چھوٹے دن ایک گھنٹہ سے کم کے بھی ہوتے ہیں ان کا شمار نہ کیا جائے ورنہ وہاں تین گھنٹوں کی مسافت سفر پر قصر کا جواز ثابت ہوجائے گا۔ فلا یرد ان

---

[1] بخاری۔ ج ۱ ص ۱۴۷ [2] بخاری ج ۱ ص ۱۴۸ [3] درمختار ج ۱ ص ۵۲۶۔

[4] جد الممتار ص ۲۲۶۔

اقصر ایام السنة فی بلاد بلغار یہ قد تکون ساعة او اکثر او اقل فیلزم ان یکون مسافة السفر فیھا ثلاث ساعات او اقل[1]

علامہ شامی کی اس تمثیل پر اعلیٰ حضرت معروضہ قائم فرماتے ہیں کہ بلغاریہ کا سب سے چھوٹا دن تقریباً آٹھ گھنٹے کا ہوتا ہے تو یہ مثال قاعدہ پر منطبق نہیں ہے کہ ایک گھنٹہ کا دن عرض ۶۶ درجہ سے پہلے ہوتا ہی نہیں۔ لیس ھکذا عرض بلغار اقل من سہ ۴۹ ط۔ ۲[2]

دوسری بحث یہ ہوتی ہے کہ فقہاء نے نصف النہار تک کی سیر کو ایک یوم کی سیر قرار دیا ہے۔ وھل یشترط سفر کل یوم الی اللیل اختلفوا فیہ والصحیح انہ لایشترط حتی لو بکر فی الیوم الاول ومشی الی الزوال ثم فی الیوم الثانی کذلک ثم فی الیوم الثالث کذلک فانہ یصیر مسافراً[3]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مشقت و عادت کا اعتبار کیا گیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ایک ہی دن میں تین روز کی راہ طے کرے تو اس کے لئے قطعاً حکم قصر ثابت ہوگا۔ الحکم ثابت علی المشقة الی قولہ فافھم[4]۔

قصر کے معاملہ میں تیسرا مسئلہ مسافت قصر کی تعین و تقدیر کا ہے ظاہر روایت میں تین دنوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور تقدیر فرسخ کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ لان المذکور فی ظاھر الروایہ اعتبار ثلاثة ایام کما فی الحلیہ[5]۔

حلیہ میں ہے "قال المرغینانی وعامة المشائخ قدروھا بالفراسخ وقیل احد وعشرون فرسخاً وقیل ثمانیة عشر فرسخاً المرغینانی وعلیہ الفتوی[6]۔

---

[1] شامی ج ۱ ص ۵۲۶۔ [2] جد الممتار ص ۲۲۶۔ [3] بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹، ۱۳۰۔

[4] جد الممتار ج ۱ ص ۲۲۶ [5] رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۷۔ [6] حلیہ ص ۲۷۲۔

لیکن شامی نے اٹھارہ فرسخ کے مسافت سفر ہونے پر فتویٰ دیا ہے فقیل احد وعشرون وقیل ثمانیۃ عشر وقیل خمسۃ عشر والفتوی علی الثانی لانہ اوسط۔[1]

غنیہ میں ہے " وقیل ثمانیۃ عشر قال مرغینانی وعلیہ الفتوی وقال العتابی فی جوامع الفقہیہ وھو المختار۔[2]

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اس قول کا مفتی بہ ہونا کفایہ میں محیط سے منقول ہے اور انقروی نے اسی پر فتویٰ تحریر کیا ہے۔ خزانۃ المفتیین میں ظہیریہ سے اور بحرالرائق میں نہایہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے لہذا اٹھارہ فرسخ پر زیادہ مشائخ کا فتویٰ ہے قولہ الفتوی علی الثانی[3]

کذا فی الکفایہ حیث قال بعد ما ذکر مثل ما ھنا الفتوی علی ثمانیۃ عشر لانھا اوسط الاعداد کما فی المحیط اھ وکذالک نقل الفتوی علیہ الانقروی فی منواتہ عن المحیط البرھانی و فی خزانۃ المفتیین برمز ظ للفتاوی الظھیریہ و فی البحر عن النھایہ ثم رد علیہ بما اجاب عنہ الشیخ اسمعیل کما نقلہ فی منحۃ الخالق[4]

علامہ شامی نے فرسخ کے معتبر نہ ہونے پر صاحب درمختار کی تائید میں یہ وجہ پیش کی ہے کہ راستوں کی نوعیت کے اختلاف سے فرسخ کی تعداد بھی مختلف ہوتی رہتی ہے ہموار اور پہاڑی اور خشکی و دریائی راستوں میں فرسخ یکساں نہیں ہوتے اس کے برخلاف مرحلوں کا اعتبار متناسب ہوتا ہے۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ فرسخوں کی مقدار میں علماء کا جو اختلاف ہے وہ اپنے یہاں کے رواج کے اعتبار سے ہے۔[5]

---

[1] شامی ج۱ ص ۵۲۷۔ [2] غنیہ ص ۵۳۵۔ [3] جدالممتار ص ۲۲۶۔
[4] جدالممتار ص ۲۲۷۔ [5] فتح القدیر ص ۲۳۸۔

راستے اگر دشوار گزار ہوں تو تین دن میں پندرہ فرسخ سے کم مسافت طے ہوگی تو حدیث پر عمل نہ ہو پائے گا۔ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ منزلوں کا شرعًا اعتبار ہے اور یہ کہ ایک منزل ایک دن کی مسافت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ راستوں کی نوعیت کے اعتبار سے مسافت مختلف ہوسکتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منازل کی مسافتیں ہر جگہ یکساں نہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاط پر عمل کو ضروری قرار دیا کیونکہ عبادات میں شہادت کا دفاع مقتضائے احتیاط ہے۔موجبات غسل کا بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا۔انہ متی وجب من وجہ فالاحتیاط فی الایجاب[۱]

امام ابن ہمام فرماتے ہیں۔والاحتیاط واجب وھو العمل بالاقوی من الوجھین فوجب۔[۲]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ہمارے بلاد ہند میں ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے اور مروجہ میل سے ۸/۵ میل ہوتا ہے اس اعتبار سے ایک منزل = بارہ کوس × ۵/۸ = ۹۶/۵ × ۳ منزل = ۲۸۸/۵ = ۵۷ ۱/۲ میل ۱/۲ ۱۹ میل کی ایک منزل ہوئی تو تین منزلیں ۳/۵ ۵۷ میل ہوگئی۔[۳]

اگر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جیساکہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۵۵ میں ہے تو اعلیٰ حضرت کی تحقیق پر مسافت قصر ۱/۲ ۱۹ فرسخ پر ہے تو اس تحقیق سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) مفتی بہ قول میں فرسخ کو انگریزی میل میں تبدیل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی وہ اس سے معلوم ہوا۔

(۲) ہندوستان کی راہیں نشیب و فراز ہر قسم پر مشتمل ہیں تو اس تحقیق پر

---

۱ ہدایہ ص ۲۴ ۲ فتح القدیر ص ۲۴ ۳ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۶۱

عمل کرنے میں میانہ پسندی بھی شامل ہوئی کیونکہ احکام میں اوساط کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۳) ریاضی تخریج میں تحقیق مشتبہ نہیں رہتی۔

(۴) ۴۸ میل پر قصر کا فتویٰ احتیاط و تحقیق کے خلاف ہے۔

مسئلہ طلوع و غروب۔

طلوع و غروب کے وقت نماز کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے حنفیہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ قرص آفتاب میں اتنا تغیر آجائے کہ اس پر بے تکلف نگاہ پڑنے لگے۔ بحرالرائق میں ہے۔

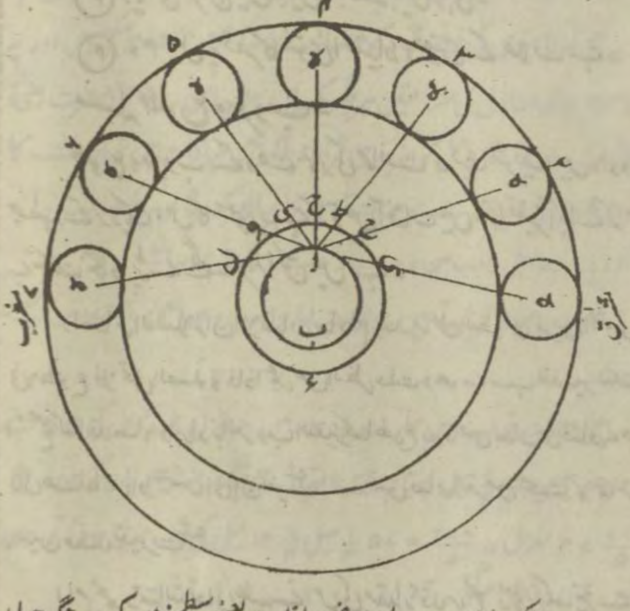
واختار الفضلاء ان الانسان مادام یقدر علی النظر الی قرص الشمس فی الطلوع فلا تحل الصلوٰۃ فاذا عجز عن النظر حلت وھو مناسب لتفسیر التغیر المصحح کما قدمناہ واراد بالغروب التغیر کما طرح بہ قاضی خاں فی فتاویہ حیث قال عند احمرار الشمس الی ان تغیب[۱] ـــــ فمتی صار القرص بحیث لا تحار فیہ العین فقد تغیرت[۱]

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی مقدار "قدر رمح" یعنی ایک نیزے کی مقدار تحریر فرمائی ہے[۲] اس دور کے بعض علماء نے اس وقت کراہت کی مقدار ۱۵ منٹ تحریر کی ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ بار بار تجربہ سے یہ وقت تقریباً ۲۰ منٹ ثابت ہوا ہے۔ آپ نے اس امر کی تحقیق پر محاسبات ہندسیہ بھی استعمال کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ زمین کے گرد کئی میل بلندی تک بخارات کا کرہ پھیلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے وقت آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اور جب آفتاب بلند ہوتا ہے اور کرہ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے تو

---

[۱] بحرالرائق ج ۱ ص ۲۶۳۔ [۲] حلیہ ص ۱۳۰۔ [۳] بحرالرائق ص ۲۶۳۔

شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتی ہیں اور نگاہ جمنے نہیں پاتی۔ یہ حالت مشرق و مغرب دونوں جہتوں میں یکساں ہے۔



د، ب کرہ زمین ہے۔ ا، موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے۔ ح زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے۔ تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا۔ اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ۸ مرکز شمس ہے ا ۸ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گذرتا ہے۔ پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر آیا پھر پانچویں چھٹے نمبر پر ڈھلکتا ہوا ساتویں نمبر

نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط د ، ہ کا حصہ ا ، ر کرۂ بخار میں گذرا اور دوسرے پر ا ح تیسرے پر ا ط چوتھے پر ا ح اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا ر سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ا ح ، ا ط وغیرہ جھوٹے ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے۔[1]

ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے وقت کا خط اگر ۵۴ ہی میل ہے جب خط ا ر یعنی وقت طلوع کا خط پانچ سو اٹھانوے میل سے بھی زاید ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت سے بڑے ہوتے جاتے ہیں ا ی برابر ا ط کے پڑتا ہے اور ا ک برابر ا ح کے اور ا ل برابر ا ر کے ہیں۔[2]

یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے۔ جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی۔ شرق میں جبتک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہوجائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہوگیا اور یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہوجائے جو اس سے کئی نیزے زائد ہے۔ تجربہ سے یہ وقت تقریباً

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۵۹۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۶۰

۲۰ منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے سورج کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ گذرنے تک نماز ناجائز اور وقت مکروہ ہوا اور ادھر جب غروب کو ۲۰ منٹ رہیں وقت کراہت آئے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔[1]

ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مُراد دھوپ کا پیلا ہونا ہے۔ ہرگز صحیح نہیں۔ جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی رہتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت ل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے۔[2]

ابو السعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے۔ المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل البصر بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال۔[3]

یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے۔[4]

اوقات صوم و صلوٰۃ۔

مشہور یہ ہے کہ رات کے سات حصّے کرنے کے بعد جو آخری ساتواں حصّہ ہے وہ صبح صادق ہے۔ جس میں روزے دار کا کھانا پینا منع ہے اور نماز صبح درست ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس قاعدہ کو غلط قرار دیا ہے اور ہیئت و توقیت کے قواعد سے یہ ثابت کیا ہے کہ سال کے بعض ایام میں صبح صادق رات کے نو حصے سے بھی

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۲۶۱ ۔ [2] فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۲۶۱

[3] 〃 〃 〃 [4] 〃 〃 〃 〃

کم باقی رہتی ہے اور بعض ایام میں دسواں حصّہ ہوتی ہے اور کبھی چھٹا حصّہ سے بھی کم ہوتی ہے اس لئے مطلقاً مقدار صبح رات کا ساتواں حصّہ قرار دینا غلط ہے۔ نقشہ درج ذیل ہے:۔

تاریخ شمسی	راس برج	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تخمینی نسبت
		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]				
۲۰ مارچ	حمل	۰۰-۱۲	۵۴-۱۱	۲۰-۱	۳۴-۱۰	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۰	نواں حصّہ
۲۲ اپریل	ثور	۱۰-۱۱	۵۴-۱۱	۲۴-۱	۴۰-۹	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصّہ
۲۲ مئی	جوزا	۲۸-۱۰	۲۲-۱۰	۳۱-۱	۱۵-۱۸	۶۲۳	۹۱	۹۱/۶۲۳	ساتواں حصّہ
۲۲ جون	سرطان	۱۲-۱۰	۶-۱۰	۳۶-۱	۳۰-۸	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصّہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۴۰-۱۰	۲۲-۱۰	۳۱-۱	۵۱-۸	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصّہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۰-۱۱	۵۲-۱۱	۲۳-۱	۳۹-۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۲۶۲	آٹھواں حصّہ
۲۳ ستمبر	میزان	۰۰-۱۲	۵۱-۱۱	۱۹-۱	۳۲-۱۰	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصّہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۵۰-۱۲	۴۲-۱۲	۱۹-۱	۲۳-۱۱	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو
۲۲ نومبر	قوس	۳۲-۱۳	۲۲-۱۳	۲۲-۱	۰۰-۱۲	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۴۸-۱۳	۴۴-۱۳	۲۵-۱	۱۵-۱۳	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصّہ
۲۲ جنوری	دلو	۳۲-۱۳	۲۲-۱۳	۲۲-۱	۱۲	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصّہ
۲۱ فروری	حوت	۵۰-۱۲	۴۲-۱۲	۱۹-۱	۲۳-۱۱	۸۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصحاب توقیت کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے کیونکہ صاحب دُرِّ مختار کا کہنا ہے۔ "لاعبرۃ لقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب قال

فی الوهبانیه وقول اولی التوقیت لیس بموجب۔ [۱]

واشار المصنف الی انه لا عبرة لقول المنجمین قال فی غایة البیان ومن قال یرجع فیه الی قولهم فقد خالف الشرع لانه روی عنه صلی اللہ علیه وسلم انه قال من اتی کاهنا او منجما فصدقه بما قال فهو کافر بما انزل علی محمد۔ [۲]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رویت ہلال کے سلسلہ میں یقیناً اہل توقیت کا قول معتبر نہیں کیونکہ اہل توقیت کے قواعد، مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر قائم ہوئے ہیں اور اب تک رویت ہلال کے لئے کوئی قاعدہ اہل توقیت کے نزدیک قابل اعتماد و کارآمد ثابت نہ ہوا اسی لئے بطلیموس نے مجسطی میں تمام تاروں کے ظہور و خفار کے لئے قواعد مرتب کئے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی کہ یہ قابو کی چیز ہی نہیں۔

المنک میں چاند کے ایک ایک گھنٹے کا میل اور تمام سیاروں کے حالات مرقوم ہوئے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ اس لئے یقیناً مسئلہ رویت ہلال کا مدار صرف رویت ہے نہ کہ قواعد [۳]

لیکن دوسرے معاملات میں بے شمار تجربوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قواعد کی روشنی میں طلوع و غروب یا دوسرے وقت مطلوب کی تعیین ہوتی ہے ان میں سکنڈ بھر بھی واقعہ کے خلاف نہیں ہوتا تو یہاں قواعد صحیح رہنمائی کرتے ہیں جن پر اعتماد یقیناً کیا جائے گا قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝ [۴] وقال تعالی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وقال تعالی كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ

---

[۱] در مختار ج۲ ص ۹۲ [۲] بحرالرائق ج۲ ص ۲۸۴ [۳] فتاویٰ رضویہ ج۴ ص ۶۲۴۔
[۴] قرآن پاک پارہ ۱۵ رکوع ۱ سورہ بنی اسرائیل۔ [۵] قرآن پاک پارہ ۲ رکوع ۷ سورہ بقرہ

إِلَى الَّيْلِ ۚ وقال تعالیٰ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وقال تعالیٰ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ وقال تعالیٰ وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۙ

تو یقیناً ان کی چال عزیز علیم نے ایک حساب پر منضبط فرمائی تو حساب تو قطعی تھا لیکن جن بات کی طرف راہ نہ ملی ان میں قواعد و ضوابط منضبط نہ ہوئے لیکن بعض چیزوں میں تجربہ و حساب سے مل کر ایک حکم قطعی ہاتھ آگیا۔ مثلاً طلوع میں آفتاب کی پہلی کرن چمکنے اور غروب میں آخری کرن ڈوبنے کا اعتبار ہے۔ اگر اس حساب میں عرض البلاد اور میل شمسی ہی کافی ہوتے تو طلوع و غروب کا معلوم کرنا بہت آسان تھا مگر ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک زمین کے اوپر بخارات محیط ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شعاع بصری قرص آفتاب تک پہنچتی رہتی ہے اسی ایک علت نے صدہا سال موقتین کو متحیر رکھا اور حساب طلوع و غروب ٹھیک نہ ہو سکے اب بار بار کے مشاہدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مقدار ۳۴ دقیقہ ہے جس سے ایک ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا اور علم ہیئت کے قاعدے حکم یقینی میں مفید ہو گئے اگرچہ بعض اوقات فضا کی کثافت کچھ کم و بیش ہوتی ہے لیکن وہ اتنی مؤثر نہیں ہوتی کہ حکم شرعی میں فرق پڑ جائے۔ یہیں سے وقت عصر و شفق کے طلوع و غروب کے مسائل میں ایک راہ ملی کہ ان میں آفتاب پیش نظر ہوتا ہی نہیں کہ نظر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے اور صدہا سال کے تجربہ کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ آفتاب غروب شفق اور طلوع صبح کے وقت افق سے تقریباً ۱۸ درجہ نیچے ہوتا ہے جن لوگوں پر یہ تجربہ پوشیدہ رہا۔ رجماً بالغیب باتیں اڑایا کئے۔ علامہ خلیل کاملی کو یہی دھوکا ہوا کہ صبح صادق و کاذب کے درمیان صرف تین درجے کا فاصلہ ہے علامہ شامی نے ان کا قول نقل کر کے اس کو معتمد رکھا ہے

---

[1] قرآن پاک پارہ ۲ رکوع ۶ سورہ بقرہ [2] قرآن پاک پارہ ۲۷ رکوع ۱۱ سورہ رحمٰن۔
[3] قرآن پاک پارہ ۲۳ رکوع ۱ سورہ یٰس۔ [4] قرآن پاک پارہ ۱۱ رکوع ۵ سورہ یونس۔
[5] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۶۴۵

ذکر العلامة المرحوم الشیخ الخلیل الکاملی فی حاشیة علی رسالة الاسطرلاب شیخ المشائخ العلامة المحقق علی افندی الداغستانی ان التفاوت بین الفجرین وکذا بین الشفقین الاحمر والابیض انما هو ثلاث درج اھ۔ [1]

حالانکہ یہ سب لغو و بے معنی ہیں شرع نے اس بات میں صرف صبح کی صورت تعلیم فرمائی ہے کہ صبح کاذب شرقاً، غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح کاذب شمالاً و جنوباً مستطیل ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان مقدار انحطاط پر کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رویت پر ہے اور رویت شاہد عدل ہے کہ ۱۸ درجے پستی پر صبح صادق ہوجاتی ہے بار بار ہم نے خود مشاہدہ کیا صبح کاذب سے چونکہ کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اس لئے اس کا کوئی زیادہ اہتمام نہ کیا لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ صادق و کاذب میں ۱۵ سے بھی زیادہ فاصلہ رہتا ہے اور تین درجہ کا فرق غلط ہے۔ تبیین الحقائق میں خلیل عروضی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے مکہ میں صبح کاذب کا مشاہدہ آدھی رات کو کیا ہے اس طور پر دونوں صبحوں کے درمیان تقریباً پانچ گھنٹوں کا فاصلہ ہوگا۔ یہ بات اگرچہ بعید ہے مگر خود انھیں کے قول سے تین درجے کا قول باطل ہوگیا۔

بہرحال اقوال فقہا اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب کی پستی ۱۸ ہوتی ہے نہ کم نہ زیادہ چنانچہ فتح القدیر ص ۸۸ بحرالرائق صفحہ ۲۵۹ درمختار ص ۲۴۲ وغیرہ میں ایک مشہور استفتار کا ذکر ہے جو بلغاریہ سے مشائخ فقہار کی خدمت میں آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کرآتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہاں وقت عشار نہ پایا جانا متفق علیہ ہے اب اگر وقت

---

[1] شامی ج ۱ ص ۲۴۰۔

صبح آفتاب کی پستی ۱۵ہے جیساکہ حاشیہ چغمنی میں ہے تو سال کی سب سے چھوٹی رات تحویل سرطان پر بھی بلغار میں وقت عشاء رہے گا۔اس تفصیل سے تین نتیجے نکل آئے۔

۱۔شرع کے نزدیک وقت معلوم کرنے کا مدار رویت ہے نہ کہ عقل۔

۲۔رویت نے وہ صحیح تجارب دئے جن سے قاعدۂ کلیہ ہاتھ آیا اور بے رویت بھی وقت کا بتانا ممکن ہوا۔

۳۔جو قاعدہ رویت سے مستفاد ہوا ہو اور شرع و عقل اس کے بارے میں خاموش ہوں تو قاعدۂ رویت اور اس سے ماخوذ قوانین کی مخالفت غلط ہے اور یہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے رویت اور قانون رویت اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔[۱]

اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

محدثین و شافعیہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔لہٰذا اہل مغرب کی رویت ہلال اہل مشرق کے لئے بے سود ہے۔ان کے برخلاف ائمہ حنفیہ اختلاف مطالع کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ایک شہر کی رویت دوسرے شہر پر نافذ ہے اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے۔

جو حضرات اختلاف مطالع کے قائل ہیں ان کے اقوال تعین مقدار میں سخت مختلف ہیں بعض نے ایک ماہ کی راہ کو مقرر کیا اور علامہ رملی شافعی نے ۲۴ فرسخ کا فاصلہ متعین فرمایا۔

ان دونوں اقوال میں آٹھ گنے کا فرق ہے اس لئے کہ ہر روز کی منزل اُنیس میل ہوتی ہے تو مہینہ بھر کی راہ ۵۷۰ میل پر مشتمل ہوئی تین میل کا فرسخ ہوتا ہے لہٰذا

---

[۱] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۶۴۶،۶۴۷

ایک سو بانوے فرسخ ہوئے اور علامہ رملی کے قول پر صرف ۲۴ فرسخ ہوئے۔

اعلیٰ حضرت نے حنفیہ کی تائید میں قواعد ریاضی سے واضح کیا کہ ان مسافتوں کا تعین جو شافعیہ نے کیا ہے عبث ہے کیونکہ شمس و قمر کے درمیان جب تک کم از کم آٹھ درجہ کا فاصلہ نہ ہو رویت ممکن نہیں اور یہ فاصلہ شرقاً غرباً ہوتا ہے نہ کہ شمالاً جنوباً کہ مشرق میں جو فاصلہ آفتاب و ماہتاب کے درمیان ہوگا مغرب میں پہنچ کر وہ فاصلہ زاید ہو جائے گا۔ اب فرض کیجئے کہ آفتاب شمالی ہے اور قمر کا میل نہیں ایک شہر خط استوار پر ہے اور دوسرا اس سے آٹھ درجہ شمالی ہے اور تیسرا سترہ درجہ شمال پر تینوں شہروں کا طول البلد ایک ہو فرض کیجئے کہ خطِ استوار پر رویت ہوئی تو سترہ درجے پر کیا رویت ہوگی ۸ درجہ پر بھی رویت ضروری نہیں اس لئے کہ خط استوا پر آفتاب جلد غروب ہوگا تو اندھیرے کی وجہ سے رویت ممکن ہوئی نیز وہاں چاند بلند بھی ہوگا اس لئے رویت دیر تک ممکن اور شمال کے دونوں شہروں کا معاملہ بالکل برعکس ہے یہاں آفتاب بھی دیر سے غروب ہوگا اور قمر بھی پستی میں ہوگا پھر فرض کیجئے کہ ۱۷ درجہ والے شہر میں رویت ہوئی تو خط استوار تو کیا ۸ درجے والے شہر میں بھی بدرجہ اولیٰ رویت ہوگی حالانکہ آٹھ درجے کے بعد ایک ماہ کی مسافت سے کم اور سترہ درجے کے بعد دو ماہ سے زاید تو معلوم ہوا کہ کبھی دو ماہ سے زاید کی مسافت پر بھی اختلاف مطالع کا اثر نہیں پڑتا اور کبھی ایک ماہ سے کم کی مسافت بھی اثر انداز ہوتی ہے اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ شہروں کا بُعد قابل اعتبار شئ نہیں ہے۔

عـہ درجہ = ۶۹٫۱۳ میل ∴ ۸ درجہ = ۵۵۳٫۰۴ میل = ۱۸۴٫۳۵ فرسخ تقریباً۔ عـہ درجہ ۱۷ × ۶۹٫۱۳ = ۱۱۷۵٫۲۱ میل ∴ ۳۹۱٫۷۴ فرسخ تقریباً۔ [1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۳۰۔

فقہی معمہ کا حل

زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ زید نے ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ اس کے بعد زید نے اپنی بیوی سے وطی کی اولاد پیدا ہوئی وہ ثابت النسب ہیں یا ولد الزنا اگر ثابت النسب ہیں تو زوجین کے مابین وراثت جاری ہونی چاہئے۔ اور اگر وراثت جاری نہ ہو تو اولاد ولد الزنا ہوں اور اگر بچے وراثت پائیں تو اس کی ماں کو بھی وراثت ملنی چاہئے اور اگر ماں کو وراثت نہ ملے تو بچوں کو ولد الزنا ہونا چاہئے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ زنا سے ائمۂ حنفیہ کے نزدیک مصاہرت ثابت ہوتی ہے اور آپ نے چار حدیثوں سے مذہب حنفیہ کو ثابت کیا پھر یہ قیاس کیا کہ کسی فعل حرام پر کوئی دوسرا حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً زنا کی وجہ سے جنابت لاحق ہوئی یہ فعل حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے دوسرا حکم شرعی مثلاً نماز، قراءت قرآن، دخول مسجد، طواف کعبہ کی حرمت ضرور ثابت ہوگی۔ کسی دوسرے کی بکری مار ڈالنا حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے دوسرا حکم یعنی میت کی حرمت ضرور ثابت ہوگی۔ تو اگر کسی نے زنا کیا تو اس پر حرمت مصاہرت ضرور ثابت ہونی چاہئے۔ رہ گیا معمہ تو اس کا حل یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا فاسد ہو جاتا ہے اور نکاح فاسد سے اگرچہ وطی حرام ہے لیکن اولاد ثابت النسب مستحق ارث ہوں گی اور نکاح فاسد سے زوجین کے درمیان جیسے وطی ناجائز اسی طرح ارث بھی ناجائز اپنے حل معمہ کے ان دونوں اجزاء پر استدلال فرمایا۔ درمختار میں ہے۔

"بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر

الا بعد المتارکة والقضاء العدة والوطء بھا لا یکون زنا۔"

بلکہ امام محمد نے فرمایا — "ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاھرة والرضاع بل یفسد[1]" — اسی طرح اور عبارتیں ردالمحتار اور بزازیہ وغیرہ کی نقل فرمائیں۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج۵ جزر ۲ ص ۳۶، ۳۸۔

ندرت اِستنباط

کتاب و سنّت کے صریح جملوں سے مسائل کا استنباط کرنا بھی اہمیت سے خالی نہیں ہے کہ یہ کام بھی ناسخ و منسوخ اور دلائل کی ترجیح و تطبیق، اصول شرعیہ کی بھرپور رعایت کے بغیر ممکن نہیں پھر بھی اس قسم کے واضح الدلالات کلام سے کسی نتیجہ تک پہنچنے میں فقیہ کا جوہر نہیں کھلتا۔ فقیہ کی شان تفقہ وہیں ظاہر ہوتی ہے جہاں شارع نے اپنی مراد اشارات و کنایات و دیگر حجابات کلام کے سبب عام دسترس سے محفوظ کر دی ہے۔ پھر جیسے جیسے یہ حجابات دبیز ہوتے ہیں ویسے ہی فقیہ کی قوت نگاہ اور تعمق نظر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں تمام فقہائے عالم کے درمیان امام ابو حنیفہ اور ان کے متبعین کو امتیاز خاص حاصل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں "الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ"[1] اعلیٰ حضرت نے بھی فقہ ابو حنیفہ سے اکتساب فیض کر کے اس میدان میں اپنی شہسواری کا لوہا منوالیا معاصرین و اقران تو الگ رہے امام کمال الدین ابن ہمام[2] کے بعد اعلیٰ حضرت کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ ایک فقیہ کی دقیق نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں آپ احکام کی زلف ژولیدہ سلجھانے میں یکتا ہیں وہیں کتاب و سنّت کے رموز و اسرار اور جواہر مکنونہ کے کھولنے میں بھی نرالی شان کے حامل ہیں آپ کے فتاوٰی میں ہزاروں مقامات آپ کی دقت نظر، ندرت استنباط اور حق درک پر شاہد عدل ہیں ذیل میں اعلیٰ حضرت کے حق استنباط اور ندرت تخریج کی چند نظیریں بطور نمونہ پیش ہیں۔

---

[1] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۸۰ ۔ [2] المتوفی ۸۶۱ھ تاریخ علم فقہ ص ۱۶۱۔

(۱)

محرمات کے بیان میں قرآن عظیم نے جن چودہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں بہنوں سے کبھی نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے[1] اجماع اُمت ہے کہ ان بہنوں سے مراد وہ بہنیں ہیں جو ماں یا باپ یا دونوں رشتوں سے بہن ہوں لیکن اس مُراد پر بہ ظاہر قرآن عظیم کی کوئی دوسری آیت دلالت نہیں کرتی کہ عامۃ المؤمنین کے لئے چچازاد یا خالہ زاد اور پھوپھی زاد بہنیں جائز ہیں اعلیٰ حضرت نے ایک آیت پیش فرمائی —
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ[2] مگر یہاں شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس لئے یہ حکم بھی شاید انھیں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اب دوسری آیت سے اس حکم کو اس طور پر ثابت فرمایا کہ حکم میں تعمیم ہوجائے اور احتمال خصوصیت ختم ہوجائے حضرت زینب جو حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں اتباع وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا نکاح کے بعد سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا[3]

آیۂ کریمہ میں اس نکاح کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مسلمانوں پر تنگ نہ رہے لہٰذا

---

[1] حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ -
پارہ ۴ رکوع ۱۵۔ [2] پارہ ۲۲، رکوع ۲۔ [3] قرآن کریم پارہ ۲۲ رکوع ۱، آیت ۳۶۔

ثابت ہوا کہ اوپر والی آیت میں خطاب عام ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ۔[۱]

(۲)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے بعد بعض لوگ صلعم، عم، عہ، ص لکھ دیتے ہیں اعلیٰ حضرت نے اسے ناجائز لکھا ہے۔ ایک سطحی نگاہ والا یہ سمجھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس قسم کی باتیں اپنے مزاج سے مجبور ہو کر کہہ گذرتے ہیں لیکن جس کو ذرا بھی بصیرت ملی ہوگی وہ آپ کو کتاب وسنت کے متعین کردہ حدود سے سرمو متجاوز نہ پائے گا جہاں آپ دلائل کے بوجھ سے اپنے قاری کو اعتراف حقیقت پر مجبور کر دیتے ہیں وہیں مسائل کے اخذ واستنباط میں وہ انفرادیت حاصل ہے کہ یہی ایک کمال آپ کا تفقہ منوانے کے لئے کافی ہے چنانچہ اس مسئلہ میں آپ نے پہلے متقدمین فقہاء کے چند اقوال نقل فرمائے ہیں پھر اپنی طرف سے ایک نفیس استدلال بطور استنباط اس طرح قائم فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔[۲]

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ حکم بطور وجوب ہے یا بطور استحباب مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ حکم نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بولنے، لکھنے یا سننے کے بعد زبان وقلم سے بجا لانا چاہئے۔ اب اسے بدل کر صلعم، عم، عہ، ص جیسے مہمل و بے معنی لفظ لکھنا یا بولنا حکم میں تبدیلی ہے یا نہیں؟ یقیناً درود شریف کے بدلے اَلَم غَلَم بکنا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

---

[۱] فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح ج ۵ جزو ۲ ص ۷۶ ۔ [۲] فتاویٰ افریقہ ص ۴۵ مسئلہ ۴۵ ۔

عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ [۱]

بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ "حطۃ" کہتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوں انھوں نے اس کے بدلے "حنطۃ" کہا۔ یہ لفظ بامعنی تھا اور ایک نعمتِ الٰہی کا ذکر تھا اس کے باوجود وہ مستحق عذاب ہوئے تو یہ مہمل الفاظ درود کے بدلے بولنا۔ لکھنا بدرجۂ اولیٰ سبب عذاب ہے۔ [۲]

آیت کریمہ سے یہ نفیس استنباط اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا نشان ہے

(۳)

مسجدوں میں سلام کے بعد کچھ دیر ائمۂ مساجد ذکر و اذکار کر کے دُعا مانگتے ہیں اس کے بعد مقتدی اُٹھتے ہیں اس سے پہلے کوئی اُٹھ جائے تو اُسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ سلام کے بعد مقتدی کو مسجد سے نکلنے کی شرع نے اجازت دی ہے قرآن مجید میں ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ [۳]

کیا عوام کی یہ ناپسندیدگی درست ہے؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ عوام کی یہ ناپسندیدگی شرع کے مطابق ہے۔ استنباط حکم اس آیت سے فرماتے ہیں۔ "وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا [۴]

آیت کے اس عموم سے استنباط کی یہ ندرت اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

(۴)

ولی کے ساتھ یا اس کی اجازت سے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد اس کی تکرار ممنوع ہونے پر ایک نفیس استنباط فرمایا۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں کہ مسلمانوں کا حق مسلمانوں

---

[۱] قرآن پاک پارہ ۱ رکوع ۵ آیت ۱۔ [۲] فتاویٰ افریقہ ص ۴۵۔ [۳] قرآن پاک پارہ ۲۸ رکوع ۱۱۔ آیت ۹۔ [۴] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص

پر جنازے میں شرکت کرنا ہے۔ اسی طرح صحاح ستہ کی کئی کتابوں میں متعدد صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث ملتی ہے کہ صالح مسلمان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کس کا حق ہو سکتا ہے اور ان کی نماز جنازہ سے بڑھ کر ہماری بخشش کے لئے کون سی نماز ہو سکتی ہے اس کے باوجود عہد صحابہ سے لے کر آج تک کسی بھی فقیہ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ بعد دفن نہ پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ تکرار جنازہ جائز نہیں البتہ یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہونے کے لئے لاش کی سلامتی کا گمان ضروری ہے اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ و تابعین نے قبر رسول پر اسی شبہہ کی وجہ سے نماز نہ پڑھی ہو۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اقدس کے متعلق معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال ہی نہیں کہ اس کی سد رمق پر کوئی آنچ آئے مسند احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں صریح حدیث موجود ہے۔

"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" [۲]

اعلیٰ حضرت کا یہ استنباط نہایت نفیس اور خود ان کی دریافت ہے ساتھ ہی اس استدلال میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تکرار جنازہ ناجائز ہونا اجماع اُمت کے مرتبہ میں ہے۔

---

[۱] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص۔ [۲] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۵۔

کثرت استدلال

احکام شرعیہ کا استنباط و استخراج چار قسم کے دلائل سے ہوتا ہے۔ بے دلیل کسی حکم کا شرع میں اعتبار نہیں۔ سب سے پہلے کتاب وسنّت کو مدار حکم قرار دیا گیا ہے اس کے بعد علی الترتیب اجماع و قیاس کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ان دلائل سے مسائل کا استنباط ہر ایک کا کام نہیں۔ بلکہ صرف ایک نکتہ رس فقیہ ہی کا یہ منصب ہے کہ وہ دلائل اربعہ سے احکام اور ان کے قواعد و ضوابط اخذ کرسکتا ہے اسی لئے علم فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے۔

"ھو العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیہ[1]۔"

لہٰذا ایک فقیہ کے لئے ہر ہر مسئلہ میں مکمل اور مفصل دلائل پر واقف ہونا اساس فقہ ہے اگر دلائل کی قوت اور ندرت استدلال فقیہ کی بصیرت پر روشن دلیل ہیں تو دلائل کی کثرت اس کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا واضح نشان ہے۔ دلائل ہی سے ایک فقیہ کی شان تفقہ ظاہر ہوتی ہے اور دلائل ہی سے اس کی رفعت مراتب نمایاں ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے جب ہم اعلیٰ حضرت کے فتاوے پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو آپ کتاب وسنّت سے استنباط کرنے میں ایک صاحب بصیرت فقیہ نظر آتے ہیں دلائل کی کثرت آپ کے فتاوے میں اس حد تک ہے کہ ادھر کئی سو سال کے فقہاء کے درمیان یکتا و یگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں دلائل کی بہتات دیکھنے کے بعد مذہب حنفیت کی قوت واضح ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی اس اعتراض کی حیثیت ظاہر ہوجاتی ہے کہ علمائے

---

[1] التوضیح والتلویح ص ۳۴۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

حنفیہ زیادہ تر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

آپ کے اکثر فتاوے کئی صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں بلکہ الگ الگ سیکڑوں مسائل پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں فتوے کی یہ وسعت صرف دلائل کی کثرت اور بار علم کی بنیاد پر ہیں نمونہ کے طور پر ہم چند فتووں کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱)

اوقات صلوٰۃ کی پابندی لازم ہے اور جمع بین الصلوٰتین ناجائز ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت نے کثیر دلیلیں جمع فرمائیں۔ قرآن مجید کی سات صریح آیتوں سے اوقات صلوٰۃ کی محافظت اور التزام کو ثابت فرمایا ہے۔ پابندی اوقات کا حکم جن سات سورتوں سے فرمایا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مؤمنون (۶) معارج۔ (۷) ماعون (۱) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۳) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۴) فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (۵) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۶) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (۷) اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ [1] [2]

۳۶ حدیثیں متداول اور مشہور کتب احادیث سے پیش فرمائے اور ہر ایک کی تخریج کا حوالہ بھی لکھا ہے۔ ان حدیثوں میں وقت کی حفاظت کا حکم ہے اور وقت ٹالنے پر وعیدیں وارد ہیں ان حدیثوں میں عذر اور بے عذر کا فرق نہیں

[1] حاجز البحرین ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱، ۱۲۔

کیا گیا ہے۔

حدیث ۱

امام احمد بہ سند صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ سے راوی۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حافظ علی الصلوٰت الخمس رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن وعلم انہ حق من عند اللہ دخل الجنۃ او قال وجبت لہ الجنۃ او قال حرم علی النار[1]۔

حدیث ۲

ابوداؤد سنن اور طبرانی معجم میں بہ سند جید ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے راوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنۃ من حافظ علی الصلوٰت الخمس علی وضوءھن ورکوعھن وسجودھن ومواقیتھن۔ الحدیث[2]۔

حدیث ۳

امام مالک وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خمس صلوٰت افترضھن اللہ تعالیٰ من احسن وضوءھن وصلی ھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن کان لہ علی اللہ عھد ان یغفرلہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عھد ان شاء غفرلہ وان شاء عذبہ۔[3]

حدیث ۴

ابوداؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ ابن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۳ [2] حاجز البحرین ص ۱۴ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۴۔

انی فرضت علی امتك خمس صلوٰت وعھدت عندی عھدًا انه من جاء یحافظ علیھن لوقتھن ادخلته الجنة و من لم یحافظ علیھن فلا عھد له عندی[1]

حدیث ۵

داری حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد فرماتا ہے۔ من صلی الصلوٰۃ لوقتھا فاقام حدھا کان له علی عھد ادخله الجنة ومن لم یصل الصلوٰۃ لوقتھا ولم یقم حدھا لم یکن له عندی عھد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة۔[2]

حدیث ۶

طبرانی بہ سند صالح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا۔ جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔ وعزتی وجلالی لا یصلیھا احد لوقتھا الا ادخلته الجنة من صلٰھا لغیر وقتھا ان شئت رحمته وان شئت عذبته۔[3]

حدیث ۷

طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلی الصلوٰۃ لوقتھا واسبغ لھا وضوءھا واتم لھا قیامھا وخشوعھا ورکوعھا وسجودھا خرجت وھی بیضاء مسفرۃ تقول حفظك اللہ کما حفظتنی ومن صلٰھا لغیر وقتھا ولم یسبغ لھا وضوءھا ولم یتم خشوعھا ولا رکوعھا ولا سجودھا خرجت سوداء مظلمة تقول ضیعك اللہ کما ضیعتنی

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۴۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۵۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۵۔

حتیٰ اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بھا وجھہ[1]

حدیث ۸

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور دارمی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ــ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ قال الصلوٰۃ علیٰ وقتھا۔[2]

حدیث ۹

ابو داؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ عنہ سے راوی۔ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوٰت الخمس۔[3]

حدیث ۱۰

بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــ قال جاء رجل فقال یارسول اللہ ای شیٔ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلوٰۃ لوقتھا ومن ترک الصلوٰۃ فلا دین لہ والصلوٰۃ عماد الدین[4]

حدیث ۱۱

طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــ ثلث من حفظھن فھو ولی حقا ومن ضیعھن فھو عدو حقا الصلوٰۃ والصیام والجنابۃ۔[5]

حدیث ۱۲

امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی ــ ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عمالہ ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظھا وحافظ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۶۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۶۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۶۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۱۷۔ [5] حاجز البحرین ص ۱۱۷۔

علیھا حفظ دینه ومن ضیعھا فھو ما سواھا اضیع۔ الحدیث۔ [۱]

حدیث ۱۳

بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک اور امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابومحمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبرئیل نے بعد تعیین اوقات عرض کی۔ بھذا امرت اسی کا حکم حضور کو دیا گیا ہے ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں — عن ابی شھاب انه سمع عروة بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرة ابن شعبة اخر الصلوٰة فدخل علیه ابومسعود فقال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال ھکذا امرت [۲]

حدیث ۱۴

دارقطنی وطبرانی وابوعمر ابن عبدالبر ابومسعود وبشیر ابن ابی مسعود دونوں صحابیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے راوی حضرت جبرئیل نے عرض کی — مابین ھذین وقت یعنی امس والیوم [۳]

حدیث ۱۵

ابوداؤد ترمذی شافعی طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبرئیل نے عرض کی — الوقت مابین ھذین الوقتین۔ [۴]

حدیث ۱۶

نسائی وطحاوی وحاکم وبزاز ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور

---

[۱] حاجز البحرین ص ۱۱۶، [۲] حاجز البحرین ص ۱۱۸ [۳] حاجز البحرین ص ۱۱۸ [۴] حاجز البحرین ص ۱۱۸۔ [۵] حاجز البحرین ص ۱۱۸

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے عرض کی۔ الصلوٰۃ بین صلوٰتک امس وصلاتک الیوم ثم قال مابین ھٰذین وقت[1]۔

حدیث ۱۷

نسائی واحمد واسحٰق وابن حبان وحاکم جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے گذارش کی۔ مابین ھاتین الصلوٰتین وقت۔[2]

حدیث ۱۸

طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے عرض کی ـــــ الصلوٰۃ فیما بین ھٰذین الوقتین۔[3]

حدیث ۱۹

مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ وقت صلاتکم بین ما رأیتم[4]

حدیث ۲۰

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ابان، طحاوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الوقت بین ھٰذین[5]۔

حدیث ۲۱

طحاوی بہ طریق عطاء ابن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر ابن عبداللہ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۰ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۹ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۹ [4] حاجز البحرین ص ۱۱۹۔ [5] حاجز البحرین ص ۱۱۹۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ ابن ابان بلفظ عن عطا ر ابن ابی رباح۔ قال بلغنی ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ ما بین صلاتی فی ھذین الوقتین وقت کلہ [1]

حدیث ۲۲

مالک و نسائی و بزار حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ مابین ھذین وقت [2]

حدیث ۲۳

مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، احمد، دارمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا قال قلت ما تأمرنی قال صلی الصلوٰۃ لوقتھا [3]

حدیث ۲۴

احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ بہ سند صحیح عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ ستکون علیکم بعدی امراء یشغلھم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلوٰۃ لوقتھا [4]

حدیث ۲۵

ابو داؤد حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــــ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلوٰۃ لغیر میقاتھا قلت فما تأمرنی اذا ادرکنی ذالک یا رسول اللہ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۹۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۲۰۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۲۰۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۲۰۔

قال صل الصلوۃ لمیقاتہا واجعل صلوتک معھم سبحۃ۔[1]

حدیث ۲۶

مسلم، ابوداؤد، نسائی و عیسٰی ابن ابان حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ وقت الظھر مالم یحضر العصر و وقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق۔[2]

حدیث ۲۷

ترمذی و طحاوی بہ سند صحیح بہ طریق محمد ابن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ــــ ان للصلوۃ اولا و اٰخرا وان اول وقت صلوۃ الظھر حین تزول الشمس واٰخر وقتہا حین یدخل وقت العصر وفیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان اٰخر وقتہا حین یغیب الشفق۔[3]

حدیث ۲۸

مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و طحاوی و ابن حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان یؤخر صلوۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخرٰی۔[4]

حدیث ۲۹

بزاز و محی السنہ بغوی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ــــ قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۲۰۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۲۲، ۱۲۱۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۲۲۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۲۲

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ہ قال هو الذین یأخرون الصلوٰة عن وقتها[1]

حدیث ۳۰

امام ابن ابان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ قال وقت الظهر الی العصر و وقت العصر الی المغرب و وقت المغرب الی العشاء والعشاء الی الفجر۔[2]

حدیث ۳۱

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا — ما هو التفریط فی الصلوٰة؟ فرمایا ان تام حتّٰی یجیٔ وقت الاخری۔[3]

حدیث ۳۲

نیز اسی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی — قال لا تفوت صلاة حتی یجیٔ وقت الاخری۔[4]

حدیث ۳۳

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابو داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بہ طرق عدیدہ والفاظ مجملہ و مفصلہ و مختصرہ و مطولہ راوی — وهذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص ابن غیاث حدثنا ابی حدثنا الاعمش حدثنی عمارة عن عبدالرحمن عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاة لغیر میقاتها الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتها۔ ولمسلم — حدثنا یحییٰ ابن یحییٰ وابو بکر ابن ابی شیبہ وابو کریب جمیعا عن ابی معاویة قال یحییٰ اخبرنا ابو معاویة عن الاعمش عن عمارة عن عبدالرحمن بن یزید عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۲۲ — [2] ایضاً ص ۱۲۲ [3] ایضاً ص ۱۲۳ [4] ایضاً ۱۲۳۔

زسلم صلی صلوٰۃ الا لمیقاتھا الا صلوٰتین صلوٰۃ المغرب والعشاء وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا و حدثناہ عثمان بن ابی شیبہ واسحاق ابن ابراھیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتھا بغلس۔ ؎۱

حدیث ۳۴

سنن ابی داؤد میں ہے — حدثنا قتیبۃ حدثنا عبداللہ ابن نافع عن ابی مودود عن سلیمان ابن ابی یحیٰی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرۃ۔ ؎۲

حدیث ۳۵

مؤطا امام محمد میں ہے — قال محمد بلغنا عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلوٰۃ ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر۔ ؎۳

حدیث ۳۶

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسیٰ ابن ابان میں بروایت فرماتے ہیں — اخبرنا اسمٰعیل بن ابراھیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید ابن ھلال عن ابی قتادۃ العدوی قال سمعت قرأۃ کتاب عمر ابن الخطاب ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنھبہ۔ ؎۴

(۲)

نماز میں عمامہ کی فضیلت سے متعلق محدث سورتی علیہ الرحمہ نے ایک استفتار فرمایا تو آپ نے چالیس احادیث عمامہ کی فضیلت میں پیش کی اور تمام حدیثوں

؎۱ حاجز البحرین ص ۱۳۱ ؎۲ حاجز البحرین ص ۱۳۲ ؎۳ حاجز البحرین ص ۱۳۳ ؎۴ حاجز البحرین ص ۱۳۴

کی تخاریج بھی التزام کے ساتھ پیش فرمایا ــــــ اس کے علاوہ محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جامع الرموز کے حوالہ سے ایک حدیث کا متن نقل کرکے اس حدیث کے موضوع یا ضعیف ہونے سے متعلق اور اس کی تخریجی حوالہ سے متعلق سوال کیا تو مزید آپ نے تحقیق فرمائی اور حدیث مذکور کو ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالہ سے عبداللہ ابن عمر سے مروی ہونا نقل کیا اور امام جلال الدین سیوطی سے اس حدیث کی تقویت نقل کی پھر اس کے رجال پر بھی گفتگو فرمائی۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع و ضعف کا حکم لگایا تھا اس کا مدلل جواب دیا۔

عمامہ کی فضیلت میں جن احادیث کو پیش فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــــ فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

(۲) و (۳) قضاعی شہاب میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولیٰ علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــــ العمائم تیجان العرب۔

(۴) مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــــ العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم و فی لفظ وضع اللہ۔

(۵) ابن عدی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــــ ایتو المساجد حرام معصبین فان العمائم تیجان المسلمین۔

(۶) طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اعتموا تزدادوا حلما۔

(۷) ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ___ اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب۔

(۸) دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ العمائم وقار المؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمائمھا وضعت عزھا۔

(۹) رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ___ لا تزال امتی علی الفطرۃ مالبسوا العمائم علی القلانس۔

(۱۰) ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ___ ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان۔

(۱۱) دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ھکذا ما عتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین۔

(۱۲) ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ھکذا تکون تیجان الملئکۃ۔

(١٣) و (١٤) طبرانی کبیر میں عبداللہ ابن عمر اور بیہقی شعب عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوالھا خلف ظھورکم۔

(١٥) ابو عبداللہ محمد ابن وضاع فصل لباس العمائم میں خالد ابن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ——— ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب۔ الحدیث۔

(١٦) بیہقی شعب الایمان میں خالد ابن معدان سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم۔

(١٧) معجم کبیر طبرانی میں ہے۔ حدثنا محمد ابن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء ابن عمرو الحنفی حدثنا ایوب ابن مدرک عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔

(١٨) دیلمی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ——— الصلوٰۃ فی العمائم تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ۔

(١٩) رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ——— العمائم تیجان العرب ما علموا تزدادوا حلماً ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حطھا خطیئۃ۔

(٢٠) مسند الفردوس میں جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سے مروی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ——— رکعتان بعمامۃ خیرٌ من سبعین رکعۃ بلا عمامہ۔

رہی حدیث مذکور سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بہ طرق عدیدہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس ابن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسنین بن اسحق العجلی حدثنا اسحق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس ابن کثیر القرشی حدثنا یزید ابن ابی حبیب عن میمون ابن مھران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرک بحدیث تحبہ وتحملہ عنی وتحدث بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنھما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العامۃ قلت بلی قال احبھا تکرم ولا یراک الشیطان الا ولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ ای نبی اعتم فان الملئکۃ یشھدون یوم الجمعۃ معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ــــ ترکت القشر واخذت اللباب وصنتہ عما تفرد بہ وضاع اوکذاب۔ اما ابن النجار فاخرجہ من طریق محمد بن مھدی المروزی انبأنا ابو بشیر ابن سیار الرقی حدثنا العباس ابن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مھدی بن میمون دخلت علی سالم ابن عبد اللہ ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہم وھو یتیم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثك بحدیث تحبہ وتحملہ وترویہ فذکر مثلہ وقال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع و لم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابوالبشر بن سیار فلم یذکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مھدی المروزی و لا مھدی ابن میمون الراوی لھذا الحدیث من سالم ولیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین ولا ادری ممن الآفۃ اھ[1]

③

نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ثبوت طلب کیا گیا اور جو لوگ اسے بدعت بتاتے ہیں ان کی رائے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ثبوت میں ایک آیت اور حدیث کی متداول کتب سے دس حدیثیں تخریج فرمائیں جب کہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی سے یہی سوال کیا گیا تھا تو آپ نے صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا اور فرقہ اہل حدیث کے مسلم الثبوت محدّث مولوی محمد نذیر حسین نے بھی اس موضوع پر صرف ایک ہی حدیث لکھی تھی۔

قال اللہ عز وجل فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ قول اصح در تفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز ونصب نصب در دعا است یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دعا جہد ومشقت نما وبسوئے پروردگار خود بزاری وتضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلوۃ فانصب انصب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع۔ ہم در خطبہ اوست ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹۔

المحلی علیٰ نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك التطويل بذكر اقوال غير مرضيه اھ ملخصًا ــــ علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید۔ ھو الصحیح فقد اختصر علیه الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال۔

حدیث اوّل۔

مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزاز، طبرانی وابن السنی برہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولائے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند ــــ قال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا انصرف من صلاته استغفر ثلثا قال اللّٰهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

مگر ایں حدیث در صحاح مشہور ومتداول نیست یا از خُدا طلب مغفرت و سوال سلامت دُعا نہ باشد آرے جہل بلائیست ومہل وچوں مرکب شود دوائے نہ دارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔

حدیث دوم وسوم وچہارم

بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابوبکر بن السنی وابوالقاسم وطبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبزار وطبرانی از عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونیز بزار از جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند ــــ وھذا حدیث المغیرہ واللفظ للنسائی قال کتب معاویة الی مغیرة ابن شعبه اخبرنی بشیٔ سمعت من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا قضی الصلٰوة قال لا اله الا الله وحده لاشریك له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد۔

اللھم لا مانع لما اعطیت الخ اگر دعا نسبت آخر چیست؟ بلکہ له الحمد خود بہترین

دعا راست - ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول بہ تحسین و آخر بہ تصحیح از جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آوردند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ -

حدیث پنجم -

در سنن نسائی از عطار ابن ابی مروان از پدرش مروی است ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق البحر لموسی انا لنجد فی التورٰۃ ان داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا انصرف حتی صلوٰتہ قال اللّٰھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشا اللّٰھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بعفوك من نقمتك واعوذ بك منك لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجد قال وحدثنی کعب ان صھیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من الصلوٰۃ -

حدیث ششم -

در صحیح مسلم از براء ابن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت است گفت - کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعت یقول رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك

حدیث ہفتم -

بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغ من صلوٰتہ مسح بیمینہ علیٰ راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن -

طرفہ تر آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک احادیث و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحیٰ صاحب لکھنوی را ہمیں در ثبوت دُعا، بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا، بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمۂ دین خدا را بجوئے نشمردند و فقہ و فقہار را دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد و حدیثے مجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر ایں کس افزود و فتوائے اینست۔

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دُعا، بعد نماز چنانکہ معمول ائمۂ دیار است ہرچند فقہا، مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین و دُعا، نیز وارد دریں خصوص حدیثے وارد است یا نہ بینوا توجروا۔

ھو المصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد است حافظ ابوبکر احمد ابن محمد بن اسحٰق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ، می نویسد۔ حدثنی احمد ابن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عن الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیہ خائبین واللہ تعالیٰ اعلم[1]۔

حاصل این حدیث کہ حدیث ہشتم باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت را دُعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود را

---

[1] ابو الحسنات محمد عبد الحیٰ۔

برداشتہ ایں دعا کند بر حضرت حق جل وعلا حق باشد دستہائے او را نومید باز نہ گرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود بہ بیند می سراید الجواب صحیح و نویدہ ما رواہ ابو بکر ابن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ و دعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما لا یخفی عن العلماء الاذکیاء۔[1]

حدیث دہم۔

امام احمد در مسند ونسائی در مجتبیٰ وابن حبان در صحیح از حارث ابن مسلم و ابو داؤد در سنن از پدرش مسلم ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو الصواب کما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب۔ روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرا او را فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم احدا من الناس اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (سبع مرات) فانك ان مت من یومك ذلك کتب اللہ لك جوارا من النار۔[2]

(۴)

نماز جنازہ دوبارہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں اعلیٰ حضرت نے اس سوال کی تنقیح فرمائی کہ پہلی نماز جنازہ ولی کی اجازت سے ہوئی ہے یا بغیر اجازت کے اور اگر بغیر اس کی اجازت کے ہوئی تو کیا اس نے اس نماز میں شرکت کی ہے یا نہیں۔ تو اگر بغیر اجازت ولی کے نماز ہوئی اور اس نے جماعت میں شرکت بھی نہ کی تو دوبارہ اس ولی کے لئے جائز ہے ورنہ ناجائز۔ او، ولی کے علاوہ اگر سلطان یا

---

[1] سید محمد نذیر حسین [2] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵۔

امام جامع یا امام محلہ نے پڑھ لی تو ولی کو بھی حق اعادہ نہیں ہے اس کے ثبوت میں فقہ کی متداول کتابوں سے آپ نے دو سو سات حوالے اور عبارتیں پیش فرمائیں۔

نوع اول۔ نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے تکرارھا غیر مشروع (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے تکرار الصلاۃ علی میت واحد غیر مشروع (۳) امام الاجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ باب فتاوی الشافعی وحدہ ومابہ قال وقلنا ضدہ وجائز فی فعلھا التکرار وفی القبور یدخل الاوتار۔ (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاویٰ عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے لا یصلی علی میت الامرۃ واحدۃ (۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں سقوط فرضھا بواحد فلوا عادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ (۸) مبسوط امام الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ البحرالرائق میں ہے لا تعاد الصلاۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھوالذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ۔

نوع دوم۔ دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔

(۱۱) ھدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی۔ (۱۳) تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوھرۃ نیرۃ شرح مختصرالقدوری (۱۵) دررشرح غرر (۱۶) بحرالرائق شرح الکنز العلامہ زین (۱۷) مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر (۱۸) متخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے الفرض یتأدی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع زاد فی التبیین ولھذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ ـــ کافی کے الفاظ یہ ہیں حق المیت یتأدی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلاۃ الاولیٰ فلم فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا

وزاد غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ۔ (۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے التنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع (۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں المذھب عند اصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع (۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں لو صلوا الزمہ التنفل بصلاۃ الجنازۃ وذا غیر مشروع — ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔

نوع سوم ۔ یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا۔ ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوگی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبیٰ (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر۔ (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے بعضھم یزید علی بعض والنظم للدرر امّ بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃٌ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد ۔ محیط اور بحر الرائق کے لفظ یہ ہیں لو کان الامام علی طھارۃ والقوم علی غیرھا لا تعاد لان صلاۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلاۃ وانہ لا تجوز۔ شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز۔

نوع چہارم ۔ جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقا للامام صدر الشریعہ (۴۶) غرر للعلامہ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے واللفظ لمتن العلامہ ابراھیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلاۃ الولی۔ امام ابن ہمام کے الفاظ یوں ہیں ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔ یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا لا یصلی احد علیھم بعدہ وان صلی ولی وحدہ ۔ حلیہ کی عبارت یہ ہے قال علماءنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذالک لا تشرع الصلوۃ علیہ ثانیۃ لغیرہ۔ (۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ھدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی ابن عبد الجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی الامام ناصر الدین ابی القاسم ولمدنی سمرقندی (۵۶) شرح الکنز العلامہ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامہ شیخ زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراھیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔ غنیہ کے لفظ یہ ہیں۔ عدم جواز صلوۃ غیر الولی بعدہ مذھبا (۶۲) مستصفی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔ لو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ

نوع پنجم ۔ کچھ ولی کی خصوصیت نہیں۔ حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا مسجد محلہ سب کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا۔ وکذا بعد

امام الحی وبعد کل من یقدم علی الولی (۶۵) فاتح شرح مقدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبی علی صدر الشریعہ (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے۔ تخصیص الولی لیس لانہ لوصلی السلطان اوغیرہ ممن ھو اولی من الولی لیس لاحد انہ یصلی بعدہ (۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے۔ اذا منعت الاعادۃ بصلوٰۃ الولی فبصلاۃ من ھو مقدم علی الولی اولی (۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے۔ لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلاۃ الولی والاحق۔

نوع ششم ۔ ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کرسکتے ہیں اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا ہے۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ لعلامہ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمن الرومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامہ شرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وھبان للعلامہ ابن الشحنہ (۷۹) طحاوی علی الدر میں ہے واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی (۸۰) فتح القدیر میں ہے وکذا قلنا لو بشرع لمن صلی مرۃ التکریر (۸۱) شامی علی الدر میں ہے لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق۔

نوع ہفتم ۔ جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریک نماز ہوا یا کوئی اجنبی بے اذن ولی خود ہی بڑھ گیا مگر ولی شریک نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے ان اذن الولی لغیرہ فصلی لاتجوز لہ الاعادۃ (۸۳) بحر میں ہے اذن لغیرہ بالصلاۃ لاحق لہ فی الاعادۃ (۸۴) فتاویٰ امام قاضی خاں (۸۵) فتاوی ظہیریہ (۸۶) فتاوی الوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوی عتابیہ (۹۰) فتاوی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ھدایہ۔

(۹۲) نہایہ اول شرح ھدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے۔ واللفظ للعنایہ عن الولوالجی وللشلبی عن النھایہ عن الولوالجی والظھیریہ والتجنیس وللبحر عنھم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لا یعید لانہ صلی مرۃ ——

نوع ہشتم ۔یوں ہی اگر سلطان و غیر ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یاخود نہ پڑھیں ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں (۱۰۲) تا (۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتب مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح العین میں ہے۔ امامن ذکرنا لفظھم انفا فبالفاظ متفقۃ والباقون بمعانی متقاربۃ وھذا لفظ الخانیہ ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی او والی مصر وامامہ فیہ لیس للولی ان یعید فی ظاھر الروایہ زاد الذین سقناہ لفظھم ولانہ اولی بالصلاۃ منہ (۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے۔ لوصلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لا یکون لہ حق بالاعادۃ کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں۔ امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے (۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔ لوصلی امام المسجد الجامع لا تعاد (۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی۔ **تنبیہ** امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور درمختار میں مجتبیٰ وشرح المجمع لمصنفہ سے نقل

فرمائی۔ حلیہ میں اسی عتابی سے بہ حوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبیٰ نقل کرکے فرمایا وھو احسن اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا (۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتیین میں ہے۔ واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلاۃ الاولی باذن القاضی او الوالی لا تعاد۔

نوع نہم۔

اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اس سے اولیٰ ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور ان کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک اختیار اعادہ انھیں ہے وھو مجمل ما فی الدرر عن المجتبی فی النھایہ والجوھرۃ ثم الھندیہ والطحطاوی ذ فی العنایہ والبرجندی عن النھایہ فی الفاتح شرح القدوری و فی ابی سعید علی الدرر عن المجتبیٰ وغیرہ ــــــ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی کسی کو اختیار اعادہ نہیں۔ معراج الدرایہ میں اس کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون وظاہراً من حیث الدلیل اقوی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا۔ ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ وتکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں (۱۳۶) غایۃ البیان شرح ہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا بسلطان ولا لغیرہ (۱۳۷) صغیری میں ہے ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ (۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ (۱۳۹) و (۱۴۰) السعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوۃ الولی وبہ جزم

فی السراج وغایۃ البیان والنافع (۱۴۱) مستصفی للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ (۱۴۳) و (۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لاو یدل علی ھذا قول الھدایہ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد مشعل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع لیس للسلطان الاعادۃ ثم ایدہ روایۃ المنافع الخ ملخصا — (۱۴۵) بحرالرائق میں ہے صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادہ -

نوع دہم-

حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جُنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے شریک ہوجائے کہ ہوچکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نماز عید- و لہٰذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کرسکے گا کہ اجازت دے کر اختیار اعادہ نہ رہا یوں ہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا اور دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہیں (۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نورالایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے صح لخوف فوت الجنازہ (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے اللفظ للاصلاح الوقایہ ھو لمحدث وجنب وحائض ونفساء عجز وا عن الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی الخ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولٰی -- مرد ہو یا عورت جسے غسل کی حاجت

ہو اور اس میں نماز جنازہ نوت ہو جانے کا اندیشہ کریں ان کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اسے خوف فوت نہیں۔ مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں مایفوت لا الی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ (۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوی غیاثیہ میں ہے لا یجوز التیمم لمن ینتظر الناس فلو لم ینتظروا ہ اجزاہ۔ (۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے یعتبر الخوف بغلبۃ الظن (۱۶۲) امام اجل طحطاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔ قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوٰت علی الجنازۃ و فی صلوٰۃ العیدین لان ذلک اذا فات لم یقض۔ (۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے لانہ لا تقضی لیتحقق العجز۔ (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوی غیریہ میں انھا تفوت بلا خلف زاد البرجندی بالنسبۃ الی غیر الولی (۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ۔ صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانھما لا تقضیان فیتحقق العجز۔ (۱۷۰) عنایہ میں ہے کل مایفوت لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء و صلوٰۃ الجنازۃ عند ناکذلک لانھا لا تعاد (۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے صلوۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیھا (۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے والنظم للدرر ولو جنبا او حائضا اس کے لئے جنب اور حائض کو بھی تیمم روا اور یہ مسئلہ وقایہ اور اصلاح غرر سے واضح تر گذرا (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصہ (۱۸۷) فتاوی کبری (۱۸۸) فتاوی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتیین (۱۹۰) جامع المضرات

شرح قدوری (۱۹۱) فتاویٰ ہندیہ (۹۲) فتح القدیر (۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذالک التیمم الخ قال فی الدر بہ یفتی الخ قال فی المضرات والجواھر والھندیہ علیہ الفتویٰ (۱۹۵) برہان شرع مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامہ القدسی (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح افندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضیٰ لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعہ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما۔ (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) متخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی۔ واللفظ للفتح ترک الناس عن اخرھم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ ــــ حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج و غنیہ و امداد سے یوں ہیں ۔ والا یصلی علی قبرہ الشریف الیٰ یوم القیمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق و یتنعم بسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وقد اجتمعت الامۃ علی ترکھا۔ [1]

اس کے علاوہ ایک دوسرے فتووں میں چالیس عبارتوں سے اس مسئلہ کو ثابت کیا اور خاص اسی مسئلہ پر آپ نے حدیثوں سے بھی ثبوت فراہم کی ہیں۔

(۱) امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں ۔ ان صلی

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶۔

غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع لھذا رأینا الناس ترکوا عن آخرھم الصلاۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع۔

(۲) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ لو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ۔

(۳) امام اجل نسفی وافی اور اس کی شرح کافی میں فرماتے ہیں۔ لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولیٰ فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع مکن صلی علیہ مرۃ الخ۔

(۴) امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں۔ قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایتہ ذالک لا تشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیا لغیرہ۔

(۵) علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں۔ لا یصلی علیہ لئلا یؤدی الی تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد فانہ غیر مشروع۔

(۶) درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ الفرض یتادی بالاولیٰ والتنفل بھا غیر مشروع۔

(۷) درمختار و (۸) فتح اللہ المعین میں ہے لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع۔

(۹) مراقی الفلاح میں ہے لا یعید مع من لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بھا غیر مشروع۔ (۱۰) ایضاح و (۱۱) عالمگیریہ میں ہے لا یصلی

علی المیت الا شرۃ واحدۃ والتنفل بصلٰوۃ الجنازۃ غیر مشروع (۱۲) فتاوی امام قاضی خاں و (۱۳) ظہیریہ و (۱۴) شرح نقایہ برجندی و (۱۵) خلاصہ و (۱۶) لوالجیہ (۱۷) تجنیس (۱۸) واقعات (۱۹) بحرالرائق وغیرہ میں ہے۔ ان کان المصلی سلطانا والامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام الحیہ لیس للولی ان یعید (۲۰) شرح نقایہ علی قہستانی میں ہے۔ لا یصلی علی المیت الا مرۃ (۲۱) سراج وہاج (۲۲) بحرالرائق۔ (۲۳) ردالمحتار (۲۴) جامع الرموز (۲۵) جوہرہ نیرہ (۲۶) ہندیہ (۲۷) مجمع الانہر وغیرہا میں ہے۔ واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ — (۲۸) قدوری (۲۹) ہدایہ (۳۰) منیہ (۳۱) وقایہ (۳۲) نقایہ (۳۳) وافی (۳۴) کنز (۳۵) غرر (۳۶) اصلاح (۳۷) الملتقی (۳۸) تنویر (۳۹) نورالایضاح۔ ان بارہ متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایک بار ہوچکی فوت ہوگئی (۴۰) مختصر میں ہے۔ یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ خاف ان اشتغل بالوضوء فوت الصلاۃ۔

ہدایہ۔ تیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء وھو اشمل۔ منیہ۔ الصحیح فی المصر تیمم لصلاۃ الجنازہ اذا خاف الفوت الا الولی۔ وقایہ۔ ھو لمحدث وجنب و حائض و لم یقدروا علی الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ اصلاح۔ مثلہ وقال عجزا عن الماء۔ نقایہ۔ مایفوت لا الی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ اخیر الولی۔ کنز۔ صح لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ۔ تنویر۔ جاز لفوت الخ وافی۔ مثل الکنز۔ وزاد لم یکن ولیھا۔ غرر۔ جاز لمحدث وجنب و حائض عجزا عن الماء لخوف فوت صلٰوۃ الجنازہ۔ ملتقی۔ یجوز فی المصر لخوف

فوت صلوٰۃ الجنازہ - نور الایضاح - العذر المبیح للمقیم خوف فوت صلوٰۃ الجنازہ - ہدایہ و مجمع الانہر میں ہے لانہا لاتقضی فیحقق العجز - کافی امام نسفی میں ہے - صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لاالی بدل لانہا لاتقضیان فیتحقق العجز - مراقی الفلاح و برجندی میں ہے لانہا تفوت بلاخلف - فتاوٰی خیریہ میں ہے - لایجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لاالی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ -

ان سب عبارت کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے - برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامہ القدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار شامی میں ہے مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانہا لیست اقویٰ من فوات الجمعہ والوقتیہ مع عدم جوازہما - [1]

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۳۵، ۳۶، ۳۷ -

اقوال متبائنہ میں ترجیح

علمائے حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ مسواک قبل وضو سُنّت ہے یا وضو میں کلّی کرتے وقت۔ صاحب مبسوط اور کثیر العلماء مسواک کو وضو میں کُلّی کرتے وقت سنّت بتاتے ہیں امام ابن ہمام صاحب عنایہ وغیرہ نے اسی کو لیا ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ الاستیاك وقت المضمضۃ[1]۔ بحرالرائق اور شرح نقایہ میں اسی کو قولِ اکثر بتایا ہے۔ صاحب بدائع اور امام زیلعی نے قبل وضو، مسواک کو سنّت قرار دیا ہے۔ صاحب حلیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ اور ان کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کلی کے وقت مسواک کرنا بعض کا قول ہے۔ "ان یکون فی حالۃ المضمضۃ علی قول بعض المشائخ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکثر مشائخ کے نزدیک قبل وضو سنت ہے۔ امام ابن ہمام نے کلی کے وقت سنّت ہونے پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔

لولا ان اشق علی اُمتی لامرتھم بالسواک مع کل صلوٰۃ۔[2]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسواک وضو کے اندر سنّت ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ لفظ "عند کل وضوء" سے مسواک کا وضوء کے اندر ہونا تو کیا وضوء سے متصل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ "عند" عام ہے نیز حدیث مذکور میں وقت مضمضہ کا بھی ذکر نہیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام ابن ہمام کی تائید میں اپنی طرف سے تین حدیثیں اور پیش فرمائیں[3] اور ہر ایک کا محقق جواب دیا کہ ان احادیث سے مسئلہ پر واضح

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۴۸ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۵۱۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۵۵۔

روشنی نہیں پڑتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ درحقیقت مسواک قبل وضور ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ۲۵ صحابۂ کرام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضور کی کیفیت مروی ہے لیکن کسی میں مسواک کا ذکر نہیں ہے بلکہ وضوء اور مسواک سے متعلق صدہا احادیث سامنے ہیں کسی ایک حدیث صریح سے وضور کے اندر مسواک کا ہونا ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں خود صاحب بحر وغیرہ فرماتے ہیں کہ مسواک اگر سنّت وضور ہو تو اس میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ بسا اوقات مسوڑھوں سے خون جاری ہوجاتا ہے اگر شافعیہ کے نزدیک خون ناقض وضور نہیں ہے لیکن بالاجماع نجس تو ہے۔ اس استدلال سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوا کہ مسواک وضور میں کلّی کے وقت سنّت نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ اس سے پہلے کے افعال کا اعادہ لازم آجائے گا۔ کیونکہ خون نکلنا مظنون ہے۔ نیز مسلم شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم تسوك و توضأ ثم قام فصلی ——
جس سے اشارہ ملتا ہے کہ مسواک قبل وضور ہے۔ اور ابوذر نے حضرت عائشہ سے اس سے واضح روایت کی ہے ——ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرقد من اللیل ولا النہار فیستیقظ الا تسوك قبل ان یتوضأ۔ [1]

لہٰذا ترجیح یہی ہے کہ مسواک قبل وضور سنّت ہے۔

———

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۵۵

متعارض دلائل میں تطبیق

جمع بین الصلوتین سے بحث کرتے ہوئے جمع تاخیر کی دلیلوں کا ذکر آیا تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جو اس مسئلہ میں سب سے قوی دلیل ہے اس کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس حدیث کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر ہیں جن میں سے بیشتر مجمل ہیں البتہ بعض طرق میں غروب شفق کے بعد مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان سب میں کسی سے بھی دلیل قائم نہیں ہوتی کہ جمع حقیقی کسی نماز کی تاخیر کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) مسند عبدالرزاق اور ابن جریر کی روایتوں میں ابن عمر سے ہے۔
قال قال عبد اللہ جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم مقیما غیر مسافر بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء فقال رجل لا من عمر لم تری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلک قال لان لا نحرج امتہ ان جمع رجل[۱] ابن جریر بایں لفظ راوی ہیں۔ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان یوخر الظھر ویعجل العصر فیجمع بینھما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینھما[۲]

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں یوں ہے ــــــ اذا بادر احد کم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء او یصلیھما جمیعا فعل[۳]

ان حدیثوں سے بھی اعلیٰ حضرت نے جمع صوری ثابت فرمایا جمع حقیقی اس سے مراد نہیں ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد میں اس حدیث کے بارے میں عبداللہ بن واقد جو ابن

---

[۱] حاجز البحرین ص ۲۹ [۲] حاجز البحرین ص ۳۹۔ [۳] حاجز البحرین ص ۴۹۔

عمر کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار کر کے شفق ڈوبنے پر عشار پڑھی۔ [1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں نماز مغرب کو غروب شفق کے بعد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب شفق کے قریب مغرب پڑھی اور یہ محاورہ قرآن پاک میں بھی وارد ہے۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ [2]

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح نکاح میں روک لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ یہاں میعاد کے پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ میعاد کے قریب پہنچ جائیں ـــــ دوسری آیت فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ [3]

ظاہر ہے کہ جب عورت عدت کو پہنچ گئی تو نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار تو بالیقین قرب انقضائے وقت کو انقضائے وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب ختم عدت کے قریب پہنچیں اس وقت رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے ـــ اس طرح کے محاورے کثیر احادیث سے بھی ثابت ہیں۔

امامت جبرئیل امین کے واقعہ میں دوسرے دن کی ظہر پہلے دن کے عصر کے وقت میں پڑھنا مذکور ہے اور تمام علمار اس سے یہی معنی لیتے ہیں کہ پہلے دن کی عصر کے قریب ظہر ادا فرمائی جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسرار بعد فرضیت نماز، اوقات نماز معین کرنے اور ان کا اول و آخر بتانے کے لئے دو روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اوّل وقت میں پڑھیں اور دوسرے دن

---

[1] حاجز البحرین ص ۰۰۔ [2] سورہ بقرہ پ۲ رکوع ۱۲ [3] پ ۲۸ سورہ طلاق رکوع ۱۔

ہر نماز آخر وقت میں، اس کے بعد گذارش کی کہ "الوقت ما بین ھذین الوقتین۔

(۳) شفق کے بارے میں دو قول ہیں اول شفق احمر دوم شفق ابیض (جو احمر کے بعد بھی رہتی ہے)۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مغرب کے ختم اور عشاء کے شروع ہونے میں شفق ابیض کا اعتبار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شفق احمر پہلے غروب ہوتی ہے لہٰذا اگر حدیث ابن عمر میں شفق کا غروب ہونا ذکر ہے تو اس سے شفق احمر مراد ہے اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اس سے مراد شفق ابیض ہے۔ اس وضاحت سے اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کر دیا کہ دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے زہر الربی اور جامع الاصول کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ شفق حقیقۃً بیاض ہی ہے۔ زہر الربی میں ہے ـــــ فحمة العشاء ھی اقبال اللیل واول سوادہ[1] شرح جامع الاصول میں ہے۔ ھی شدۃ سواد اللیل فی اولہ حتّٰی اذا سکن نورہ قلت بظھور النجوم وبسط نورھا ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداءً لاتکاد تری شیئًا۔[2]

اس کی تائید میں امام طحاوی کی ایک روایت پیش کی ہے ـــــ حدثنا فھد ثنا الحمانی حدثنا ابن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل ابن ابی ذویب قال کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فلما غربت الشمس ھبنا ان نقول لہ الصلاۃ فسار حتی ذھبت فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الافق فنزل فصلی ثلاثا المغرب واثنتین للعشاء وقال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل[3]

یہ حدیث بقاء ابیض میں نص صریح ہے کہ مر شام کا دھندلکا جاتا رہا اور افق

---

[1] حاجز البحرین ص۸۰ [2] حاجز البحرین ص۸۰۔ [3] حاجز البحرین ص ۸۱۔

کی سپیدی نظر آئی اس وقت نماز پڑھی اور کہا کہ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

(۴) ابن عمر کی اس حدیث کی کسی بھی روایت میں مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غروب شفق کے بعد نماز ادا کی ہو۔ زیادہ سے زیادہ ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور ابن عمر شفق کے معاملہ میں احمر کے قائل تھے یعنی مغرب کا وقت ان کے نزدیک شفق احمر تک ہے۔ بیہقی اور نووی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

انہ قال الشفق الحمرۃ[1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہے حضرت صدیق اکبر حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاذ ابن جبل اور ابی ابن کعب اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام اور امام باقر اور عمر ابن عبدالعزیز جیسے اجلۂ تابعین کا مسلک بھی یہی تھا۔ اب اگر ابن عمر سے یہ ثابت بھی ہو کہ انھوں نے غروب ابیض کے بعد مغرب پڑھی تو صاف احتمال ہے کہ انھوں نے کسی سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفق احمر کے بعد شفق ابیض میں مغرب پڑھتے دیکھا تو انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا ہو کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت کے بعد نماز پڑھی اور پھر اس اجتہاد پر ابن عمر نے بعد میں عمل کیا لہذا ان کا یہ عمل حجت نہیں ہوگا

اعلیٰ حضرت نے جہاں اس تحقیق سے ابن عمر کی حدیث جمع بین الصلاتین سے استدلال کرنا ضعیف کر دیا وہیں آپ نے ان کی روایتوں کے تعارض کو بھی متعدد وجوہ سے دفع کیا ہے۔

---

[1] حاجز البحرین ص ۶۲۔

شواہد سے تائیدات

کسی مسئلہ میں حکم کی دریافت کا ایک فطری طریقہ شہادت نظائر ہے جسے اصول فقہ میں قیاس واجتہاد اور منطق میں تمثیل کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کتاب و سنت کی متعدد نصوص سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ امثال ونظائر پر قیاس کرتے ہوئے دو مسئلوں کے درمیان اتحاد حکم ثابت کرنا لازم ہے بشرطیکہ معلوم وسکوت کے درمیان اشتراک علت ثابت ہوجائے۔

عہد صحابہ سے لے کر اب تک بیشمار مسائل جدیدہ میں اسی طریقہ کو تخریج حکم کے سلسلہ میں اپنایا گیا ہے بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس بعض احکام میں اجتہاد فرماتے۔ آیت مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ سے اس مدعی پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام چونکہ قیام قیامت تک کے لئے حیات وموت کا مکمل ضابطہ ہے اور نئے جزئیات کا پیش آنا لوازم کائنات سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر نئے مسئلہ میں دریافت حکم کا قیاسی طریقہ عمل میں لایا جائے اسی لئے فقہائے کرام قیاس کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس کے برتنے کے بھی پابند ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے بہ حیثیت فقیہ کثیر مسائل میں یہ طریقہ بھی استعمال فرمایا ہے۔ نئے مسائل میں بالخصوص شواہد ونظائر کے ذریعہ حکم کا استخراج فرمایا۔ علتوں کے اشتراک سے ایک شئی کا حکم دوسری شئی تک پہنچانے میں آپ اپنے تفقہ میں یگانہ روزگار نظر آتے ہیں۔ ہمارے دعوے پر درج ذیل مسائل سے روشنی پڑتی ہے۔

(۱) لوبان یا اگر بتی کا دھواں بے ارادہ ناک یا حلق کے ذریعہ جوف میں داخل

ہوجائے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ دُھواں حلق یا دماغ میں خود سے چلا جائے تو اس سے روزہ نہ جائے گا۔

دُھوئیں کا اطلاق اگربتی اور لوبان کے دھوئیں کو بھی شامل ہے اور دھوئیں کا یہ حکم اگلے فقہاء سے ثابت ہے کہ اگر وہ خود سے حلق میں اُتر جائے تو روزہ نہیں جاتا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے تائید مزید کے لئے اس مسئلہ کو غبار اور مکھی کے حلق میں داخل ہونے پر بھی قیاس فرمایا اور اس سلسلہ میں کہ غبار اور مکھی کا حلق میں جانا مضطر صوم نہیں ہے۔ فقہ کی ۲۸ کتابوں سے حوالہ قلم بند فرمائے۔[1]

اشتراک علت کے ثابت کرنے میں یہ قاعدہ ضبط فرمایا کہ جوف صائم میں داخل ہونے والی چیزیں تین قسم پر ہیں اوّل جس سے بچنا محال۔ دوم۔ جن سے تحرز کلی قدرت سے باہر ہو یعنی کبھی کبھی انسان کو اس سے سابقہ ضرور پڑتا ہو جیسے دخول غبار اور دُخان کہ اس سے آدمی بچ سکتا ہے لیکن بعض اوقات بچنا مشکل ہے کہ آدمی مُنھ نہ رکھے تو ناک کی راہ سے داخل ہوجائیں گے شرع مطہر نے ان دونوں قسموں کو مفطرات سے خارج فرمایا ہے۔[2]

سوم وہ چیزیں جن سے ہمیشہ بچ سکتا ہے اگرچہ بعض حالات میں ان پر مجبور ہو جیسے طعام و شراب جنھیں بالقصد جوف تک پہنچایا جائے کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں اس لئے یہ قسم بہرحال مضطر ہے۔[3] اس میں ضرورت و عدم ضرورت ارادہ و بے ارادہ کا کوئی فرق نہیں البتہ قسم اول بہرصورت مفطرات سے خارج ہے اور قسم دوم بے قصد و اختیار مفسد صوم نہیں اور قصد و ارادہ سے مضطر ہے لہٰذا قسم دوم کے حکم میں صرف قصد اور عدم قصد کا فرق ہے غبار

---

[1] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۴،۱۳ [2] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۵

[3] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۵،۶،۷

اور دھوئیں کی جگہ جانا قصد سے ہو یا بے قصد ضرورت سے ہو یا بے ضرورت اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ دھواں نگلنے کا قصد نہ ہو[1]۔

اس ضابطہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے ایک اور نظیر کا اضافہ فرمایا کہ کلی کے بعد جو تری مُنھ میں رہ جاتی ہے اسے نگلنے سے روزہ نہیں جاتا و جیز کردری اور فتح القدیر شرنبلالیہ، شرح الملتقی اور بزازیہ سے اس جزئیہ کو نقل فرمایا ہے جن سے یہ نتیجہ نکلا کہ مطلق دخول شئی موجب افطار نہیں۔ مدار فرق صرف دخول اور ادخال پر رکھا گیا ہے۔ مزید ایک اور شاہد کا اضافہ فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگایا اور کان میں پانی داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا کہ اگرچہ غوطہ بالقصد ہے لیکن کان میں پانی پہنچانا اس کے ارادہ میں نہ تھا اسی طرح بالاجماع رمضان شریف میں دن میں کھانا پکانا جائز ہے جس سے دُھواں حلق اور دماغ تک پہنچ سکتا ہے لیکن روزہ نہیں ٹوٹتا ان مسائل پر دس سے زائد عبارتیں پیش کیں۔ اب نظائر کا اجمال یوں فرمایا کہ رمضان المبارک میں نہانا، غوطہ لگانا، کھانا پکانا، آگ جلانا مطلقاً جائز ہے ورنہ نانبائیوں حلوائیوں، سُناروں کی دُکانوں کو معطل کرنا واجب ہوگا کہ ان سے دُھواں اُٹھتا ہے اسی طرح قصابوں، شکر سازوں، حلوہ فروشوں پر ہڑتال کرنا واجب ہوگا کہ کثرت مگس کا موجب ہے۔ نیز دن کو چکّی پیسنا، غلّہ پھٹکنا، گلیوں میں چلنا پھرنا حرام ہو جائے کہ یہ غبار سے خالی نہیں اسی طرح جھاڑو دینا۔ دوائیں کوٹنا غلّہ اُسانا دیوار گرانا، ریگستان میں سفر کرنا، گھوڑوں پر نرم زمینوں سے گذرنا ممنوع قرار پائے[2]۔

(۲) کاغذ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ اس حکم کے استنباط میں اعلیٰ حضرت نے درخت کے پتّوں کو شاہد بنایا اس لئے کہ درخت کے پتّے نرم اور چکنے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے نجاست زائل ہونے کے بجائے پھیلے گی اس لئے بحرالرائق میں اس سے استنجاء

---

[1] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۷۔ [2] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

مکروہ قرار دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہی حال کاغذ کا ہے کہ وہ نرم اور چکنا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم بھی درخت کے پتوں کے مثل ہے اور دوسرا قیاس قیمتی چیزوں پر فرمایا جو قابل احترام ہوتی ہیں ان سے استنجا مکروہ ہے۔ کاغذ کتاب علم کا سب سے قریبی اور عام طریقہ ہے لہٰذا یہ بھی قابل احترام ہوا جس کی وجہ سے اس سے استنجاء ممنوع ہے اور اگر لکھا ہوا کاغذ ہو تو حروف کا احترام آداب دین سے ہے اس لئے بھی اس سے استنجا ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتوے میں ممانعت کی دو علتیں مشترک پائی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ شاہد پیش فرمایا۔ ؎

(۳) اعلیٰ حضرت کبھی کبھی واضح، دلنشین، عام فہم علت مشترکہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے جمعہ کی اذان خطبہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے سوال کیا کہ آج تک تو بہت سی مسجدوں میں داخل مسجد ممبر کے نزدیک جمعہ کے دن اذان خطبہ دیا جاتا تھا لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ یہ جو ہندوستان کا رواج ہے وہ غلط ہے۔ تو اعلیٰ حضرت نے ان کے پیشہ کے اعتبار سے بہت ہی عام فہم اور دلنشیں علت مشترکہ بیان فرمائی فرماتے ہیں۔

"آپ روز دیکھتے ہیں کہ کچہریوں میں چپراسی مدعی، مدعا علیہ یا گواہوں کی حاضری کے لئے کچہری کے کمرے کے اندر کھڑے ہو کر نہیں پکارتا ہے بلکہ باہر سے پکارتا ہے اور اگر اندر ہی سے چلانا شروع کر دے تو دربار عدالت کی توہین ہوگی تو احکم الحاکمین جل جلالہٗ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ کیا یہاں اندر ہی سے چلایا جائے انھوں نے کہا میں نے سمجھ لیا۔ ؎

(۴) اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت استنباط حکم میں

؎ فتاوی افریقہ ص ۱۰۔ ؎ فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۷۷۳۔

علت صحیحہ مؤثرہ ہی کو ذریعہ معرفت بناتے ہیں اور کسی کی ذکر کردہ علت فاسدہ سے مرعوب نہیں ہوتے۔ چنانچہ آپ کی کتاب النہی الحاجز کے جواب میں کسی نے تکرار صلوٰۃ جنازہ پر یہ علت پیش کی کہ نماز جنازہ مثل جواب سلام فرض کفایہ ہے لہٰذا جس طرح جواب سلام میں تکرار جائز ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی کئی بار ہوسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس طریقۂ استنباط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

"**قولہ** رد سلام مثل صلاۃ جنازہ فرض کفایہ ہے **اقول** مثل بھی آپ کا عجیب مثل ہے ذرا یہ تو فرمائیے مثل سے یہاں کیا مراد ہے اگر یہ مُراد ہے کہ جو حکم نماز جنازہ کا ہے بعینہٖ وہی حکم رد سلام کا تو یہ غیر مسلم کہ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ، استقبال قبلہ، بلا وضو، و تیمم نماز نہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ ہے جو ہرگز رد سلام میں شرط نہیں اور اگر یہ مُراد ہے کہ صرف فرض کفایہ میں دونوں مساوی بایں معنی ہیں کہ جس طرح رد سلام فرض کفایہ ہے کہ اگر بعض نے جواب سلام دے دیا سب کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اگر کسی نے نہ دیا سب گنہگار ہوئے تو مسلم ہے مگر تمھاری کوئی مفید نہیں ہاں البتہ اگر یہ استدلال کیا جاتا کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جب بعض کرلیں باقیوں کو ناجائز ہوجاتا ہے تو اس وقت البتہ اس نقض کی گنجائش ہوتی حالانکہ استدلال یہ ہے کہ ایک بار سے فرض ساقط ہوگیا اب دوبارہ ہو تو نفل ہوگی اور وہ (نماز جنازہ) بطور نفل مشروع نہیں ورنہ مزار اقدس پر ہمیشہ نماز ہوتی اب اگر سلام میں تنفل جائز تو نقض کے کیا معنی اور ناجائز تو نقض ہی سرے سے باطل۔[1]

---

[1] الہادی الناھض عن دام النھی الحاجز۔ ص ۸۔

ضمنی مسائل

[ایک مسئلہ کے ساتھ مسائل ضمنیہ کا بیان جو ایک ہی اصول کے تحت ہوں]

شمس الائمہ لطف الرحمٰن بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ نے فتویٰ دیا تھا کہ شرافت نسب شرع کے نزدیک غبار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اللہ و رسول کے نزدیک شرافت علم یقیناً شرافت ہے۔ بہ نظر حقارت کسی عالم کو پاشا یا جولاہا یا شکاری وغیرہ کے خطاب سے منسوب کرنے والے دائرہ کفر میں داخل ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت سے اس فتویٰ کی تصدیق و تحقیق چاہی گئی آپ نے جواب میں جو فتویٰ تحریر فرمایا وہ چھتیس صفحہ پر مشتمل ۲۶×۲۰ سائز بصورت رسالہ جس کا نام ارارت الادب لفاضل النسب ہے۔

۱۳۲۹ھ میں رسالہ لکھا گیا۔ اس میں آپ نے تحقیق طلب مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے ضمنی مسائل تحریر فرمائے جن سے اصل مسئلہ کو استدلال و تائید و شہادت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض مسائل مناقب سے متعلق ہیں ان ضمنی مسائل میں بعض مسائل کلامی اور فقہی ہیں اور بعض اصولی ہیں۔ ضمنی مسائل بصورت استدلال بھی ہیں اور بصورت نظائر بھی اور خود اپنی جگہ ان کا ذکر احادیث کی تائید یا فقہاء کی شہادت کے ساتھ فرمایا ہے۔

مسائل ضمنیہ جو اس رسائل میں ذکر ہوئے حسب تفصیل ذیل ہیں۔

مسئلہ فقہی۔

(۱) کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بے ضرورت ایسے لفظ سے یاد کرنا جو دل شکنی کا باعث ہو حرام ہے[۱] (۲) مدار نجات تقویٰ ہے[۲] (۳) فضل نسب شرعاً باطل و مہجور نہیں[۳] (۴) غیر کفو سے بے اذن ولی عورت نے نکاح کیا نہ ہوا[۴] (۵) امامت صغریٰ (نماز کی امامت) میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح ہے[۵]۔ (۶) قریش پر دعوائے اُستادی نہ کرے[۶]۔ (۷) علمائے سادات سے کوئی کام موجب تعذیر واقع ہو تو قاضی ان سے صرف یہ کہے آپ ایسا کام کرتے ہیں۔[۷] (۸) شرافت و رذالت کسی شہر کی سکونت پر نہیں[۸] (۹) نسب پر فخر جائز نہیں[۹] (۱۰) دوسروں کے نسب کو بہ نظر حقارت دیکھنا جائز نہیں۔[۱۰] (۱۱) باپ کے سوا کسی اور سے نسب جوڑنا حرام ہے[۱۱]

مناقب۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات قسم کی فضیلت دی ہے جو کسی کو حاصل نہیں[۱۲]۔ (۱۳) قریش سے محبت رکھنا واجب ہے[۱۳]۔ (۱۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے سب نسب میں سے جو بہتر نسب تھا اس سے چُنا[۱۴] (۱۵) عجم میں اہل فارس سب سے بہتر ہیں[۱۵] (۱۶) روز قیامت قریش آگے

۱؎ ارارت الادب بفاضل النسب ص ۳ ۲؎ نیز ص ۱۔ ۳؎ نیز ص ۴ ۴؎ نیز ص ۴
۵؎ نیز ص ۴ ۶؎ نیز ص ۶ ۷؎ نیز ص ۱۲ ۸؎ نیز ص ۱۱ ۹؎ نیز ص ۳ ۱۰؎ نیز ص ۳۱
۱۱؎ نیز ص ۳۲۔ ۱۲؎ ۱۳؎ ۱۴؎ نیز ص ۱۰ ۱۵؎ نیز ص ۱۳۔

ہوں گے پھر درجہ بہ درجہ[۱] (۱۷) لوگ اپنے نسب کا فائدہ آخرت میں اُٹھائیں گے

اُصولی۔

(۱۸) حکم اغلب پر ہوتا ہے نہ کہ نادر پر[۲] (۱۹) بعض اکابر یا انبیاء کرام سے کسی پیشے کا ثبوت دلیل جواز ہے نہ کہ دلیل افضلیت[۳]۔

کلامی۔

(۲۰) امامت کبریٰ (خلافت) میں شرف نسب ہی نہیں قریشیت بھی شرط ہے۔[۴]

شتّی۔

(۲۱) دُنیا کے جمیع احکام فقہی یا کلامی میں قریش کو سب پر خصوصیت حاصل ہے[۵] (۲۲) اپنے نطفے کے رشتے اچھی جگہ تلاش کرے۔ کفو ہیں شادی کرے اور کفو سے شادی کرکے لائے بڑی نسل کی خوبصورت عورت پر نہ جائے۔[۶]

---

۱ ارادۃ الادب ص ۱۷ ۲ نیز ص ۱۸ ۳ نیز ص ۱۴ ۴ نیز ص ۱۴۔ ۵ نیز ص ۴ ۶ نیز ص ۱۳ ۷ نیز ص ۱۶۔

فقہ حنفی کے ابواب پر مکمّل بحث

اعلیٰ حضرت کی تصنیفات میں نادر الوجود تصنیف "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ" ہے جو جہازی سائز کے بارہ جلدوں میں بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں فقہ حنفی کے جمیع ابواب پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ ان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابحاث کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

الجزء الاوّل

کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، نواقض وضوء، باب المیاہ، فصل فی البئر، باب التیمم، (اس جلد میں ۱۱۴ فتاوے اور ۲۸ رسائل ہیں)

الجزء الثانی

باب الغسل، باب المیاہ، باب المسح علی الخفین، باب الحیض، باب الانجاس، باب الاستنجاء، کتاب الصلاۃ، باب اوقات الصلاۃ، باب اماکن الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، باب شروط الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، باب القرأۃ، باب الامامۃ، باب الجماعۃ۔

الجزء الثالث

باب ادراک الفریضہ، باب مفسدات الصلوٰۃ، باب مکروہات الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، تراویح، قضاء الفوائت، سجود السہو، سجود التلاوۃ، صلاۃ المسبوق، صلاۃ المریض، باب صلاۃ المسافر، احکام المسجد، جمعہ، عیدین

کسوف و استسقاء۔ شتی۔ جنائز۔

الجزء الرابع

کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج۔

الجزء الخامس

کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود۔

الجزء السادس

کتاب السیر، کتاب الوقف۔

الجزء السابع

کتاب البیوع، کتاب الکفالہ، کتاب القضا والدعاوی، کتاب الشہادۃ۔

الجزء الثامن

کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، صلح، مضاربۃ، امانات، ھبہ، اجارہ، اکراہ، حجر، غصب، شفعہ، قسمت، مزارعۃ، صید، ذبائح، اضحیہ

الجزء التاسع

کتاب الحظر والاباحۃ۔

الجزء العاشر

اشربہ، مداینات، رھن، جنایات، وصایا، فرائض۔

الجزء الحادی عشر

شتی، مسائل کلامیہ۔

الجزء الثانی عشر

البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ الشارقۃ۔ رسائل کلامیہ۔

مذکورہ ابواب وابحاث نے یہ ثابت کردیا ہے کہ فقہ حنفی کے ہرباب پر اعلیٰ حضرت کی گہری نظر تھی۔

تنقیح مسائل

ائمۂ مذاہب کے لئے سب سے اہم اور مشکل منزل یہ آتی تھی کہ آیات قرآنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت کے مفاہیم متعارض ہوں اور ان میں تقدیم و تاخیر کا کوئی ثبوت فراہم نہ ہو سکے کہ ناسخ و منسوخ کا تعیّن ہو۔ اسی طرح اقوال صحابہ کے مابین تعارض و اختلاف ملے اور کسی کا رجوع ثابت نہ ہو۔ یا کسی مسئلہ جدیدہ کی مختلف الوجوہ علّتیں در پیش ہوں اور کسی کی قوت غالب نہ آتی ہو۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں ہمتیں جواب دے دیتی ہیں اور بعض اوقات فقہاء کے لئے فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں ملتی ہیں جامع ترمذی اور امام شافعی کی کتاب الام میں کئی نظائر منقول ہیں۔

امام ابو حنیفہ اس میدان میں ایک مرد حق آگاہ تھے اسی لئے مشکل سے مشکل منزل پر بھی آپ تھکے ہوئے نظر نہیں آئے۔

ائمہ کے بعد ان کے مذہب کے فقہاء کے لئے بھی اس طرح کی صعوبتیں درپیش آئیں۔ اقوال کی کثرت اور ان کا باہمی اختلاف، روایات کا تعارض مناط و علل کا تباین، اسباب ترجیح کی یکسانیت یہ سب وہ مراحل ہیں کہ انسان تائید الٰہی کے بغیر انھیں طے نہیں کر سکتا ان مرحلوں پر بھی کثیر مسائل میں ائمہ ترجیح نے آنے والوں کے لئے کافی زاد راہ فراہم کر دی لیکن نئے پیدا ہونے والے مسائل نے خلیج کی وسعت میں کمی نہ ہونے دی۔ متاخرین میں امام ابن ہمام سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی تک فقہ حنفی کے کئی جلیل القدر فقہاء پیدا ہوئے جنھوں نے بڑھتے ہوئے مسائل

کی علتوں کا تعین اور اقوال و ترجیح اقوال سے متعلق تنقیحات کیں اور بہت حد تک افتاء کے مسند نشینوں کی مشکلات حل فرمائیں لیکن اس کے باوجود بھی ہزاروں سے زائد مسائل تشنہ تنقیح رہ گئے اور کئی ایسے مواقع بھی رہ گئے جس پر بحث کے بعد بھی یہ ائمہ فیصلہ کن رائے دینے سے احتیاط برت گئے۔

نویں صدی ہجری سے اب تک کی تاریخ میں ہم نے جن فقہاء سے تعارف حاصل کیا ان میں اعلیٰ حضرت کو اس شان میں منفرد پایا ہے کہ مشکل سے مشکل مقام تنقیح میں آپ کا قلم چابک دست نظر آتا ہے ہم نے کئی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ان کے فتاوے میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں پایا کہ جہاں حکم کی تنقیح باقی رہ گئی ہو۔

فقہ حنفی کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی و تعلیقات موجود ہیں ان سے بھی یہی شان نمایاں ہے فقہ کی پُر خار وادیوں سے آپ کی یہ سبک خرامی اور علم کے بحر ذخار سے گوہر مراد کی تحصیل کا مشاہدہ کر کے حرمین کے فقہاء بھی کہہ اُٹھے۔

لو رأها (فتاوی رضویہ) ابو حنیفہ النعمن لاقرت عینہ وجعل مؤلفها من جملة الاصحاب [1]

ذیل میں اعلیٰ حضرت کی نفیس تنقیحات کی چند نظیریں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

صاع کا بیان

صدقۂ فطر، کفارات، نماز، روزے کے فدیے میں صاع کا بیان آتا ہے۔ صدقہ فطر نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو واجب ہے۔

صاع کی مقدار میں فقہاء کا کئی جگہ آپس میں شدید اختلاف ہے صاع غلّہ ناپنے کا

---

[1] الاجازات المتینہ ص ۶۔

ایک پیمانہ ہے، ہر پیمانہ کسی مخصوص وزن کا ہوتا ہے، یعنی کسی چیز کو تول کر بنایا جاتا ہے۔

صاع کی مقدار کیا ہوگی؟ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ میں اختلاف ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ صاع سے مراد صاع عراقی ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور ائمہ احناف میں خود امام محمد امام یوسف فرماتے ہیں کہ حجازی صاع مراد ہے جو ۵ ۱/۳ رطل کا ہوتا ہے۔ چونکہ قول راجح اور مختار امام اعظم کا قول راجح اور مختار امام اعظم کا قول ہے اس کی وجہ ترجیح میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کریمہ سے استدلال کیا ہے اور وہ اس بنیاد پر کہ سارے ائمہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صاع چار مُد کا ہوتا ہے البتہ مُد کی مقدار تعیین میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک مُد دو رطل کا ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک مد ۱/۳ رطل کا ہے۔

صحیح مسلم، مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، ابو داؤد، نیز طحاوی شریف میں حضرت انس سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بالمد۔ ان حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد کی مقدار پانی سے وضو فرماتے تھے۔ دوسری حدیث طحاوی شریف میں حضرت انس ہی سے یوں مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ برطلین۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مُد دو رطل کا ہے اور صاع چار مُد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

رطل ۳۶ روپے بھر ہوتا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ کہ رطل ۲۰ استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال، تو رطل شرعی ۹۰ مثقال کا ہوا۔ ڈھائی پر تقسیم کرنے سے ۳۶ روپے

آئے تو صاع دوسو اٹھاسی روپے بھر ہوا۔

یہ تو وہ مقدار ہوئی کہ اتنی وزن سے کوئی غلہ تول کر پیمانہ بنایا جائے اب اشکال یہ پیش آیا کہ کون سا غلہ تولا جائے۔ابو شجاع ثلجی اور صاحب وقایہ نے ماش یا مسور کا اعتبار کیا ہے۔اس لئے کہ اس کے دانے یکساں ہوتے ہیں اس کا کیل و وزن برابر ہوگا۔بخلاف گندم یا جو کے کہ ان میں بعض کے دانے ہلکے اور بعض کے بھاری ہوتے ہیں، دو قسم کے گیہوں یا جو اگرچہ ایک ہی پیمانہ سے لیں۔وزن میں مختلف ہو سکتے ہیں۔درمختار میں بھی صرف اسی کو ذکر کیا۔مگر امام صدر الشریعہ شرح وقایہ جلد اول میں فرماتے ہیں۔وانی قد وزنت الماش والحنطة الجیدة المکتنزة والشعیر وجعلتها فی المکیال فالماش اثقل من الحنطة والحنطة من الشعیر فالمکیال الذی یملاء بثمانیة ارطال من الماش یملأ باقل من ثمانیة ارطال من الحنطة الجیدة المکتنزة۔فالاحوط فیه ان یقدر الصاع بثمانیة ارطال من الحنطة الجیدة[1]

امام صدر الشریعہ نے اس کا لحاظ فرمایا کہ ماش اور مسور چونکہ وزنی ہیں ان کو تول کر اگر صاع بنایا جائے گا اور اس سے گیہوں اور جو ناپ کر فقیروں کو دیا جائے گا تو مقدار گھٹ جائے گی اس لئے کہ جس برتن میں آٹھ رطل وزنی ماش یا مسور آئے گی اس میں گیہوں یا جو آٹھ رطل نہ آسکے گا بلکہ آٹھ رطل سے کم آئے گا جو اور مسور کے درمیان گیہوں ہے انھوں نے خیر الامور اوسطھا کا لحاظ کرتے ہوئے عمدہ گیہوں کے صاع کا اعتبار کیا ہے۔یعنی آٹھ رطل عمدہ گیہوں تول کر صاع بنایا جائے۔

ان دونوں سے ہٹ کر علامہ شامی نے جو کے صاع کا اعتبار کیا ہے لکھتے ہیں ان الذی علیه مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلهم من مشائخهم وبه کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیة ارطال من الشعیر۔

---

[1] شرح وقایہ جلد اول ص ۲۳۹۔

یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابرین اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کے اس قول کو اختیار کر کے دو ایسی ٹھوس دلیلیں پیش کی ہیں جس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں فرماتے ہیں۔

اقول۔ ظاہر ہے کہ صاع اس اناج کا تھا جو اس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جَو تھا گیہوں کی کثرت زمانۂ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے لما کثر الطعام فی زمن معٰویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ ــــ شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے ــــ الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ صحیح ابن خزیمہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ــــ قال لم تکن الصدقۃ علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم تکن الحنطۃ۔ صحیح بخاری شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کان طعامہ یومئذ الشعیر الخ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں جَو ہی عام غذا تھی اور اسی سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا تو ظاہر ہو گیا کہ صاع بھی جَو ہی کا ہوتا تھا۔

دوسری دلیل میں فرماتے ہیں ــــ اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مد و صاع کا اطلاق مد و صاع شعیر کو بھی شامل تو اس پر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد میں داخل۔

اس میں خاص قسم یہ ہے کہ درباره عبادات احتیاط پسندیدہ چیز ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اور جَو کا صاع لینے میں زیادہ احتیاط ہے بہ قدر واجب ادائگی میں کسی قسم کا شبہہ نہیں رہ جاتا لہٰذا ترجیح جَو ہی کے صاع کی ہے۔

اب ایک مرحلہ رہ جاتا ہے کہ آٹھ رطل جو وزن کر کے جو پیمانہ بنایا جائے اس میں

گیہوں کتنے وزن کا آئے گا۔ ہمارے دیار میں آج کل صدقۂ فطر تول کر ہی ادا کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پیمانہ کا رواج اُٹھ گیا ہے اس مرحلہ کو بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طے فرما دیا فرماتے ہیں۔

فقیر نے ۲۷ ماہ مبارک رمضان ۱۳۲۷ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جو کا پیمانہ تھا اس میں گیہوں برابر ہموار سطح بھر کر تورے تو ثمن رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایک سو چوالیس روپئے بھر جَو کی جگہ ایک سو چھتر روپئے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنّی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے یہ محفوظ رکھنا چاہئے کہ صدقہ فطر و کفارات و فدیۂ صوم و صلوٰۃ میں اسی انداز سے گیہوں ادا کرنا احوط و انفع للفقراء ہے۔[1]

(۲)

قنوت نازلہ

جب مسلمانوں پر کوئی افتاد آپڑے تو علماء نے نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ یہ حدیث سے ثابت[2] ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قوم کی درخواست پر ۷۰ چیدہ علماء صحابہ کو بھیجا۔ دشمنوں نے دھوکا دے کر ان حضرات کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے مسلسل ایک مہینہ تک نماز فجر میں قنوت پڑھی۔ اس حدیث کی روشنی میں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی شدید آفت آپڑے تو فجر میں فرض کی دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر

---

[1] فتاویٰ رضویہ ص ۱۴۴، ۱۴۵۔ [2] بخاری شریف ۱۷۰ اص ۱۳۶۔

قنوت نازلہ پڑھی جائے۔ اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد۔ شوافع کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد۔ خود علمائے احناف میں دو گروہ ہے۔ علامہ حسن شرنبلالی اور علامہ شامی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ قنوت بعد رکوع پڑھی جائے گی۔ مگر علامہ حموی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ قبل رکوع احادیث اس باب میں متعارض ہیں۔ کسی میں قبل رکوع وارد ہے اور کسی میں بعد رکوع۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال سئل انس ابن مالك أقنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصبح قال نعم فقیل وقنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع۔[1]

پھر دوسری حدیث میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ۔ قنت شھرا بعد الرکوع۔ یہی حال علماء کا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ بعد رکوع ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ قبل رکوع پڑھے۔ اس کو حموی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔ علامہ سید احمد طحطاوی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصلی کو اختیار ہے چاہے قبل رکوع پڑھے یا بعد رکوع۔

قنوت نازلہ کے قبل رکوع یا بعد رکوع ہونے پر امام اعظم یا صاحبین کا کوئی قول نہیں ملتا۔ علامہ سید احمد طحطاوی حاشیۂ درمختار میں لکھتے ہیں:۔

وظاهره لو قنت فی الفجر لبلیة انه یقنت قبل الرکوع ابو مسعود عن الحموی قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعی واقتضاء النظر التخییر وذكر الشرنبلالی انه یقنت بعد الرکوع۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ بعد رکوع پڑھے:۔

هل القنوت هنا قبل الرکوع ام بعده، لم أره والذی یظهر لی ان المقتدی

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۴۹ - [2] طحطاوی حاشیہ درمختار ج ۱ ص ۲۸۳۔

يتابع امامه الا اذا جهر فيومن وانه يقنت بعد الركوع لا قبله بدليل استدل به الشافعی علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع۔ ؎

ان سب عبارتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوا کہ قنوت نازلہ کے قبل رکوع یا بعد رکوع ہونے میں تین مذاہب ہیں۔ قبل رکوع، بعد رکوع، اور علامہ شامی کا اختیار فرمانا یہ ہے کہ مقتدی بہرحال اپنے امام کی اقتدا کرے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر امام قبل رکوع پڑھے تو مقتدی بھی قبل رکوع پڑھے اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو مقتدی بھی بعد رکوع پڑھے۔ حنفی ائمہ نے یہ فیصلہ دے دیا کہ بعد رکوع پڑھے

ہمارے اور امام شافعی کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ وتر کے علاوہ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی یا نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ پڑھی جائیگی اور ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ عام حالات میں نہیں پڑھی جائے گی۔ یہی مفاد ہے علماء کے اس قول کا "ولا یقنت فی غیرہ"۔ لیکن مسلمانوں پر کوئی شدید احتیاج آپڑے تو اجازت ہے۔

امام شافعی کا استدلال ان حدیثوں سے ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک نماز فجر میں قنوت پڑھی ان احادیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد رکوع قنوت پڑھا۔

ہمارے علماء نے امام شافعی کے نماز فجر میں دعائے قنوت کے شروع ہونے کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مراد قنوت نازلہ ہے تو ثابت ہوگیا کہ قنوت نازلہ بعد رکوع ہے بظاہر علامہ شامی کا یہ استدلال اتنا مضبوط ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہنے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ مگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سعود اور علامہ حموی کے قول کو اختیار فرمایا کہ قنوت نازلہ قبل رکوع ہے اور

؎ شامی ج ۱ ص ۱۵۱۔

علامہ شامی کے اس استدلال کا دو جواب دیا۔ اول یہ کہ مدار کار ان احادیث میں یہ مذکور ہونا ہے کہ یہ قنوت بعد رکوع تھا۔ مگر احادیث کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سی احادیث میں اس قنوت کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل رکوع پڑھا جیساکہ ابھی نمازوں کے حوالہ سے گذرا۔

دوسرا جواب یہ ارشاد فرمایاکہ بعد رکوع محل قنوت ہی نہیں ہے جیساکہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا۔

(۳)

جمعہ کی اذانِ خطبہ

جمعہ کی اذان خطبہ کے بارے میں ہندوستان میں یہ رواج تھاکہ ممبر کے قریب دی جاتی تھی اور اس سلسلہ میں فقہاء کی واضح تصریحات بھی نہ تھیں جس کی وجہ سے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں علماء کے درمیان ایک فقہی بحث چھڑ گئی۔ عامۂ علماء تداول وتعامل کو دلیل بناکر جواز کا فتویٰ دیتے لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول، احکام کی مخالفت کو غلط قرار دے دیا اور جادۂ تفقہ سے سرِ مو بھی تجاوز نہ فرمایا اس مسئلہ پر آپ نے کئی بسیط رسالے تصنیف فرمائے لیکن بدقسمتی سے ان میں سے اکثر ناپید ہیں مثلاً "شمامۃ العنبر فی النداء بازاء المنبر"، "اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ"۔

(۱) متعدد کتب فقہ مثلاً فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، بحر الرائق، عالمگیری وغیرہ میں مطلقاً مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ لکھا ہے جسے قاضی خاں لکھتے ہیں۔

"ان یؤذن علی المئذنہ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد" [1]

[1] فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۱۰۰، ۴۱۱۔

اس طرح کی عبارتیں نقل فرماکر لکھتے ہیں یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلاقید ہیں جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں۔ مدعی پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثنار دکھائے۔

اب زمانۂ حال کے مصنف مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ حاشیۂ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:-

"قوله بين يديه الى مستقبل الامام فى المسجد كان او خارجه والمسنون هو الثانى" [1]

(۲) ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن مروی ہے۔

قال كان يؤذن بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابى بكر وعمر [2]

اس حدیث سے صاف ثابت ہوگیا کہ عہد رسالت وعہد خلفائے راشدین میں اذان مسجد میں نہیں ہوتی تھی بلکہ باب مسجد پر ہوتی تھی۔

(۳) جن لوگوں نے مسجد میں اذان جائز قرار دی ہے اعلیٰ حضرت نے ان کے تمام شکوک کا ازالہ فرمایا ہے مثلاً بعض کتابوں میں اذان خطبہ میں "یدی الامام" یا "یدی المنبر" مذکور ہے اس پر کلام فرمایا کہ "بین یدی" صرف مواجہت کا مقتضی ہے یعنی اذان منبر یا امام کے سامنے ہو لیکن یہ قید نہیں کہ منبر سے متصل یا اس کے قریب ہو کیونکہ لفظ میں یدی بہت عام اور مبہم ہے اور اس معنی عام پر قرآن پاک کی کئی آیات سے شہادتیں فرمائی ہیں بلکہ ابوداؤد کی حدیث مذکور میں بین یدی کا اطلاق باب مسجد

---

[1] عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۴۵۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۷۰۲

نوٹ:- یہی حدیث ج ۲ کے پرانے ایڈیشن میں ص ۴۸۹ اور نئے ایڈیشن میں ص ۳۶۰ پر ہے۔

پر کیا گیا ہے۔

بین یدی ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً "لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ" الآیۃ دوسری جگہ ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ الآیۃ۔

اس آیت میں "بین یدی" نے قُرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلے اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ○

آیت نے قُرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے تیرہ سو اٹھانوے (۱۳۹۸) برس گذر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے۔

(۴) ہندوستان کا رواج یہ ہے کہ اذان متصل ممبر ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نص حدیث اور تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندوستانیوں میں رواج پا جانا کوئی حجت نہیں ہندوستانیوں میں تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ پنجگانہ اذانیں بھی بہت سے لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت دہلی کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے وہاں اذان مسجد کے اندر ہوئی آپ نے مسئلہ بتایا کہ داخل مسجد اذان مکروہ ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا، کہاں لکھا ہے؟ آپ نے بتایا قاضی خاں، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر میں ہے۔ انھوں نے کہا ہم اسے نہیں مانتے۔ اعلیٰ حضرت نے اس غیر مقلد سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں کچہری میں کام کرتا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے پوچھا کہ کچہری کے حاضری کمرہ کے اندر کھڑے ہو کر پکارا جاتا ہے یا باہر تو انھوں نے کہا باہر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا! احکم الحاکمین

کا دربار تو ارفع و اعلیٰ ہے آپ روز دیکھتے ہیں کہ چپراسی کچہریوں میں مدعی و مدعا علیہ کو پکارتا ہے اگر اندر ہی سے چلانا شروع کر دے تو بے ادبی ہوگی۔ اس نے کہا میں سمجھ گیا۔

⑤ تحقیق کے ضمن میں دو نکتے پیش فرمائے جن سے مسجد کے اندر اذان ہونے کا محل متعین ہوتا ہے۔

(الف) اگر بانیٔ مسجد نے مسجد بناتے وقت تمامیت مسجد سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنالیا تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح اگر اذان کی جگہ بیرون مسجد تھی پھر مسجد بڑھائی گئی اور اب میذنہ درون مسجد ہوگیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اذان کی جگہ مسجد کے باہر ہے لیکن تمامیت مسجد کے بعد اندر میذنہ بنانے کا کسی کو اختیار نہیں[1]

(ب) متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوگی اس کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ اذان مسجد میں ہو چنانچہ فتح القدیر کے باب الجمعہ میں ہے۔

وھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ لہذا اگر کہیں کوئی لفظ فقہ کی کتابوں میں اذان فی المسجد کے ہم معانی نظر آئے تو وہ یقیناً عرفی معنی پر محمول ہے یا صورتاً مسجد میں اور حقیقتاً خارج مسجد میں۔

بالفرض اگر ایک آدھ غریب اور نامتداول کتاب میں بھی کوئی تصریح ہوتی تو بھی عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوتی۔

مکہ معظمہ میں اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی۔

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۲۳۔

المطاف هو كان فی زمانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مسجدًا۔ [1]

تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی ولہٰذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف۔ حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں ہے فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ، و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

یکرہ المضمضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون له موضع اعد لذلک و لا یصلی فیه ـــــ وہیں ہے۔ لا یحفر فی المسجد بئر ماء و لو کانت قدیمة یترک [2]

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے [3]

مدینہ طیبہ میں خطیب سے ۲۰ بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند کمرہ پر اذان کہتے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان کے دونوں رواج کے خلاف ہیں ممبر کے سامنے اور داخل مسجد

(۴)

تنقیح عبارت

تصویر کی موجودگی میں نماز مکروہ ہوتی ہے اس مسئلہ پر صاحب درمختار نے تحریر فرمایا:۔

ولو کانت صغیرة لا تتبین تفاصیل اعضاءھا لناظر قائما وصلی علی الارض ذکرہ الحلبی او مقطوعة الراس ای الوجه او محوة عضو و لا تعیش بدونه او لغیر ذی روح لا یکرہ۔

خط کشیدہ فقرہ یہ شبہہ پیدا کرتا ہے کہ اگر کسی تصویر کا دھڑ الگ کر دیا جائے یا سینہ پھاڑ دیا جائے یا گردن کاٹ لی جائے تو نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی اگرچہ اس کا چہرہ

---

[1] مسلک منقسط للملا علی قاری ص ۲۸۱۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۴۰۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۹۱۔

اپنی حالت پر باقی ہو۔

اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کراہت تصویر کی اس طرح تنقیح فرمائی کہ عبارت کا یہ فقرہ متقدمین کی کتابوں میں تلاش کیا جائے یا اس قسم کا حکم دیکھا جائے نیز یہ بھی دیکھا جائے کہ کن لوگوں نے صاحب درمختار کا اتباع کیا ہے اور یہ بھی تنقیح کی جائے کہ اگر متقدمین میں اس قسم کا حکم نہیں ملتا ہے تو صاحب دُرمختار نے اسے کہاں سے استنباط کیا اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جائے کہ تصویروں کی وجہ سے نماز میں کراہت کی بنیادی علت کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کیا جائے کہ تصویروں کا مقصود کیا ہے اور کون سی تصویر موجب کراہت ہو سکتی ہے اور کون سی نہیں ہو سکتی پھر اس کے ضمن میں جو سوالات پیدا ہوں اس کی شافی تحقیق بھی ہو جائے۔ تو نہ ملے۔

اعلیٰ حضرت نے ان نکات پر علی الترتیب بہت ہی مکمل بحث فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا خط کشیدہ فقرہ متقدمین کی کتابوں میں کسی ہم معنی لفظ سے بھی نہیں ملتا اس سلسلہ میں آپ نے فقہ کی چالیس متداول متون و شروح کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک صرف یہی فرماتے ہیں کہ اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر مٹا دیں تو کراہت نہیں۔ نیز سید ابو سعود ازہری جو دُرمختار ہی سے مسائل اخذ کرتے ہیں انھوں نے بھی اس فقرہ کو نہیں لیا البتہ درمختار کے محشی قاری نے ان کی پیروی کی ہے۔

ممکن ہے کہ صاحب درمختار نے اس مسئلہ کو فتح القدیر سے اخذ کیا ہو کہ اس میں امام ابن ہمام فرماتے ہیں:۔

"لو قطع یدیھا ورجلیھا لا ترتفع الکراھۃ لان الانسان قد تقطع اطرافہ وھو حیی"

چنانچہ درمختار کے محشی علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں لکھا ہے کہ امام ابن ہمام

نے اپنی توجیہ سے یہ بتایا ہے کہ تصویر کا سر کٹا ہوا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کو اس حالت پر بنانا مقصود ہے جس کے ساتھ زندگی نہ رہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سید طحطاوی نے فتح القدیر سے جو مطلب نکالا وہ محل نظر ہے کیونکہ اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ ہاتھ، پاؤں کٹنے سے بھی زندگی باقی رہتی ہے تو وہ مکروہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کراہت صرف آثار زندگی والے اعضاء کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کسی خاص حالت کی نفی سے کسی حکم عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔

حلیہ میں بھی فتح القدیر جیسی عبارت زیادتی کے ساتھ موجود ہے جس میں یہ ہے کہ گردن پر نشان لگانا، یا کمر پر کوئی ایسا نشان لگانا جس سے دھڑ کا کٹنا یا دو حصوں میں تقسیم ہونا سمجھا جائے نفی کراہت کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات گردن میں فیتہ باندھنا، کمر میں پٹکے لگانا بھی اسی نشان سے سمجھا جاتا ہے جو زندگی کے منافی نہیں۔ عجب نہیں کہ صاحب درمختار نے انھیں عبارات سے یہ تعمیم سمجھ لی ہو حالانکہ وہ عبارتیں مفید تعمیم نہیں ہیں۔ اس لئے امام ابوجعفر طحاوی نے غیر جاندار کی تصویر جائز ہونے پر سر کٹی ہوئی تصویروں کے جواز سے استدلال کیا اور ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی کہ "الصورۃ الراس فکل شئ لیس لہ راس لیس بصورۃ"

معلوم ہوا کہ صورت کا نہ رہنا ہی عدم کراہت کا مدار ہے۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی بھی تصویر میں حیات بھی نہیں پائی جاتی اور نہ وہ کسی حال میں تمام مدار حیات اعضاء کی جامع ہوتی ہے چنانچہ عکس تصویر میں صرف ایک طرف کی بالائی سطح کا عکس ہوتا ہے اور صرف ایک سطح سے حیات ناممکن ہے اور تمثالی اور مورتی میں اندرونی اعضاء، دل، دماغ، جگر، رگیں جو مدار حیات ہیں نہیں ہوتیں۔

ڈاکٹری تصویر میں اندر باہر کی رگیں اور پٹھے ضرور ہوتے ہیں لیکن رگوں میں

خون کیسے آئے گا۔ الغرض کسی بھی تصویر میں تمام مدار حیات چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں تو اگر صاحب دُرمختار کی تمیم لی جائے تو مطلقاً کسی بھی تصویر میں کراہت باقی نہیں رہتی۔ وھو کما تری۔

دراصل مدار کراہت یہ ہے کہ تصویر دیکھنے والا یہ تصور کرے کہ میں کسی زندہ ذی روح کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔

ابوداؤد، ترمذی، سنن ابن حبان اور طحاوی حاکم حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ حضرت جبرئیل بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے آئے اور واپس ہوگئے دوسرے روز حاضر ہوکر یہ عرض کی کہ میرے لئے یہ رُکاوٹ ہوئی کہ دروازہ پر تصویریں تھیں اور گھر کے پردہ پر بھی تصویریں تھیں گھر میں ایک کُتّا تھا تو حکم دیجئے کہ دروازہ پر جو تصویر ہے اس کا سر کاٹ دیا جائے کہ درخت کی طرح ہوجائے اور پردہ چیر کر اس کے دو گدے بنادئے جائیں جو اندر آجائے اور کُتّا نکال دیا جائے تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اس حدیث کا صریح یہ نتیجہ نکلا کہ صورت حیوانی سر کٹے بغیر ممنوع ہے کہ بغیر سر کاٹے درخت کے مثل نہیں ہوسکتی اور نہ صورت حیوانی سے الگ یا کم ازکم یہ کہ بے جان کی طرح معلوم ہو اس وجہ سے نشان زدہ فقرہ پر سید طحطاوی فرماتے ہیں کہ نماز میں مکروہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مُردہ کی صورت ہے جو پوجی نہیں جاتی اور بلاشبہ تصویریں نیم قد یا حد سینہ یا صرف چہرہ مثل شجر نہیں ہوسکتیں تو موت کی نشاندہی کرسکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ سکّوں پر سلاطین نصاریٰ ایسی ہی ناقص تصویریں نقش کرتے ہیں۔

لہٰذا عبارت دُرمختار کا مطلب یہ ہے کہ وہ تصویر جسے توڑ پھوڑ کر ایسا بنادیں کہ حکایت حیات کی حکایت نہ رہے دیکھتے ہی بے روح کی صورت جانے تو اب مدار حیات اعضاء سے اصل مقصود یہ ہے کہ عُرفاً حکایت حیات ہوسکے۔

بحث نامکمل رہ جائے گی اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ تصویر سے کراہت نماز کی اصل

علت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں فقہائے حنفیہ کی تمام تر کتابوں میں زیادہ سے زیادہ تین علتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) عبادت اصنام سے مشابہت۔ ہدایہ، فتح القدیر، تبیین الحقائق کافی وغیرہ میں اس علت کو مدار کراہت رکھا ہے۔

(۲) دوسری علت تعظیم تصویر۔ حلیہ، ردالمحتار، بحرالرائق وغیرہ۔

(۳) تیسری علت ملائکہ رحمت کا نہ آنا۔ کیونکہ جس مکان میں ملائکۂ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے۔ کافی میں ہے۔ بحیث لا تدخل الملائکة فی شر البیوت یہ علت ہدایہ تبیین، فتح القدیر، حلیہ وغیرہ میں ہے۔ بلکہ حلیہ نے صرف اس علت کو مدار کراہت لکھا ہے۔ اور تشبہ اصنام کو زیادت کراہت کا سبب بتایا۔

اعلیٰ حضرت ان علتوں کی تنقیح فرماتے ہیں کہ بے شک اصل علت تشبہ اصنام ہے اور تعظیم بھی علت اور امتناع ملائکہ بھی۔ لیکن ان تینوں چیزوں میں اگرچہ مفہوم کا فرق ہے لیکن وجود کے اعتبار سے ایک دوسرے کے لازم ہیں۔ تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن اور تعظیم تصویر تشبہ عبادت کو مستلزم۔ اس لئے کہ تصویر کا رب قدیر سے کوئی علاقہ نہیں اسی لیے امام فخرالاسلام جامع صغیر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"امساک الصورة علی سبیل التعظیم ظاهرا مکروه لان ذلک تشبیه عبادة الصنم"

امتناع ملائکہ اسی گھر میں ہوگا جہاں تصویر بطور تعظیم ہو ورنہ ہرگز نہیں۔ اسی لئے حضرت جبرئیل نے کپڑے کو پامال گدا بنانے کے لئے خواہش ظاہر کی کہ اس میں تعظیم مرتفع ہے۔

امام محمد مؤطا میں فرماتے ہیں کہ بستر اور فرش کی تصویروں میں حرج نہیں لیکن پردے اور نصب کرنے میں کراہت ہے وھو قول ابی حنیفة والعامة من فقہائنا۔

طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پامال ہونے والی تصویر کی رخصت دی اور اسی مضمون کو علامہ شامی نے ردالمحتار میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں تفصیل سے بیان کیا لہٰذا علمار کا علت کراہت میں مختلف ہونا اختلاف نہیں کہ دراصل ہر ایک کا نتیجہ ایک ہے۔

پھر یہاں ایک اور تنقیح کی ضرورت ہے کہ تشبہ عبادت اگر علت کراہت ہے تو تصویروں پر سجدہ طریقۂ کفار میں داخل نہیں تو اسے مکروہ نہ ہونا چاہیئے لہٰذا یا تو شبہ عبادت کے معنی میں تصرف کیا جائے یا علت کراہت کسی اور چیز کو قرار دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تشبہ کی دو قسمیں ہیں تشبہ عام اور تشبہ خاص۔

تشبہ عام:۔ تصویر کا اس طور پر ہونا جس سے تعظیم مفہوم ہو۔

تشبہ خاص:۔ مصلی کی حالت تعظیم تصویر کی مشعر ہو مثلاً تصویر سامنے ہو یا دائیں یا بائیں۔

تشبہ عام کراہت تنزیہی کا سبب ہے اور خاص سے تحریمی ثابت ہوتی ہے امام محمد نے ایک جگہ عضو پر سجدہ کو مکروہ اور دوسرے مقام پر غیر مکروہ فرمایا اس سے مراد تحریمی کی نفی اور تنزیہی کا اثبات ہے اس تطبیق سے فقہار کی مختلف عبارتوں کی توجیہہ آسان ہوگئی۔

اب ایک اور مشکل ترین تنقیح باقی رہ گئی کہ اگر علت کراہت تشبہ عبادت ہے تو پھر وہی تصویریں موجب کراہت ہونی چاہئیں جو مشرکین کے معبودان باطل کے قبیل سے ہوں اسی لئے چھوٹی تصویریں جن کے اعضار کی تفصیل مختصر فاصلہ سے ظاہر نہ ہوسکے اور سر بریدہ میں کراہت نہیں اور اسی لئے چراغ یا قندیل یا لالٹین مصلی کے سامنے ہوں تو کراہت نہیں اور بھڑکتی آگ یا تنور وغیرہ ہو تو کراہت ہے کہ مجوس

اسے پوجتے ہیں مصحف یا تلوار کا سامنے ہونا مکروہ نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور اسی سے چھپی ہوئی تصویروں کا حکم بھی ثابت ہوتا ہے جیسے جیب یا بٹوے یا ٹوپی کے اندر ناجائز تصویروں کا ہونا، چاند، سورج، ستارے اور درختوں کی تصویریں موجب کراہت نہیں کہ مشرکین ان تصویروں کی عبادت نہیں کرتے اور مُلّا علی قاری نے معبودان باطل شمس و قمر کی تصویروں کو جو حرام لکھا اس میں غیر جاندار کو شامل کرنا محل نظر ہے کہ تمام کتب مذاہب کے خلاف ہے علامہ کافی نے شرح ہدایہ میں فرمایا "عبد عینہ لا تمثالہ" اگر مُلّا علی قاری کی بات مانی جائے تو ہمارے علاقہ میں عصر کے وقت سورج کا سامنا ہوتا ہے اور جنگلوں میں درختوں کا اور مغرب و عشار میں کبھی کبھی چاند کا تو مسافروں کے لئے نماز میں سخت اشکال پیدا ہو۔ بلکہ ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کو سامنے کرکے نماز ادا فرمائی اور جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ان میں سورج کے مقابلہ میں ہونے کی قید نہیں بڑھائی۔ اس لئے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

اوّل ۔ ہر جاندار کی تصویر رکھنا حرام ہے حالانکہ مشرکین ان سب کی عبادت نہیں کرتے اور چاند و سورج کا سامنے ہونا مطلق مکروہ نہیں حالانکہ مشرکین ان کی عبادت کرتے ہیں۔

دوم ۔ سر بریدہ کی تصویر کراہت سے مستثنیٰ ہے حالانکہ مشرکین بعض دوسرے اعضاء مثلاً لینگ کو پوجتے ہیں تو صرف سر یا چہرے کا نہ ہونا کیونکر کراہت کو ختم کرے گا

سوم ۔ اور اگر صرف ہاتھ پاؤں کا کٹنا نفی کراہت نہیں کرتا کہ تشبہ عبادت موجود ہے تو مستور رہنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ چھپا دینے میں اعزاز ہے اور بے دست و پا بنانے میں اہانت۔

چہارم ۔ جاندار کی تصویر ملائکہ رحمت سے محروم کردیتی ہے حالانکہ مشرکین

ہر جاندار کو نہیں پوجتے ہیں نہ ان کی تصویروں کو پوجتے ہیں اور گائے کو پوجتے ہیں اس کے باوجود اعزاز کے ساتھ گھر میں رکھے جاسکتے ہیں اس موقع پر اگر گائے کو رکھنا بغرض ضرورت قرار دیا جائے تو تصویر بھی کم از کم زینت کی ضرورت میں شمار کی جاسکتی ہے ۔۔۔ اب علت کراہت کی ایسی تنقیح کی ضرورت ہے کہ جس سے یہ چاروں اعتراضات ختم ہوجائیں۔ اور اصل مسئلہ نکھر جائے۔

اس لئے فرماتے ہیں کہ مدار منع صورت یا ذو صورت یا اس کی نوع یا جنس کی عبادت ہونا نہیں ہے بلکہ تصویر کا معنیٰ وثن ہوتا ہے جیساکہ فتح القدیر میں فرمایا "مالیس لھا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت"۔ جس سے صورت حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ صورت غیر حیوانی میں مضاہات خلق اللہ نہیں ہے اور یہ مضاہات ہر مجسمہ اور عکس تصویر میں پائی جاتی ہے کہ اگر بطور اہانت نہ ہو تو نفرت ملائکہ کا سبب ہے اتنے ہی بیانات سے چاروں سوالات ختم ہو گئے کہ تصویر کواکب غیر حیوانی ہے تو معنی وثن میں داخل نہیں جاندار کی تصویر معنی بُت میں ہے اگرچہ مشرکین ان کی عبادت نہ کرتے ہوں لہٰذا پہلا اعتراض حل ہوگیا۔ تنور صورتِ حیوانی نہیں۔ اور گائے اگرچہ صورت حیوانی میں ہے لیکن وہ خود مخلوق خُدا ہے اس میں مضاہات خلق اللہ کا معنی نہیں اس سے سوال چہارم دفع ہوا۔ نیز صورت حیوانی ہونے کا مدار چہرہ پر ہے اگر چہرہ نہیں تو صورت حیوانی کا اطلاق نہیں ہوتا جیساکہ حدیث جبرئیل اور فرمان ابوہریرہ سے ثابت ہوا اسی وجہ سے حدیث میں چہرے پر مارنے سے منع فرمایا گیا کہ چہرے پر مارنا تعظیم کے خلاف ہے اور چہرہ ہی کو شناخت کی علامت قرار دیا گیا ہے اور دوسرے اعضاء شناخت میں کالعدم قرار دیے گئے اور اسی لئے یادگاری تصویریں بے چہرہ کے نہیں ہوتیں تو ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی تصویر کو بُت کے معنی میں کرتا ہے لہٰذا جنس "مایعبد المشرکون" سے مراد صرف معنی بُت میں ہونا ہے جس کے لئے صرف اتنا ہی

کافی ہے کہ تصویر کسی صورت حیوانی کی آئینہ دار ہو جس کا مدار چہرہ پر ہے ایسی تصویر کا بااعجاز رکھنا ناجائز و حرام اور ملائکہ رحمت سے محرومی کا سبب ہے اگر مصلی کے سامنے ہو تو نماز مکروہ تحریمی۔ پیچھے ہو تو نماز مکروہ تنزیہی۔ سر کٹے اور چہرہ مٹے کی تقدیر پر معنی بُت میں نہیں ہے لہٰذا اعتراض دوم حل ہوا۔ اور بہت چھوٹی تصویر یا اتنی مستور کہ نظر نہ آئے تو وہ بھی صورت حیوانی کی آئینہ دار نہیں ہے پھر کیونکر وہ معنی بُت میں ہو کہ مشرکین صنم کی وضع اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے الٰہان باطل کے آئینہ دار ہوں اس سے تیسرا اعتراض دفع ہوا۔

اس تنقیح کے بعد مسئلہ تصویر کو چار صورتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) تصویر کا رکھنا بطور توہین کہ پاؤں سے پامال ہو سکے جائز ہے۔

(۲) جس میں تصویر ہو اسے باعزت رکھنا لیکن عزت کا سبب وہ تصویر نہ ہو جیسے روپئے پیسے اسٹامپ وغیرہ کہ اس کا مقصود نہ تعظیم ہے کہ اس تصویر کو مٹانے کے بعد وہ روپئے وغیرہ بے کار ہو جائیں گے یہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت جائز ہے۔

(۳) اہانت کا نہ ہونا تصویر ہی کی وجہ سے ہو لیکن مقصود خاص تعظیم تصویر نہ ہو بلکہ زینت و آرائش کا خیال ہو یہ حرام ہے اور ملائکہ رحمت سے محرومی کا سبب کہ اس میں بھی اکرام تصویر ہے اگرچہ قصداً نہ ہو۔

(۴) خاص تصویر کی تعظیم بھی مقصود ہو کہ اسے بوسہ دے، سر اور آنکھوں سے لگائے، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو یہ سخت گناہ کبیرہ اور بُت پرستی کے مشابہ ہے، اگرچہ بزرگوں ہی کی تصویر ہو کہ یہ اور باعثِ غضب ہے کہ ایسی تصویروں کو بطور تبرک رکھنا تمام بزرگوں کے نزدیک معیوب اور رکھنے والا معتوب ہے۔[۱]

---

[۱] عطایا القدیر فی حکم التصویر (ملخصاً)

معروضات

اپنے پیش رو فقہاء کے اقوال پر اعتراضات وارد کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ معترض کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے بے شمار متقدمین فقہاء پر معروضات قائم فرمایا ہے۔ مگر ادب کی پاسبانی یہ ہے کہ متقدمین فقہاء کے اقوال پر جہاں تنقید کی ہے لفظ معروضہ نہیں استعمال کیا ہے بلکہ فرق مراتب کا پاس رکھتے ہوئے، متقدمین کے اقوال پر معروضہ کے بجائے لفظ تطفل استعمال کیا ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ کے جلد اوّل میں ۱۹۴۵ جگہ متقدمین فقہاء کے اقوال پر تطفل کے عنوان سے دقیق بحث کی ہے اور ۱۹۴۰ مقامات پر متأخرین فقہاء کے اقوال پر معروضہ کے عنوان سے اہم تحقیق پیش کی ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی فقہی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں چند نظیریں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

زکام سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ائمہ کی تصریحات یہ ہیں کہ بلغم کا خروج خواہ بطور رقے ہو یا دماغ سے نزول کی صورت میں ہو ناقض وضو نہیں ہے جس کا صریح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زکام خواہ قلیل ہو خواہ کثیر ناقض وضو نہیں لیکن علامہ سید طحطاوی نے فرمایا کہ اسے ناقض وضو ہونا چاہئے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ "کل ماخرج بوجع فھو ناقض" نتیجتاً کہنا پڑے گا ظاھرہ یعم الانف اذا زکم۔

علامہ شامی نے اس پر اعتراض کیا کہ سونے والے کے منھ سے خارج شدہ رطوبت پاک ہے اگرچہ بودار ہو تو زکام کیونکر ناقض وضو ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کے اس استنباط پر دو اعتراض فرمائے اوّل یہ علامہ سید طحطاوی اس رطوبت کے بارے میں کلام کر رہے ہیں جو مرض کی وجہ سے فارغ ہو اور دوم یہ کہ سوتے میں رال کا نکلنا مرض نہیں اور نہ اس کی بو علامت مرض ہے جیسے روزے دار کی بوئے دہن آخری پہر متغیر ہوتی ہے اور وہ بالاجماع نجس نہیں ہوتی اور یہ بوجہ مرض نہیں ہوتی ہے۔

علامہ شامی کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہوا کہ رطوبت زکام پاک ہے اور پاک چیز ناقض وضو نہیں ہوتی۔ یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کیونکہ نیند، جنون، بے ہوشی نجس نہ ہوتے ہوئے بھی ناقض وضو ہیں۔ اسی طرح مذہب معتمد پر ریح ظاہر ہے حالانکہ بالاجماع ناقض وضو ہے۔ بلکہ خود علامہ شامی درایہ میں لکھتے ہیں فلا یقال مالا یکون نجسا لا یکون حدثا۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ زکام ظاہر ہوتے ہوئے بھی ناقض وضو ہو۔ دراصل مسئلہ زکام کا اخذ و استنباطِ بلغم ہی سے مناسب ہے[1]

ویسے علامہ شامی کی بات قابل توجیہ ضرور ہے جس سے علامہ طحطاوی پر ایک نیا معروضہ قائم ہوگا وہ یہ کہ جو رطوبت بدن سے نکلے اور نجس نہ ہو تو ناقض وضو نہیں چنانچہ حلیہ میں ہے۔ ان کان ای القئ بلغما لا ینقض لانہ طاھر[2]۔

علامہ طحطاوی پر ایک تیسرا معروضہ یہ ہے کہ درد اور مرض سے بہنے والی رطوبت اسی صورت میں ناقض وضو ہے کہ اس میں خون وغیرہ کی آمیزش ہو جیسا کہ آشوب چشم اور کان کے بہنے وغیرہ میں ہوتا ہے[3]۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منیہ میں ہے کہ آشوب چشم سے جو رطوبت خارج ہو میں اس پر وضو کا حکم دیتا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ اس سے بہنے والی چیز پیپ کی قسم سے ہو۔ عن محمد اذا کان فی عینہ رمد و یسیل الدموع منھا آمرہ بالوضوء

[1] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۵۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۶۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۷۔

لانی اخاف ان یکون ما یسیل منه صدیدًا۔[1]

تبیین الحقائق میں بھی یہی ہے۔ لاحتمال ان یکون صدیدًا۔[2]

امام ابن ہمام نے اس احتمال سے یہ اخذ کیا کہ امام محمد کا حکم وضو بطور استحباب ہے کیونکہ محض احتمال سے وضو نہیں جاتا۔ فی عینه رمد یسیل دمعها یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونه صدیدًا و اقول هذا التعلیل یقتضی انه امر استحباب فان الشک والاحتمال فی کونه ناقضا لا یوجب الحکم بالنقض اذ الیقین لا یزول بالشک واللہ تعالیٰ اعلم نعم اذا علم من طریق غلبة الظن باخبار الاطباء او علامات تغلب الظن للمبتلی یجب۔[3]

امام ابن ہمام کی اس تقریر پر امام احمد رضا نے یہ معروضہ قائم فرمایا کہ اوّلاً[4] ان کا یہ قول تصریحات عامہ فقہاء کے خلاف ہے۔ ثانیاً یہ حکم احتمال محض پر مبنی ہے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ حکم وجوب بر بنائے احتیاط ہو۔ جس طرح خواب دیکھنے پر رطوبت پائے جانے کی صورت میں حکم غسل بطور وجوب ہے اگرچہ رطوبت رطوبت مذی ہو[5]۔ بحر الرائق میں آشوب چشم سے متعلق امام ابن ہمام کا قول نقل کر کے اس کے خلاف حکم فرمایا[6]

صاحب بحر پہ نہر الفائق میں یہ اعتراض کیا گیا کہ فتح القدیر میں وجوب کی صراحت موجود ہے۔[7]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں وجوب کی تصریح نہیں ہے[8] بلکہ صرف یہ ہے

قالوا من رمدت عینه وسال الماء منها وجب علیه الوضوء۔[9]

یہ توصیغہ قالوا نقل قول ہے نہ کہ اپنی تصحیح اور تصحیح تو وہی ہے جو عبارت بالا میں گذری لہٰذا صاحب نہر کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ صاحب بحر نے وجوب کی روایت نقل

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۰۔ [2] تبیین الحقائق ج۱ ص ۹۔ [3] فتح القدیر ج۱ ص ۱۲۹
[4] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۸۔ [5] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۸۔ [6] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۸۔ [7] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۳۸۔ [9] فتح القدیر ج۱ ص ۲۶۔

نقل کی ہے۔ چنانچہ ابن ہمام کے شاگرد صاحب حلیہ لکھتے ہیں کہ ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الماء الخارج من العین متغیراً بسبب ذلک الخ مختصراً۔ [1]

اعلیٰ حضرت نے صاحب حلیہ پر معروضہ قائم فرمایا کہ وجود مرض خود مظنۂ دم ہے جس طرح مسئلہ احتلام میں رطوبت کا ہونا کہ احتلام ہی مظنۂ انزال ہے رطوبت میں رنگ کا تغیر اسی وقت شرط ہے جہاں کوئی مظنہ نہ ہو مثلاً ناف سے رطوبت کا آنا ہو سکتا ہے کہ داخل جسم سے ہو اور ممکن ہے پسینہ ہو۔ لہٰذا یہاں رنگ کا تغیر ضروری ہے۔

مسئلہ زکام میں علامہ طحطاوی پر چوتھا معروضہ یہ قائم فرمایا کہ زکام ایک عام چیز ہے دُنیا کا کوئی بھی شخص جس نے چند سال عمر پائی ہو اسے کبھی نہ کبھی زکام ضرور ہوا ہوگا تو یقین عادی کی رو سے کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین ائمہ کو بھی زکام عارض ہوا ہوگا۔ پس عموم بلوی کی چیزمیں وضور کا حکم ہوتا تو حدیث یا متون و شروح یا فتاویٰ میں وہ حکم ضرور ملتا حالانکہ ۱۲ سو برس کے بعد صرف ایک مصری فاضل علامہ سید طحطاوی ہی کا ذہن نظر آتا ہے کہ ادھر منتقل ہوا اور انھوں نے زکام کو ناقض وضور قرار دیا اس لئے ان کا یہ قول یقیناً محل نظر ہوا بلکہ غیر مفتی بہ۔ [2]

(۲)

کیا اقرار نکاح سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسط و تفصیل کے ساتھ پچاسوں کتابوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ خلاف واقعہ اقرار سے عند اللہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور حرام اپنی جگہ حرام رہے گا ایک شبہ کا ازالہ کرنے کی غرض سے امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں جس میں ان سے امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت سے مسئلہ زیر بحث کے استخراج میں سخت تسامح ہوا ہے۔ امام محمد نے صلح کے بیان میں فرمایا ہے۔ ادعیٰ رجل علی امرأۃ نکاحاً نحد

---

[1] فتاوی رضویہ ج۱ ص ۳۹۔ [2] فتاوی رضویہ ج۱ ص ۱۲۹-۲۰۔

فصالحها بمأة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم ـلہ

اس پر صاحب ذخیرہ نے یہ استنباط فرمایا کہ اقرار سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ اقرار گواہوں کے محضر میں ہو اور فرمایا ان الاصح الصحة لو کان الشھود حضوراً ـکہ

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحب ذخیرہ کی اس عبارت پر پانچ معروضے قائم فرمائے ہیں۔

(۱) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اقرار کے جواز اور لزوم مال کا ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب صرف جواز صلح ہے کہ اس کے بعد اگر عورت انکار کرے تو قاضی نہ سُنے گا اس سے لازم نہیں آتا کہ واقع میں عنداللہ بھی عقد نکاح نافذ ہو جائیگا کیونکہ ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر دعویٰ واقعۃً کاذب ہو اور صلح ہو جائے تو بدل صلح عنداللہ حلال نہیں۔ ـسہ

(۲) کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں نے اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ دیا ہے مدعا علیہ قسم سے بچنے کے لئے یا قاضی کے سامنے سُبکی ہونے سے تحفّظ کی خاطر اقرار کر لیا تو اس اقرار سے قضاءً بیع ثابت ہو گی اور تمام احکام بیع وجوب، تسلیم، لزوم و شفعہ وغیرہ بھی مرتّب ہوں گے لیکن وہ مدعی آگ سے رہا نہیں ہے۔ ـعہ

(۳) صلح کرنے والے جب ارادۂ صلح کریں تو وہ اسی وقت صحیح ہو گی جب کہ عقود شرعیہ میں سے قریب ترین عقد کی طرف راجع ہو سکے تاکہ کلام کی تصحیح اور نصرت کا انقطاع ہو سکے لیکن زیر بحث مسئلہ میں دونوں نے کسی عقد کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ایک جھوٹی خبر دی ہے جو اگرچہ فیما بین العباد مؤثر ہو سکتی ہے لیکن عنداللہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے لہٰذا باب صلح میں اقرار نکاح اور اقرار بیع کے درمیان فرق بالکل ظاہر ہے۔ ـعہ

(۴) ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ انکار کرتی

ـلہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ جزء ۱ ص ۱۱۔ ـکہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ جزء ۱ ص ۱۱۔ ـسہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ جزء ۱ ص ۱۲۔
ـعہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ جزء ۱ ص ۱۲ ـعہ فتاویٰ رضویہ ج ۵ جزء ۱ ص ۱۲

ہے تو اس عورت نے کچھ مال دے کر ترک دعویٰ کے لئے صلح کر لی تو جائز ہے اور یہ صلح مرد کی طرف سے خلع کے معنی میں ہوگی اور عورت کی طرف سے دفع خصومت کے لئے ہوگی پھر بھی ائمہ نے فرمایا ہے کہ مرد کو عنداللہ اس سے کچھ لینا حلال نہیں جب کہ اپنے دعویٰ کو باطل کر دیا ہے کفایہ میں فرمایا کہ یہ حکم تمام انواع کو شامل ہے۔ [1]

(۵) دُرمختار میں قہستانی سے ہے کہ بعض دین پر صلح صحیح ہے اور وہ دعویٰ باقی سے بری ہو جائے گا یعنی قضاءً نہ کہ دیانۃً لہٰذا اگر قابو پالے تو لے سکتا ہے شامی نے اس مضمون کے کثیر اقوال نقل فرمائے ہیں۔ [2]

ان اقوال کی روشنی میں صاحب ذخیرہ پر اجمالی طور سے تین بھاری اعتراض واقع ہوتے ہیں۔

(۱) صلح کا کسی عقد کی طرف راجع کرنا صرف تصویر و تقدیر ہے صلح کی تاثیر اس سے متجاوز نہیں ہو سکتی۔

(۲) وہ عقود صرف ضمن صلح میں ثابت ہوں گے نہ کہ قصداً چنانچہ اعتق عبدک عنی بالف سے ضمناً بیع ثابت ہوتی ہے لیکن قصداً لفظ اعتاق سے بیع منعقد کرنا کسی طرح درست نہیں۔

(۳) یہ عقود صرف قضاءً ثابت ہوتے ہیں جن کا دیانت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاوقتیکہ واقعۃً دعویٰ صادق نہ ہو اور ہماری گفتگو دیانت ہی میں ہے۔ [3]

(۳)

امام ابن ہمام نے وضو میں بسم اللہ اور ذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیا ہے۔ اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں اقول لم یأت المستدل بشیٔ حتّٰی سمع ما سمع پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمۂ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول خود ان کے تلمیذ علّامہ قاسم ابن قطوبغا نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف

۱؎ فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔ ۲؎ فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔ ۳؎ فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔
۴؎ ؍؍ ؍؍ ص ۱۲، ۱۳

مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ علامہ قاسم کے قول پر امام احمد رضا نے یہ اضافہ فرمایا کہ اقول یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔ کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والاقامۃ۔ [1]

(۴)

وضوء میں جو اجزاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی بہانا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں فقہاء نے حسب عادت کچھ باریکیاں پیدا کیں ان پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ مُنھ، ہاتھ، پاؤں تینوں اعضاء کے مذکور ذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوند ہر ذرہ ابدان مذکورہ سے بہیں۔ درمختار میں ہے ایک قطرہ بھی بہنا کافی ہے فیض میں ہے کہ مذہب اصح ہے کم از کم دو قطرے بہہ جائیں پھر صاحب بحر کا قول نقل کیا کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ

ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال او لم یسل و لاجله جعل فی البحر الا سالة مختلفا فیها بینه وبین الطرفین و زعم ان اشتراطها ھو ظاھر الروایۃ فالحق الذی لا محید عنه ولا یحل المصیر الا الیه ان تاویله ما فی الحلیۃ عن الذخیرۃ انه سال من العضو قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک کیف ولو لا ذلك لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالیٰ انکارا للنص وتبدیلاً للشرع فان اللہ تعالیٰ امر بالغسل وھذا لیس بغسل لا لغۃ ولا عرفا وقد قال فی البحر لغنیه الغسل بفتح الغین ازالة الوسخ عن الشیٔ ونحوه باجراء الماء علیه لغۃً وھل الاجراء الا الا سالة۔ اقول فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق الحبران یجعله مختلفا فیه کی یجتری علیه الجاھلون۔ [2]

---

[1] فتاویٰ رضویہ ۔ج ۱۲ ص ۲۱۔ [2] فتاویٰ رضویہ ۔ج ۱ ص ۱۹۔

مسائل جدیدہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی کی حیثیت سے تشریف لائے اب ان کے بعد کسی نبی کی آمد اور نزول وحی کے امکانات ختم ہو چکے آپ کا دین قیامت تک کے ہر انسان کے لئے خواہ کسی طبقہ اور ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ایک مکمل قانون ہے چنانچہ عین حجۃ الوداع کے روز مقام عرفہ میں دین اسلام کی تکمیل کا اعلان اس آیت کے نزول نے کر دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔

دین چونکہ حیات و موت کے ہر شعبہ سے متعلق ایک منظّم قانون ہوتا ہے اس لئے دین اسلام میں تمام ضروریات زندگی کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں زندگی کے جو حالات اور تقاضے تھے ان کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یقیناً کفیل تھی پھر ہر دور میں اس قسم کے انقلابات پیدا ہوئے جیساکہ ورودِ آدم سے عہدِ رسالت تک حالات و ضروریات میں تغیرّو تبدّل ہوتا رہا اس لئے ہر دَور میں دین سے متعلق نئے نئے مسائل اور مختلف النوع احکام پیش آتے رہے تو اگر دین اسلام قیامت تک آنے والی نسل کے لئے مکمل نظام حیات ہے تو یقیناً اس دین میں حالات کے تنوع کے لئے قوانین وضوابط موجود ہیں۔

کتاب وسنت میں جو وقائع اور جزئیات ملتے ہیں ائمہ فقہاء نے ان سے قاعدے اور ضوابط اخذ فرمائے اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کو اپنے علم وفکر اور اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک ضابطہ یا ایک حکم کے خانے میں منتقل فرمایا یہ صرف ایک فقیہ کی شان ہے کہ مسائل جدیدہ کا حکم متعین کرنے میں علت اور اس کی تاثیر کو دریافت کرنا ہے۔فقہائے حنفیہ نے کسی دَور میں کسی مسئلہ جدیدہ کو تشنۂ تحقیق نہ چھوڑا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس دور میں پیدا ہوئے جب کہ مادیت نے ساری دُنیا میں ہلچل پیدا کر دی تھی اور سائنس کی ترقی نے ایک انقلاب برپا کر کے مختلف النوع نئے مسائل اس طرح کھڑے کر دئے کہ پوری تاریخ عالم میں مسائل جدیدہ کی اتنی طویل فہرست نہیں نظر آتی ہے جو اُنیسویں اور بیسویں صدی کے درمیان تیار ہوئی۔

ٹرین، موٹر و ہوائی جہاز کی ایجاد نے احکام سفر سے متعلق کئی مسئلے پیدا کئے۔ ان پر نماز جائز ہے یا نہیں۔ منٹوں میں بے مشقت مسافت سفر طے کرنے میں قصر و صوم کی رخصت ہوگی یا نہیں۔ مسافت سفر پر نابالغ کا ولی مقیم ہے جو منٹوں میں وطن واپس آسکتا ہے کیا اس کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کو نابالغ کے نکاح کرنے کا حق ہے۔ وغیرہ اسی طرح بیڑی تمباکو وغیرہ کی ایجادات نے اپنے حکم کا مطالبہ کیا۔ فوٹو جو بغیر قلم اور سنگ تراش کی مدد کے صرف ایک روشنی کے ذریعہ عکس لینے کا طریقہ ہے اسے حلت و حرمت کے کس خانہ میں رکھا جائے رنگ، دوائیں، شکر اور دوسری بعض مصنوعات جن میں شراب یا دوسری حرام چیزوں کی آمیزش کا شبہ ہے اس کا حکم کیا ہوگا۔ ٹیلیفون، ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر اور اخبارات وغیرہ نے لمبی لمبی مسافتوں سے مشکل سے حاصل ہونے والی خبروں کو ہم سے بالکل قریب کر دیا۔ ان کے اوپر کن معاملات میں اعتبار کیا جائے اور کہاں انھیں کالعدم قرار دیا جائے۔ ان سے قرآن عظیم کی تلاوت کا سُننا اور آیات سجدہ پر سجدہ کرنا واجب ہے یا نہیں اس طرح حکومتوں کے تغیر سے ہندوستان، پاکستان وغیرہ کو دار الحرب مانا جائے یا دار الاسلام پھر یہاں کے کُفار کو حربی، ذمی، مستامن کس قسم میں شمار کیا جائے۔

اس قسم کے ہزاروں مسائل ہیں جن کا تعلق عبادات سے لے کر معاملات و قضا تک ہر ابواب سے متعلق ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے ایک عظیم تجدیدی کارنامہ انجام

دیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے بے شمار مسائل کے احکام وعلل کی دریافت کے لئے رہبر اصول وضع فرمادئے ہیں اور مسائل جدیدہ کی وجہ سے فقہاء اور مفتیان کرام کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا وہ حل ہوگئیں۔

(۱)

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام

احکام کے اعتبار سے آبادیوں کی تقسیم دو طرح پر ہے دارالاسلام دارالحرب۔

ہندوستان میں جب اسلامی حکومت تھی ہندوستان دارالاسلام تھا لیکن جب ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط عام ہوگیا تو علماء کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ اب ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ چنانچہ علماء کے ایک گروہ نے اس پر فتویٰ دیا کہ ہندوستان نہ دارالحرب ہے نہ دارالاسلام بلکہ دارالامن ہے۔ مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب نے ہندوستان کو دارالامن قرار دیا ہے[۱]

انور شاہ کشمیری صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان دارالامن ہے—

ملک ما اگر ہست دارالامان است۔[۲]

جہاں تک کتب فقہ کا تعلق ہے اس مسئلہ میں بہت چھان بین کی گئی مگر دارالامن قسم کا کوئی شہر کسی کتاب میں نہ ملا۔ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ آبادی یا تو دارالاسلام ہوگی یا دارالحرب۔ کچھ علماء نے ہندوستان کو دارالحرب ہونا بتایا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹/۱۲۳۹ھ) نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا ہے[۳]

کچھ علماء نے فیصلہ ہی نہیں کیا بلکہ زندگی بھر تردد میں رہے۔ جبکہ مولانا رشید احمد

---

[۱] مفتی اعظم کی یاد ص ۱۳۲ [۲] مہاجر نمبر ص ۴۲ [۳] فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۶، ۱۷۔

گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں۔

"ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ [1]

حالانکہ مسئلہ بالکل ظاہر ہے عام کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان انگریزوں کے عہد میں بھی اور آج بھی دار الاسلام ہے ہندوستان کے بارے میں کچھ لوگ اس بنیاد پر دھوکے میں پڑ گئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دار الاسلام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت بھی ہو اور بہت سے لوگوں کو تشابہ لگ گیا ہے۔ یہاں دو صورتیں الگ الگ ہیں ایک یہ کہ دار الاسلام دار الحرب کب ہوگا۔ یعنی ایک ملک دار الاسلام تھا پھر اس پر کافروں کا قبضہ ہو گیا تو محض کُفار کے قبضہ ہی سے وہ دار الحرب ہو جائے گا یا اس کے لئے اور بھی شرائط ہیں۔ کچھ لوگوں نے کتب فقہ پر نظریں ڈالیں اور اجتہاد کر لیا کہ جب مسلمانوں کے تسلط سے دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے تو کُفار کے تسلط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جائے گا یا بیچ میں لٹک کر دار الامن ہو جائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کُفار کے تسلّط کے ساتھ ساتھ دو اہم شرطیں اور بھی ہیں ایک یہ کہ اس بستی میں احکام اسلامیہ بالکل بند کر دئے جائیں دوسری یہ کہ اس کی کوئی سرحد دار الاسلام سے نہ ملتی ہو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایک دار الاسلام کے دار الحرب ہونے کے لئے تین چیزیں ہوئی ضروری (۱) کُفار کا تسلّطِ تام (۲) احکام اسلام کا بالکلیہ بند ہونا۔ (۳) دار الاسلام سے اس کی سرحد کا نہ ملا ہونا۔ اگر ان تین میں سے ایک شرط بھی مرتفع ہو تو دار الاسلام ہی ہوگا۔ مثلاً کُفار کا تسلّط ہے مگر احکام اسلام کل نہ سہی بعض ہی

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳۔

باقی ہیں مثلاً جمعہ، عیدین، نماز پنجگانہ، داڑھی رکھنا وغیرہ وغیرہ تو وہ دارالاسلام ہی ہوگا۔ جیساکہ ہندوستان انگریزوں کے زمانے میں بھی دارالاسلام تھا — اور اگرچہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو کم از کم اتنا تو ضرور تھاکہ اس کی سرحد ایران اور افغانستان اور اسلامی ملکوں سے ملی ہوئی تھیں اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا کوئی شبہہ بھی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔ "ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جوتین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اس قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمداللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شرائع شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان کرتے ہیں۔ فرائض نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعۃ، مہر، خلع، نفقات، حصانت، نسب، ہبہ، وقف وصیت شفعہ وغیرہا بہت سے معاملات مسلمین ہماری شریعت پر فیصل ہوتے ہیں۔[1]

(۲)

زندگی کا بیمہ

اعلیٰ حضرت سے زندگی کے بیمہ کے بارے میں مولانا عفران علی صاحب نے سوال کیا — کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً جائزہ ہے یا حرام۔ صورت

---

[1] اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ص ۲۔

اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار لیا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپئے، چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مر گیا تو اس کے ورثار کو دو ہزار روپیہ یک مُشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مرجائے اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملیں گے۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے اپنا فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں زندگی کا بیمہ (Life Insurance) کرنا جائز ہے جس سے کوئی شرعی قباحت نہ پیش آئے فرماتے ہیں۔

جبکہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی عائد نہ ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

(۳)

اسپرٹ کا حکم

دوسری شکر جو ہڈیوں سے صاف کی جاتی تھی اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔ اسی طرح مشین سے تیار شدہ برف اور وہ چیزیں جن میں شراب کا امتزاج مشہور ہے اعلیٰ حضرت سے ان سب کا حکم شرعی پوچھا گیا تو آپ نے

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۲۔

ایک رسالہ "الاحلی من السکر لطلبۃ السکر من الروسیا"۔

اس رسالہ میں آپ نے دریافت حکم کے لئے دس مقدمے وضع فرمائے اور ہر مقدمہ کا ثبوت احادیث کریمہ، تصریحات فقہاء یا قرآن پاک کی آیات سے کیا ہے اور دلائل کی کثرت نیز۔

مقدمۂ اولیٰ۔

خنزیر کے سوا ہر جانور کی ہڈی پاک ہے۔خواہ وہ جانور ماکول ہو یا غیر ماکول اس مقدمہ کا اثبات تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں سے فرمایا عبارتوں کے ذیل میں کچھ حوالہ جات بھی آگئے۔

مقدمہ ثانیہ۔

بعض اشیاء کے سوا ہر شئی میں طہارت وحلت اصل ہیں تاوقتیکہ کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہوسکے اس مقدمہ کی توضیح فرماکر ایک حدیث کا اضافہ فرمایا اور طریقۂ محمدیہ اور حدیقۂ ندیہ سے ایک عبارت نقل کی جس میں ثبوت کے طور پر قرآن شریف کی آیت "هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" ذکر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہی اصل حنفیہ وشافعیہ وغیرہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔اور اس کے خلاف کسی بھی اہل علم کا قول نظر نہیں آیا۔اسی طرح الاشباہ والنظائر اور حموی کی غمز العیون سے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔

مقدمہ ثالثہ۔

بے ثبوت کسی شئی کو حرام ومکروہ کہنا شریعت پر افتراء ہے اس مقدمہ کے اثبات میں شیخ عبدالغنی نابلسی کی ایک عبارت تحریر کی ہے اور شامی سے بھی حوالہ دیا جس میں یہ تصریح بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص قطعی کے نازل ہوئے بغیر شراب جیسی اُم الخبائث شئی سے منع نہ فرمایا حالانکہ آپ کو تشریعی اختیارات

مقدمہ رابعہ۔

احکام شرع میں بازاری افواہیں ناقابل اعتبار ہیں اس سلسلہ میں بعض تمثیلات کے بعد تین حدیثیں تحریر فرمائیں اور حاشیہ درمختار سے ایک عبارت نقل کر کے شامی کا بھی ایک حوالہ اس کی تائید میں پیش فرمایا۔

مقدمہ خامسہ۔

احکام دینیہ میں کافر کی خبر غیر معتبر ہے اور حلّت و حُرمت طہارت و نجاست احکام دینیہ ہی ہیں۔ اس کا اثبات دو آیتوں سے فرمایا۔ اور دُرمختار اور عالمگیری کی عبارتیں نقل کیں اور توضیح کے بعد قاضی خاں، عالمگیری اور شامی و شرح تنویر وغیرہ سے عبارتیں نقل کیں۔

مقدمہ سادسہ۔

کسی شئی میں احتیاط کا نہ ہونا یا کسی قوم کا بے احتیاط ہو جانا کہ جس میں نجاست و حُرمت سے کوئی پرہیز نہ ہو۔ اس سے چیزیں مطلقاً حرام قرار نہ پائیں گی کیوں کہ بے احتیاطی وقوع دائم کی مقتضی نہیں تو نفس شی میں ظنون و خیالات کے سوا کیا رہا۔

اس مقدمہ کے ضمن میں سات نظیریں پیش فرمائیں اور ہر حدیث میں مثل سابق عبارتیں، حدیثیں و فقہا کے مصرح ضوابط اور جزئیات تحریر فرمائے۔

مقدمہ سابعہ۔

شدّت بے احتیاطی اکثر اقوال میں نجاست و آلودگی کا غلبۂ ظن پیدا کرتی ہے اور شرعاً ظن غالب معتبر ہے مگر اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ اعتماد ہو کہ دوسری جانب کو بالکل نظر سے ساقط کر دے ایسا ظن غالب فقہ میں حکم یقین رکھتا ہے۔ اصطلاح علماء میں اکثر اس کو غالب ظن

کہتے ہیں ثبوت میں غمز العیون اور بصائر کی عبارتیں ہیں پھر اپنی طرف سے کئی تحقیقات پیش کی ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو پورے طور پر مضمحل نہ سمجھے یہ صورت نہ یقین ہے اور نہ یقین کے حکم میں۔ کلمات علماء میں ظن غالب کا استعمال اس معنی پر بھی ہوا ہے۔ حدیقہ ندیہ اور شرح مواقف کی عبارتیں اسی معنی میں نقل کئے پھر فرمایا اس صورت میں علماء احتیاط کو بہتر جانتے ہیں واجب قرار نہیں دیتے چنانچہ کفار کے پاجامے، مشرکین کے برتن بچوں کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ اس کے باوجود ان میں سے کسی چیز کو بے دیکھے تحقیقی طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا علماء نے تصریح کی کہ ان کے پانی سے وضو اور اس کا استعمال اور کپڑوں میں نماز صحیح و جائز ہے شہادت میں طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح سے عبارتیں نقل کیں جن کے ضمن میں دوسرے حوالہ جات بھی آگئے پھر اپنی تحقیق کے طور پر چند حدیثیں تحریر فرمائیں۔

مقدمہ ثامنہ۔

کسی شئی کی نوع و صنف میں نجس یا حرام کا اختلاط' لازم نہیں کرتا کہ اس کے ہر فرد سے منع کیا جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ تحقیق سے معلوم ہو کہ اس کے ہر فرد میں وہ نجس و حرام مخلوط ہے۔ لہٰذا علماء نے فرمایا کہ دیبائے فارسی ناپاک اور اس سے نماز ناجائز کہ وہ اس کی چمک و بھڑک زیادہ کریں تو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور دھوتے نہیں کہ رنگ بگڑ جائے گا۔ دُرمختار اور حلیہ سے ثبوت پیش کیا پھر فرمایا کہ اگر ایسا عموم نہیں تو ہرگز ہرگز تحریم و تنجیس کا اطلاقِ حکم روا نہیں چنانچہ کفار کے مطعوم، ملبوس اور مظروف کی نسبت یقین کامل نہیں کہ ان میں سب ہی

ناپاک ہوں۔ لہٰذا علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ مجمع الفتاویٰ وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ ان کے گلوں سے خون دھویا جاتا ہے نہ پکانے میں نجاستوں سے پرہیز پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں بعد میں دھوتے بھی نہیں اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ وہ کھالیں بے دغدغہ پاک ہیں ان سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کے مشک ڈول بناؤ تو مضائقہ نہیں۔

ثبوت میں طریقہ محمدیہ وغیرہ کی عبارتیں لکھیں پھر دُرِ مختار سے عبارت لائے اور امام محمد کی تصریح سیرت احمدیہ سے نقل کی۔ فتاویٰ امام ظہیر الدین سے امام محمد کا بلکہ امام اعظم کا قول نقل فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں۔

مقدمہ تاسعہ۔

جب بازار میں حلال وحرام فروخت ہوں یا کسی جنس خاص میں مخلوط ہوں اور کوئی علامت امتیاز ظاہر نہ ہو تو شریعت خریداری سے پرہیز کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے اور ہر شئی میں احتمال حلت قائم ہے۔ مبسوط سے یہ ضابطہ نقل کیا اور حموی سے بھی نظیر لائے پھر تحقیق فرمائی کہ یہ ضابطہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ احتمال حرمت رکھنے والی چیزیں خود اپنی ملک میں نہ ہوں ورنہ ان کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

مقدمہ عاشرہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہی چیزیں استعمال کریں جو نفس الامر میں جائز و حلال ہوں یا یہ کہ جسے ہم اپنی یقین کی رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں۔ کہ دین تنگی نہیں پیدا کرتا اور نہ طاقت سے باہر کی ذمہ داری دیتا ہے اس کے ثبوت میں دو آیتوں اور آٹھ حدیثوں کو ذکر فرمایا ہے اور حدیقہ ندیہ و

جامع الفتاوی کی عبارتیں بھی تحریر کی ہیں اس کے بعد پھر تحقیق مزید کے طور پر دو حدیثیں اور لکھیں اور ضمن میں مؤطا امام محمد کی ایک عبارت پر تحقیق انیق فرمائی پھر لکھا کہ شک کی جگہ پر تفتیش و سوال بہتر ہے جبکہ اس پر کوئی فائدہ مرتب ہو لیکن اگر کوئی فساد لازم آئے یا کسی امر اہم کی مخالفت لازم ہو تو تفتیش مذموم ہے مثلاً مسلمانان نے دعوت دی اور یہ ان کے حال کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ بے شک یہ باتیں وحشت پیدا کرنے والی ہیں اور اس میں مسلمانان کو ایذا دینا ہے اور یہ شئ ممنوع ہے چنانچہ اس کی ممانعت چار حدیثوں سے ثابت کی ہے۔

ان مقدمات کے بعد ایک ضابطہ کلیہ وضع فرمایا:۔

کسی چیز میں نجاست مخلوط ہونے کا تعین دو قسموں پر ہے۔ شخصی[1] نوعی، شخص، کسی فرد خاص کی نسبت۔ مثلاً اس کنویں میں نجاست گری ہے اور نوعی کا مطلب نوع کے متعلق یقین ہو اجمالی طور پر یعنی اتنا[1] ثابت ہو کہ اس نوع میں اختلاط ہوتا ہے لیکن اس کے ہر فرد کے متعلق علم نہ ہو اور کلی یعنی نوع کے متعلق عموم و دوام اور التزام کے ساتھ اختلاط معلوم ہو اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو اس سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا۔

اب ان تمہیدات کے بعد اصل جواب کی طرف نظر فرمائی۔ مشینی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور ہے اگر یہ بازاری افواہ ہو یا بعض مشرکین و کفار کی خبر ہو تو بالکل بے اعتبار۔ مقدمہ رابعہ و خامسہ سے ثابت۔ یا فساق و دستور کی خبر ہو تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر، اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہیے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل ان کے صدق کی طرف جائے لیکن اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے تو ان کے حق میں احتراز معتبر ورنہ اجازت۔

ہدایہ اور رد المحتار کی عبارتوں کا حوالہ دیا۔ پھر فرماتے ہیں:۔

ہاں اگر اتنی بڑی جماعت نے خبر دی ہو جن کا کذب پر اتفاق عقلاً محال ہو تو بے شک حُرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا۔ بلکہ اگر ایک مسلمان عادل بھی خبر دے کہ اس نے خود مشاہدہ کیا ہے جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔ یہاں فواتح الرحموت کا حوالہ دیا۔

اس ضمن میں خبر واحد اور خبر متواتر کی کسی قدر تحقیق و تشریح فرمائی کہ جب تک اضطرار کی کیفیت متعین نہ ہو جائے حرام سے تداوی جائز نہیں۔ لیکن دفع یہ ہے کہ اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔ ہاں انگریزی دواؤں میں رقیق دوائیں جیسے ٹنچر وغیرہ میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام ہیں ان کا کھانا اور بدن پر لگانا جائز نہیں۔ نہ خریدنا جائز نہ بیچنا جائز۔

اسی طرح شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا موقع انکار نہیں مگر غور طلب یہ ہے کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں کا صرف شکر پر گذر ہو جاتا ہے کہ ان میں ہڈیوں کا کوئی جزر شریک نہیں ہونے پاتا تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ وہ حلال نہ ہوں اور اگر اجزائے استخواں پیس کر اس میں ملاتے ہیں کہ شکر میں وہ مخلوط ہو جائیں تو ان ہڈیوں کا حلال ہونا حلت شکر کے لئے لازم ہے صرف طہارت استخواں کافی نہیں۔

دُر مختار سے ایک نظیر پیش کہ کنوئیں میں مینڈک کے اجزار منتشر ہو کر مخلوط ہو گئے تو اس سے وضور جائز ہے لیکن پینا درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ محض خیالات کی بنار پر روسری شکر کو مطلقاً حرام و نجس کہنا صحیح نہیں ہے تا وقتیکہ تحقیق تام نہ ہولے۔ (مقدمہ ثالثہ)

کیا ممکن نہیں ہے کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں؟ یہی وجہ ہے کہ جنگل کے گدڑھے

کا پانی پاک ہے حالانکہ وہاں درندے اور خنزیر بھی ہیں۔ یہاں بھی حدیقہ اور بحر کی عبارتوں سے تائید حاصل کی نیز بے احتیاطیوں اور شدت بے احتیاطی پر نجاست و حرمت کا حکم نہیں (مقدمہ سادسہ وسابعہ)

یہ بھی نہیں معلوم کہ ہر شکر میں نجس اور حرام ہڈیاں مستعمل ہوتی ہیں (مقدمہ ثامنہ) جبکہ کوئی وجہ فائدہ نہ ہو تحقیق کی حاجت نہیں بلکہ تحقیق میں مسلمانوں کی پردہ دری وغیرہ ہے (مقدمہ عاشرہ)

جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ خاص مُردار اور حرام ہڈیاں اس کے سامنے شکر میں اس طرح ملائی گئیں کہ جُدائی ہوسکتی ہے تو اس کا کھانا کھلانا ناجائز نہیں دینا ناجائز۔ یا ثابت ہو کہ خاص وہی شکر ہے جس میں یہ عمل کیا گیا تو اس کا بھی استعمال روا نہیں۔ اس کے بعد دین میں سختی پیدا کرنے سے اور غلو و تشدد سے ممانعت کی چند حدیثیں پیش کیں اور بعض جزئیات کے احکام کی طرف بھی نشاندہی کی۔

(۴)

بندوق کا شکار

حلال جانوروں کا گوشت کھانا اسی وقت جائز ہے جبکہ وہ بطریقہ شرعی قتل کئے گئے ہوں۔ جسے عام فہم لفظ میں یہ کہئے کہ ذبح کئے گئے ہوں جو جانور ہمارے قابو میں ہیں ان کے ذبح کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔ لیکن جو جانور ہمارے قابو میں نہیں ہیں۔ جنگلی اور وحشی ہیں جنہیں دور سے شکار کرکے بے بس کیا جاتا ہے ان کو ہم جیسے چاہیں ذبح نہیں کرسکتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دور سے جانور کو تیر سے مارا گیا یا نیزے سے زخمی کیا گیا وہ بھاگ کھڑا ہوا اور کہیں

دور دراز بے جان ہو کر گرا اور مر گیا۔ شکار میں ایسا حادثہ اکثر رونما ہوتا رہتا ہے۔ اگر ہر جانور کے لئے ذبح کا وہی طریقہ شرط قرار دیا جائے تو شکار سے بہت کم ایسے جانور ملیں گے جو ہمارے کام آسکیں۔ اس لئے فقہا نے ذبح کی دو قسمیں کی ہیں۔

ذبح اختیاری، ذبح اضطراری

ذبح اختیاری۔ یہ ہے کہ جانور کی گردن کا اتنا حصہ کسی دھار دار چیز سے کاٹا جائے کہ اس کی درج ذیل چار رگیں کٹ جائیں۔

(۱) وہ رگ جس سے کھانا اندر جاتا ہے (۲) وہ رگ جس سے سانس کی آمد و رفت رہتی ہے (۳) و (۴) وہ رگیں جن سے خون کا جریان رہتا ہے اگر چار نہ کٹیں تو کم از کم تین ضرور کٹ جائیں۔

(۱) غذا کی گذرگاہ (۲) سانس کی گذرگاہ (۳) خون کی دو رگوں میں سے کوئی ایک **ذبح اضطراری**۔ کسی دھار دار آلہ کو بسم اللہ پڑھ کر جانور پر پھینکا جائے جو اس کے جسم کے کسی حصہ کو کاٹ دے۔ اس تقدیر پر اگر کسی جانور کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا گیا تیر جانور کو زخمی کر گیا جانور بھاگا اور جب شکاری اس کے قریب پہنچا تو وہ مر چکا تھا اس کا کھانا حلال ہے۔ اس لئے کہ ذبح اختیاری پر قدرت نہیں تھی تو اس کا قائم مقام ذبح اضطراری پا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زمانہ خیر القرون بلکہ بہت بعد تک بندوق کی ایجاد نہیں ہوئی تھی تواریخ سے پتہ چلتا ہے[۱] کہ سب سے پہلے بندوق بابر نے استعمال کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۵۲۶ء کا ایجاد ہے اس لئے قرآن مجید، احادیث، ارشاد ائمہ مجتہدین و اقبال ائمہ، فقہا میں اس کی کوئی تصریح

---

[۱] تاریخ ہند ۲۷ ص ۴

نہیں ملتی ہے کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر فائر کی جائے اور گولی لگنے سے جانور گر جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا یا حرام۔ مسئلہ کی تنقیح اس پر موقوف ہے کہ بندوق کی گولی کاٹتی ہے یا توڑتی ہے۔ اگر تیر یا نیزے کی انی کی طرح سے یہ کاٹتی ہے تو بلا شبہہ بندوق سے کیا ہوا شکار مطلقاً حرام ہوگا اس لئے کہ قرآن کریم کی نص سے یہ ثابت ہے کہ موقوذہ حرام ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ۔

ماضی قریب کے کچھ نیم اہل علم نے یہ فتویٰ دیا کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ انھوں نے اس کو تیر پر قیاس کیا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے جب تک کہ اسے زندہ رہنے کی حالت میں اس پر قابو پاکر بہ طریق شرعی ذبح نہ کیا جائے اس لئے کہ بندوق کی گولی کاٹتی نہیں ہے بلکہ توڑتی ہے جیسے پتھر اور لاٹھی۔ اس لئے کہ کاٹنا دھار دار چیز کا خاصہ ہے جیسے چھری، چاقو، تلوار، تیر کا پھل اور نیزہ کی انی اور جن چیزوں میں دھار نہ ہو وہ کاٹتی نہیں ہیں بلکہ توڑتی ہیں۔ شدید ٹکراؤ سے جسم کو توڑ کر اندر گھس جاتی ہیں اور یہ تبھی ہے کہ بندوق کی گولی خواہ گول ہو جیسے پرانے زمانے کے کارتوسوں میں ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے یا نوکیلی ہو جیسے رائفل یا پستول کی جدید گولیاں ہوتی ہیں دھار کسی میں نہیں ہوتی نوک ہونا اور بات ہے دھار ہونا اور بات ہے ــ مولی، گاجر نوکیلے ہوتے ہیں مگر کوئی عقلمند یہ نہ کہے گا کہ اس میں دھار بھی ہے۔ تو جب بندوق کی کسی قسم کی گولی میں دھار نہیں ہوتی تو وہ کیسے کاٹے گی اس لئے بندوق کی گولی کو تیر پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کہ تیر کے پھل میں دھار ہوتی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ بندوق کی گولی جسم کو توڑ کر زخم پیدا کرتی ہے اس لئے بندوق کا مارا ہوا جانور موقوذہ میں داخل

ہے اور یہ بلا شبہہ حرام ہے۔[1]

(۵)

رویت ہلال

رویت ہلال اس دَور کا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ رویت ہلال کے ثبوت کے طریقے بھی ہیں۔ اسلام کی متعدد عبادتوں کا دار و مدار رویت ہلال پر ہے اس لئے کہ شریعت نے ان کے لئے قمری مہینہ یا قمری مہینوں کی تاریخیں متعین کی ہیں مثلاً روزۂ رمضان، نماز عیدین، صدقۂ فطر، قربانی حج۔

قمری مہینہ کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے۔ اس کو لوگوں نے نجی معاملہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ جب قمری مہینوں کے ساتھ شرعی عبادتوں کا تعلق ہے تو عبادتوں کی حد تک یہ خالص دینی مسئلہ ہوا اس لئے مہینوں کی ابتداء اور انتہاء بھی دینی معاملہ ہے۔ اس کو اسی معیار کے مطابق معلوم کرنا چاہئے جو شریعت نے مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ساری عبادتیں اور ان کے اوقات شارع کی طرف سے معین ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی اپنی رائے سے کرنی شریعت کی تحریف ہے۔

چاند کے ثبوت کے لئے شریعت نے بنیادی طور پر دو طریقے مقرر فرمائے۔ اوّل کسی مہینہ کا تیس دن پورا ہونا۔ دوم رویت۔ حدیث شریف میں ہے فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین یوماً۔ دوسری حدیث میں ہے صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ اگلے زمانے میں مراسلت کے یہ نئے طریقے نہیں تھے۔ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ کا وجود نہیں تھا۔ خطوط کی آمد و رفت تھی لیکن نہ ہونے کے برابر اس لئے ایک شہر کی رویت کی خبر دوسری جگہ بہت دیر سے پہنچتی تھی لیکن آجکل

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۸۔

چند گھنٹے چند منٹ میں ہلال کی خبر کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ اپنے روزمرہ کے معاملات میں تار ٹیلیفون کا کافی اعتبار ہے۔ عام لوگوں نے رویت ہلال کے سلسلہ میں بھی تار و ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر کو معتبر سمجھنا شروع کر دیا ہے ان کا استدلال ہے کہ جب ہم اپنے روزمرہ کے معاملات میں اس کا اعتبار کرتے ہیں تو چاند کے معاملہ میں کیوں نہ اعتبار کریں۔ گویا رمضان کب شروع ہوگا؛ کب ختم ہوگا؟ کب روزہ رکھنا ہے؛ اور کب تک رکھنا ہے؛ کب نماز عیدین پڑھنی ہے؟ کب سے قربانی کرنی ہے اور کب تک ہو سکتی ہے؛ ان سب باتوں کو لوگوں نے اپنا نجی معاملہ سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ امور خالص دینی شرعی ہیں۔

اعلیٰحضرت عوام کے اس واہمہ کو دور کرنے کے لئے اور شریعت کے صحیح موقف کی تعیین کے لئے متعدد رسالے تصنیف فرمائے اور متعدد مسائل لکھے جن کا مجموعہ جہازی سائز کے دو سو صفحات سے کم نہ ہوگا۔ جس میں احادیث کریمہ اور ارشادات فقہاء سے نہایت واضح طریقہ پر ثابت فرمایا کہ ہلال کے ثبوت کے لئے خط، تار غیر معتبر ہیں۔[1]

اعلیٰحضرت کے استدلالات کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند کی رویت پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ بطریق شرعی ثابت ہو۔

ثبوت رویت ہلال کے لئے شریعت میں سات طریقے ہیں۔

(۱) کسی مہینہ کا تیس دن پورا ہونا (۲) رویت عامہ (۳) شہادت علی الرویہ (۴) شہادت علی شہادۃ الرویہ (۵) شہادۃ علی حکم القاضی (۶) کتاب القاضی الی القاضی (۷) استفاضہ۔

اعلیٰحضرت نے ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی

---

[1] اعلیٰحضرت کے زمانہ میں ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلیویژن وغیرہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

امر الھلال لکھا جس میں مندرجہ ذیل تنبیہات کے ذریعہ مسائل کو واضح فرمایا۔

تنبیہ اوّل۔

شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنار فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لئے بہت قیود و شرائط لگائیں جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آمد نہیں اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ فتح القدیر و دُرمختار و فتاوٰی ہندیہ و حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح۔ شرح نورالایضاح میں ہے واللفظ للدر یلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئك بطریق موجب۔ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی دُرمختار میں فرماتے ہیں بطریق موجب بان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھد علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم ہے کہ شرعًا اس کا موجب وملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتوٰی پر جرأت کس لئے والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافی کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے۔

تنبیہ دوم۔

تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے

بااین ہمارے علمار نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے اشباہ میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر۔ فتح القدیر میں ہے الخط لا ینطق وھو متشابہ دُرمختار میں ہے لا یعمل بالخط الخ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینہ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کافی شرح وافی میں ہے الخط یشبہ الخط وقد یزور و یفتعل عینی شرح کنز میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل التزویر مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر میں ہے القضاء والشھادۃ لا یحل الا عن علم ولا علم ھٰھنا لان الخط یشبہ الخط فتاوٰی عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم۔ مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامہ السیری پھر ردالمحتار میں ہے لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل غمز العیون میں فتاوی امام اجل ظہیرالدین عینانی سے ہے العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور ویفتعل ای من شانہ ذلک وکونہ من شانہ ذلک یقتضی عدم العمل بہ وعدم الاعتماد علیہ وان لم یکن فی نفس الامر کما ھو ظاھر۔ دیکھئے کس قدر روشن واضح تصریحات ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں نہ اس پر عمل ہو نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو۔ اس کی بنار پر حکم وگواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مانند بن سکتی ہے اور صاف ارشاد کرتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت

تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب وتزویر نہایت آسان کیونکہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی سبحان اللہ ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مہر بنا لینا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی نہ رجسٹری کی طرح شناخت کہ گواہ لئے جائیں علاوہ بریں تار والوں کی وجوب صدق پر کون سی وحی نازل کہ ان کی بات خواہی نخواہی واجب القبول ہوگئی اور اس پر احکام کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلت علم قلت علما پر انا للہ وانا الیہ راجعون

تنبیہ سوم۔

قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لئے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں غالباً ان کا بیان حکایت واخبار محض سے کہنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں اگر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہنچا بلکہ نسل در نسل ہو کر آیا صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اس نے تار کو جنبش دی اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی اور ضروریات معلومہ سے جو فہم میں آیا اسے نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول از نامقبول اس قدر وسائط تو

لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جاکر تار دیں اب جس کے ہاتھ کھلا پہنچنا مانئے وہ جُدا واسطہ اس فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت اور ہر تار کا بابو اُردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت بااین ہمہ فصل زاید ہوا اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت و وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں ماشاءاللہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفار ان خدمات پر متعین غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفلیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنار کرنا استغفر اللہ علمار تو علمار ہیں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم۔

علمار تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاضی مولی من قبل الامام اھ ملتقی فتح میں ہے ھذا لنقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لایصلح الامن القاضی غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے رہے قاضی اُن کی نسبت صریح ارشاد کر اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی ان ہی وجہوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں

مقبول نہ ہو اور پھر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس ہوتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا ہے اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل و فاحش خطا پھر حکم قبول خط سے گذر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا ائمہ دین تو یہاں تصریح فرماتے ہیں کہ قاضی اگر اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گذریں ہرگز نہ سُنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے بیام ایلچی و خود بیان قاضی اس سے جُدا ہے امام علامہ محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ وقد منا انہ لو ذکر ما فی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک الا انہ اجیز باجماع التابعین علیٰ خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔

سبحان اللہ پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں

ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اور جب شرعاً قاضی کا تاریوں بے اعتبار تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار ناچیز تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔

تنبیہ پنجم۔

قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا یا ہم کو دے کر گواہ کرلیا کہ یہ خط اسی کا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو

اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو ہدایہ میں ہے لا یقبل الکتاب الا شھادۃ رجلین او رجل او امرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلا بد من الحجۃ فتاویٰ ہندیہ میں ملتقط سے ہے یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجۃ شرعاً فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم ولکن جعلناہ حجۃ بالاجماع ولکن انما یقبلہ القاضی المکتوب الیہ عند وجود شرائطہ ومن جملۃ الشرائط البینۃ حتی ان القاضی المکتوب الیہ لا یقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینۃ انہ کتاب القاضی عقود الدریہ میں فتاویٰ علامہ قاری الہدایہ سے ہے اذا شھدوا انہ خطہ من غیر ان یشاھدوا کتابتہ فلا یحکم بذلک درمختار میں ہے واکتفی الثانی بان یشھدھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی۔ سبحان اللہ یہ خطوط اور تار جو یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بیجا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

لے اشارگی الھلال بابطال ما احدث الناس من امر الھلال۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

کسی فقیہ کی شان تفقہ کا اندازہ کرنے کے لئے فقہ کی تعریف اور اس کے لوازمات کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے سب سے پہلے اختصار کے ساتھ اس کا بیان ناگزیر ہے۔

مجتہد کے لئے اسلاف سے جن شرطوں کا ذکر ملتا ہے اعلیٰ حضرت یقیناً ان شرائط کے حامل تھے۔ امام صدر الشریعۃ شرائط اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "شرطہ ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ لغۃً وشرعاً واقسامہ المذکورۃ وعلم السنۃ متناً وسنداً و وجوہ القیاس کما ذکرنا۔[1]

اس کی تفصیل علامہ تفتازانی اس طرح فرماتے ہیں۔ کتاب اللہ کے مفاہیم تک رسائی کے لئے لازمی ہے کہ لغت، نحو، صرف اور معانی و بیان میں مہارت ہو اور اصولی طور پر جو خصوصیات احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں ان کی معرفت میں بھی کمال ہو مثلاً عام، خاص، مشترک مجمل، مفسر اور اقسام دلالات وغیرہ بھی جاننا ضروری ہے اور مفاہیم سنت تک پہنچنے میں جہاں یہ تمام علوم اور اقسام اصولی شرط ہیں وہیں احادیث کی سند اور احوال رواۃ پر بھی آگاہی ضروری ہے قیاس کے شرائط واقسام اور ان کے احکام نیز ان میں مقبول اور نامقبول میں تمیز کا علم بطور ملکہ حاصل ہو فقیہ کو اجماع امت سے بھی آگاہ ہونا چاہئے تاکہ اس کا اجتہاد اجماع سے مزاحم نہ ہو۔[2]

---

[1] توضیح مصری ص ۱۱۰، ۱۸ ۲۷۰۔ [2] تلویح مصری ص ۱۱۷، ۱۱۸ ۲۷۰۔

علامہ تفتازانی نے علم کلام کی معرفت بھی شرائط اجتہاد میں شمار کی ہیں۔[1]

علامہ طاش کبری زادہ علم فقہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ ھو علم باحث عن الاحکام الشرعیۃ العملیہ من حیث استنباطھا من الادلۃ التفصیلیۃ ومبادیہ مسائل اصول الفقہ ولہ استمداد من سائر العلوم الشرعیۃ والعربیۃ [2]

امام سرخسی نے تمامیت فقہ کے لئے عمل صالح کی قید کا اضافہ بھی فرمایا ہے ان تمام الفقہ لایکون الا باجتماع ثلاثۃ اشیاء العلم بالمشروعات والاتقان فی معرفۃ ذلک بالوقوف علی النصوص بمعانیھا وضبط الاصول بفروعھا ثم العمل بذلک فتمام المقصود لا یکون الا بعد العمل بالعلم۔[3]

ان شواہد کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایک تخمینہ قائم کیا جا سکے کہ فقہ و اجتہاد کے لئے کتنے علوم کی مہارت شرط ہے اسی طرح اصول و فروع کی تفصیلات نیز اجماع امت اور قیاس کے اقسام و احکام میں کس قدر بصیرت لازم ہے ان شہادات سے یہ امر بھی مفہوم ہوتا ہے کہ فقیہ ہر مسئلہ کا استنباط اس کی تفصیلی دلیل سے کرنے پر قادر ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں جب تک وہ فقیہ ثاقب الذہن طباع سلیم الفکر اور نکتہ رس قابل اعتماد نہ ہو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ فقیہ کو تدین و تقویٰ سے بھی متصف ہونا چاہئے تاکہ قدم بہ قدم اسے تائید غیبی بھی حاصل رہے۔

عہد صحابہ کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام فقہاء کے امام اور قائد شمار کئے گئے ہیں امام شافعی فرماتے ہیں۔ ما رأیت احدا افقہ منہ من اراد ان یتفقہ فعلیہ بہ و باصحابہ۔[4]

اصول و فروع کی ترتیب عہد امام ہی میں مکمل ہوگئی البتہ فکری مراتب کے اعتبار

---

[1] حاشیۃ السعدیہ علی شرح العقدیہ ج۰ ۲ ص ۲۹۰۔ [2] مفتاح السعادۃ ج۰ ۲ ص ۱۹۴۔

[3] اصول سرخسی ج ۱ ص ۱۰۔ [4] مفتاح السعادہ ج۰ ۲ ص ۲۰۲۔

سے ان کی تہذیب کا کام ہر دور میں جاری رہا اس لئے طبقات، فقہار کا تعین بھی ضروری ہوا تاکہ ہر ایک کی منزلت اور طبقاتی خصوصیت کی رعایت سے ان کے اقوال کی تنقیح اور ترجیح کا اعتبار کیا جائے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہا کو سات طبقات میں تقسیم فرمایا ہے۔

(۱) مجتہدین فی الشرع :- وہ فقہار جنھوں نے قواعد اصول کی تاسیس فرمائی ائمہ اربعہ اسی طبقہ میں معدود ہیں۔

(۲) مجتہدین فی المذہب :- وہ فقہار ہیں جو مجتہد فی الشرع سے منقول قواعد کی پابندی کے ساتھ دلائل سے استخراج مسائل پر قادر ہیں اگرچہ بعض فروع میں مجتہد فی الشرع کے خلاف بھی ہیں۔

(۳) مجتہدین فی المسائل :- وہ فقہار جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے پر قادر ہیں۔

(۴) اصحاب تخریج :- یہ لوگ اجتہاد پر قادر نہیں ہوتے لیکن اصول اور ماخذ تفسیر مجمل، تفصیل مبہم، اور تعیین محتمل پر قادر ہوتے ہیں۔

(۵) اصحاب الترجیح - مذہب کی روایت مختلفہ میں کسی ایک کو ترجیح دینے پر قادر ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمییز :- یہ حضرات قوی و اقوی اور ضعیف نیز ظاہر الروایۃ اور نوادر وغیرہ میں فرق کرتے ہیں۔

(۷) اصحاب تلفیق :- جنھیں کھرے کھوٹے میں امتیاز کی تمیز نہیں ہوتی۔

لے شامی ج ۱ ص ۹، و فصل القضا فی رسم الافتاء ص ۲ تا ۳۔

علامہ ابن کمال نے طبقات تقسیم کے ذیل میں بطور مثال جن فقہاء کا شمار کیا ہے وہ محل نظر ہے۔ اس لئے کہ آپ نے رازی و کرخی کو اصحاب تخریج میں اور قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے حالانکہ بلا شبہ یہ حضرات مجتہد فی المسائل تھے اسی طرح آپ نے اصحاب تخریج کے متعلق کہا ہے کہ یہ لوگ اجتہاد پر قادر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اصحاب تخریج کے ضمن میں جو فقہا شمار کئے جاتے ہیں وہ سب مجتہد فی المسائل کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ مجتہد مطلق کے بعد ہر طبقہ کے لئے ایک وصف مخصوص ہے اگر یہ اوصاف خاصہ کسی ایک شخصیت میں جمع ہو جائیں تو اس شخصیت کا شمار بہ یک وقت کئی طبقات میں ہو سکتا ہے۔

علامہ کفوی نے فقہائے مقلدین کے پانچ طبقات رکھے ہیں اس لحاظ سے آپ نے ابن کمال پاشا کے ذکر کردہ اوّل و آخر کو ترک کر کے صرف درمیانی پانچ طبقات شمار کئے ہیں دونوں رایوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مجتہد فی المذہب کا دروازہ ابو البرکات نسفی المتوفی ۷۱۰ھ پر ختم ہو گیا۔[۱]

علاّمہ بحر العلوم لکھنوی نے اس قول کو رد فرما دیا ہے۔[۲]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نیرنگیٔ زمانہ کی وجہ سے ہر دَور میں گوناگوں مسائل کا پیدا ہونا لوازم عالم سے ہے لہٰذا ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلہ کا حل نکالنے کے لئے اللہ کی رحمتوں سے مجتہدین کا سلسلہ قائم رہنا ضروری ہے۔ مجتہد مطلق کا وجود ہر دَور میں ضروری نہ سہی مگر مجتہد فی المذہب یا مجتہد فی المسائل کے وجود کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا پھر واقعات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں چنانچہ امام نسفی کے بہت بعد امام ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) گذرے ہیں۔ آپ کی

---

۱ الفوائد البہیہ ص ۸۶ - ۲ فواتح الرحموت ص ۶۲۴ -

کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں کہ آپ مجتہد تھے۔[1]

ابن کمال اور کفوی نے مجتہد فی المذہب کی جو تعریف کی ہے امام ابن ہمام اس پر پورے اُترتے ہیں اس لئے بحر العلوم کی طرح ہم بھی یہ تسلیم کرنے سے قاصر نہیں کہ مجتہد فی المذہب کا سلسلہ امام نسفی پر ختم ہوگیا۔

پھر امام ابن ہمام کے بعد اعلیٰ حضرت میں ایک عظیم فقیہ کی خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی سوانح دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے صائب الفکر، صائب الرائے شخصیت کے حامل تھے آپ کا بچپن ایک زکی الطبع، قوی الفکر انسان کے شباب سے کم نہ تھا آپ سرحد شباب میں داخل ہونے تک جملہ فنون عربیہ اور علوم دینیہ اور ان کے مبادی میں ماہر نظر آتے ہیں۔ علم کے کسی میدان میں آپ کی جولانیٔ قلم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علم حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر کے پرتو ہیں۔ علوم عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں تو امام ابو حنیفہ کے قواعد و اصول برتنے میں آپ پر بزدوی سرخسی کا شبہہ ہوتا ہے اور صرف انھیں علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کی شان یکساں معلوم ہوتی ہے اور اس شان میں آپ کی انفرادیت اس درجہ ہے کہ اقران و امثال ہی نہیں بلکہ کئی صدی قبل بھی آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آپ منفرد نظر آئیں گے۔

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہاء کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بہت آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شان روایت اور رنگ اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت کو ملی اور مسائل کی تنقیح فقہ کی جملہ متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے جو علامہ شامی کی ایک مسلمہ خصوصیت تھی اعلیٰ حضرت کے حق میں مقدر

[1] الفوائد البہیہ ص ۱۴۰

ہوگئی گویا اعلیٰ حضرت بہ یک وقت ابن ہمام بھی تھے اور ابن عابدین بھی۔

عرب و عجم کے بے شمار فقہار اور اہل علم و دانش اعلیٰ حضرت کا تفقہ تسلیم کر چکے ہیں الدولۃ المکیہ اور اعلیٰ حضرت کی دوسری تصانیف پر علمائے حذاق کی تقریضات ہمارے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہیں اعلیٰ حضرت فقہائے مقلدین کی جملہ خصوصیات کے حامل تھے۔

(۱) اقوال سلف پر آپ کی نظر بہت ہی وسیع تھی جب کسی مسئلہ کی تائید میں ائمہ سابقین کی شہادتیں بیان کرنے پر اترتے ہیں تو سیکڑوں سے بھی ان کی تعداد متجاوز ہوجاتی ہیں اپنے پیشرو فقہار کے اقوال کی مکمل تنقیح فرماتے ہیں۔ کسی نقل یا دلیل پر پرکھے بغیر اعتماد نہیں کرتے روایات مذہب اور اگلوں کے استنباط کے قوت و ضعف اور مراتب صحت پر نشاندہی فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اصحاب تمیز کے خواص سے یقیناً متصف تھے۔ ہمارے اس دعویٰ پر اعلیحضرت کے ہزاروں فتاوے شاہد ہیں بذل الجوائز، سبحان السبوح، التحریر الجید، نفی العار، ردالرفضار، القطوف الدانیہ، الہادی الحاجب جیسے پچاسوں رسالے سے آپ کے استحضار روایات و عبارات پر روشنی پڑتی ہے۔

اس ذیل میں یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ مسائل یا حکم کا منکر جن علمار پر اعتماد رکھتا ہے ان کی شہادتیں التزاماً لاتے ہیں۔ حیات الموات الکوکب الشہابیہ وغیرہ میں ایسے مواد ملتے ہیں۔

(۲) مذہب کی روایات مختلفہ کو باعتبار ترجیح ہم کئی حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ علمائے سلف نے اکثر روایات میں ترجیح و تنقیح فرمادی ہے لیکن جہاں ترجیحات میں معتمد فقہار متفق ہیں وہیں بھاری تعداد اختلاف ترجیح کی بھی موجود ہے اور بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو تا ہنوز تشنہ ترجیح ہیں ترجیحات سلف میں ایسا بھی

ہوا کہ جن اسباب کی روشنی میں کسی قول کو ترجیح دی گئی اور مرور زمانہ سے وہ اسباب متغیر ہو گئے اس لئے ترجیح جدید ضروری ہوئی۔

اعلیٰ حضرت نے ترجیح سابق میں کسی قسم کی تبدیلی پسند نہ فرمائی مذہب جس طرح کتب متون میں منقول ہے اس پر اعتماد فرمایا البتہ زمانہ کے تغیرات سے شرعاً حکم پر جو اثر پڑتا ہے اس کی رعایت التزاماً ملحوظ رکھی ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ الفتویٰ یتغیر بتغیر الزمان البتہ تبدیل حکم میں تغیرات ماحول کا ہر جگہ اعتبار نہ کیا جائے گا اعلیٰ حضرت نے اس کے لئے چھ مواضعات کا تعین فرمایا ہے اور ایک ضابطہ وضع کر کے یہ ثابت کیا کہ یہ تغیر حکم بھی قول امام کے درجہ میں ہے فرماتے ہیں:۔

"قول امام کی دو صورتیں ہیں ظاہر اور ضروری۔ قول ظاہر جو امام سے صراحۃً منقول ہو۔ قول ضروری یہ ہے کہ امام سے منقول تو نہ ہو لیکن کسی حکم عام کے تحت آسکے کہ اگر اس ماحول میں امام کے سامنے یہ صورت مسئلہ آتی تو یہی حکم صادر فرماتے قول ظاہر اور ضروری میں تعارض ہو تو ضروری کو ترجیح دی جائے گی اور یہ تعارض صرف چھ صورتوں میں معتبر ہیں۔ (۱) ضرورت (۲) رفع حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) اہم دینی مصلحتوں کی تحصیل (۶) کسی فساد موجود یا مظنون کا ازالہ۔ اور انھیں وجوہ کے پیش نظر صحیح احادیث کے خلاف میں بھی فتویٰ دیا جاتا ہے جو درحقیقت مخالفت حدیث نہیں جیسے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا۔" [1]

اختلاف ترجیح کی شکل میں آپ نے ترجیحات کو کالعدم قرار دیا اور پوری بحث و تحیث کے بعد یہ ضابطہ مقرر فرمایا یقدم قول الامام عند اختلاف التصحیح

---

[1] اجلی الاعلام ص ۳۸۵ و ۳۸۶

اسی طرح آپ نے صدہا غیر منقح تشنۂ ترجیح مسائل کی اسباب وعلل کی روشنی میں ترجیح فرمائی - آپ کے فتاویٰ کے ساتھ کتب فقہ پر آپ کے حواشی و تعلیقات ہمارے اس بیان کی واضح دلیل ہیں اس لئے ہم کو بجا طور پر یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ائمہ ترجیح میں بھی شمار کریں۔

(۳) روایات مذہب اور فقہائے مابعد کے اقوال میں مجمل الا مبہم اقوال بھی بہ کثرت ملتے ہیں۔ ائمہ تخریج نے مجمل کی تفسیر اور مبہم کا بیان اور دیگر قیود و شرائط کا بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک بھی کچھ ایسے گوشے باقی رہ گئے کہ جن میں عمل تخریج کی ضرورت تھی آپ نے ایسے بیشتر مقامات کی تنقیح فرمائی اور اسی تخریج کے ذریعہ حکم کے لئے صورت مسئلہ کا تعین فرمایا۔ مثلاً ماء مستعمل کی تعریف اور اس کا حکم متون مذہب میں بالفاظ ذیل منقول ہے۔

والماء المستعمل لا یجوز استعماله فی طهارة الاحداث والماء المستعمل کل ماء ازیل به حدث او استعمل فی البدن علی وجه القربة۔[1]

اعلیٰ حضرت نے کل ماء میں ماء قلیل کی قید پھر بدن سے جدا ہونے کی قید کا بھی اضافہ فرمایا اور ستائیس احتمالات قائم کر کے پانی کے مستعمل ہونے کی صورت متعین فرمائی اس موضوع پر مکمل مفصل تحقیق پر "الطرس المعدل" نامی ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جسم انسانی کا پانی سے مس پانی کو کب مستعمل بناتا ہے اس پر مفصل توضیح و تفسیر اور احتمالی صورتوں کی تعلیل وغیرہ کے ساتھ نہایت درجہ محقق و منقح بیان کے لئے ایک بسیط رسالہ النمیقۃ الانقی تحریر فرمایا۔ بچوں کی صغیر و کبیر اشیاء کا استعمال ممنوع ہونے اور اس کا ہبہ باطل ہونے پر ایک مفصل

---

[1] قدوری ص ۷۔

رسالہ عطاء النبی تحریر فرمایا۔ جس میں مبہم عبارتوں کی تشریح اور احتمالات کی تعیین اور صورت مسئلہ کا تقرر وغیرہ مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور رسائل و حواشی میں تخریجات کی نظائر کم نہیں ہیں۔

ائمہ سابقین کی تخریجات میں جو تسامح ہوا ہے اس کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ رسالہ "اضاءۃ الطلاق" اور "جد الممتار" میں اس کے نظائر و شواہد موجود ہیں امام ابن ہمام، ابوالسعود، ابن کمال، برجندی، زیلعی، ملک العلماء کاسانی، فخرالاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی علیہم الرحمہ کی تخریجات پر جابجا مدلل کلام فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ان ابحاث پر نظر پڑنے کے بعد ایک دانشمند قاری آپ کا مقام ائمہ تخریج میں آسانی سے متعین کر سکتا ہے۔

(۴) حوادث و وقائع کا سلسلہ غیر متناہی ہے جب کہ نصوص شرعیہ متناہی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلہ کا حکم شرعی اجتہاد کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔ مجتہدین فی المسائل امام مطلق کے اصول و قواعد کی روشنی میں ان مسائل کو حل فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے دور میں پیدا ہونے والے سیکڑوں مسائل میں احکام کا استخراج فرمایا ہے مثلاً نوٹ کی ایجاد کے بعد کئی قسم کے مسائل پیدا ہوئے کہ نوٹ سونا چاندی نہیں ہے لیکن قیمتی ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ جنس قدری نہیں ہے بلکہ عددی ہے تو اس کی بیع تفاضل سے دکھلائے گی یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نوٹ کی حقیقت شرعی متعین کر کے اس سے متعلق احکام کا بیان فرمایا۔ آپ کا یہ فتویٰ سو صفحات سے متجاوز ہو گیا۔ جس کا تاریخی نام کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم ہے عرب و عجم کے مشائخ کبار نے اسے بے پناہ سراہا۔

دوسری شوگر مل سے متعلق یہ بات مشہور ہو کر حکم شرع کی طالب ہو گئی کہ

شکر کا تصفیہ ہڈیوں کے بُرادہ سے کیا جاتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ ہڈیاں حلال جانوروں کی ہیں یا نہیں۔ پاک ہیں یا ناپاک ؟ اعلیٰ حضرت نے دریافت حکم کے لئے دس مقدمات استدلال کے ساتھ قائم فرمائے اس کے بعد نہایت اعلیٰ تحقیق کے ساتھ حکم شرع کا استنباط فرمایا۔ آپ کی یہ تحقیق وسیع ہو کر رسالہ "الاحلی من السکر" کی شکل میں کئی اجزار میں سمائی ریل پر نماز کا حکم کیا ہے جن مقامات میں ایک شب و روز کا سال ہوتا ہے وہاں روزہ نماز کا کیا حکم ہے ؟ ریلوے گارڈ اور ڈرائیور ٹرین لے کر مسافت سفر طے کریں تو وہ مسافر کہلائیں گے یا نہیں ان تمام کا حکم استخراج فرمایا۔ [1]

سلف کے استنباط میں جو مواضع تنقیح طلب تھے ان کی تنقیح فرمائی بطور نمونہ ایک مثال پر اکتفار کرتا ہوں۔

حکم ائمہ یہ ہے کہ وصی یا وارث نے میت کی تجہیز و تکفین مثل اپنے مال سے کر دی تو ترکہ سے اپنی رقم واپس لے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جہاز و کفن مثل دین میں شمار ہو گا یا اسے حق تکفین سے مؤخر کرنا پڑے گا۔ اور حکم تکفین میں رکھیں تو اس سے رقم کی ادائیگی دیون پر مقدم ہو گی۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کفن دینے والا اسوۃ الغرمار ہے اس کا حق دیگر قرضخواہوں پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ دین پر تجہیز کی تقدیم حق میت کے سبب تھی جس طرح حالت حیات میں ذاتی حق مثل نان شبینہ دیون پر مقدم تھا اور جب وصی یا وارث نے تکفین کر دی تو حق میت ساقط ہو گیا اب صرف ادائے دین کی صورت رہ گئی۔ فھو اسوۃ الغرماء اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص لباس کا ضرورت مند ہو تو اس کی یہ ضرورت عام دیون پر مقدم ہو گی۔ لیکن اگر کسی نے

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج سوم کتاب الصلوٰۃ۔

اسے بہ شرط رجوع لباس دے دیا تو یہ دینا دیگر دیون پر مقدم نہ ہوگا بلکہ وہ بھی احد الدائنین میں شمار ہے نیز یہ کہ آدمی اپنی حیات میں اکل وشرب و دیگر حاجات اصلیہ کے لئے دین لیتا ہے تو یہ دائن کسی صورت سے اس سے کم درجہ نہیں جس نے موت کے بعد طاری ہونے والی حاجت کے لئے دین دیا۔[1]

اعلیٰ حضرت کے استنباط واستخراج کو اگر ہم تفصیل سے قلمبند کریں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

ان شواہد کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مجتہد فی المسائل کہنے میں بھی ہمیں کسی قسم کا تردد یا اشکال نظر نہیں آتا بلکہ اعلیٰ حضرت میں یہ اوصاف بطور ملکہ تھے۔

(۵) اعلیٰ حضرت جہاں دین کے اصول وفروع اور عربیت کے فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے وہیں آپ فقیہ النفس بھی تھے عہد طفلی میں بھی صاحب بصیرت مفتی دکھائی دیتے ہیں آپ نے آٹھ سال کی عمر میں فرائض کا ایک دقیق فتویٰ تحریر فرمایا[2] اور جب آپ عمر کے تیرھویں سال میں داخل ہوئے اس وقت درس نظامیہ سے متعلق علوم وفنون میں آپ ماہر ہوچکے تھے بلکہ زیر تعلیم کتابوں پر آپ کے حواشی وتعلیقات بھی موجود تھے۔ اور جب آپ تیرہ سال دس مہینہ پانچ دن کی عمر کو پہنچے اسی روز آپ پر نماز فرض ہوئی اور اسی روز آپ کے والد ماجد نے منصب افتاء پر مامور فرمایا۔ بیٹھتے ہی آپ کے سامنے سب سے پہلے حرمت رضاعت سے متعلق ایک دقت طلب مسئلہ پیش ہوا کہ ناک کے ذریعہ عورت کا دودھ بچے کے حلق میں پہنچ گیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں۔ آپ نے مدلل طور پر حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم صادر فرمایا۔[3]

---

[1] جد الممتار برحاشیہ رد المحتار ج ۵ ص ۲۴۲۔ [2] حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳۰، [3] الملفوظ ج ۱ ص ۱۴۔

ابتدائے عمر میں ہی آپ کو فقہی جزئیات وکلیات پر عبور حاصل تھا عمر کے اضافہ کے ساتھ آپ کی علمی گہرائی، وسعت مطالعہ اور ممارست و تجربہ میں اضافہ ہوتا گیا آپ کی فقہی خصوصیات میں یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ ابتداء سے لے کر آخیر عمر تک آپ کے فتاویٰ تحقیق پر مبنی ہوتے تھے اور آپ کو کسی فتویٰ سے رجوع کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

اعلیٰ حضرت کی فقہی اور کلامی بحثیں اور انداز تحقیق دیکھنے کے بعد ہم درج ذیل نتائج بھی اخذ کرتے ہیں۔

(الف) کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اسے نظر انداز نہیں ہونے دیتے۔ یہ ضرورت نہیں کہ جو مسئلہ زیر بحث ہے اسی پر قرآنی شہادت قائم کی جائے بلکہ ضمنی مسائل اور مسئلۂ زیر بحث کے مقدمات پر گفتگو کرتے ہوئے بھی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں اور جب آپ کتاب اللہ سے کوئی دلیل لیتے ہیں تو بسا اوقات اصولی اور تفصیلی بحثیں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم مفسر اور ماہر اصول فقہ ہیں ساتھ ہی ساتھ مفسرین کرام کے اقوال اور بے شمار کتب تفسیر پر عبور تامہ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے ہم اپنی تائید میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ "تجلی الیقین، جزاء اللہ عدوہ، الزبدة الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ، الامن والعلیٰ سبحٰن السبوح جیسی متعدد تصانیف کو پیش کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا قابل تعریف موقف یہ بھی ہے کہ تفسیر قرآن میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہیں دیتے۔

(ب) اعلیٰ حضرت کے تحقیقی فتاویٰ میں احادیث کریمہ کی شہادتیں اس وسیع پیمانے پر ملتی ہیں کہ گویا تمام احادیث مرویہ آپ کی نگاہ میں تھیں۔ احادیث کے راویوں، حدیث کے صحت وضعف اور دوسرے اقسام، الفاظ کے تغیرات متن و سند کی زیادات پر موقع موقع سے بحثیں بھی فرماتے ہیں۔ جرح و تعدیل کے الفاظ

و معانی اور متن کے اقسام دلالات احادیث کے محمولات اور محتملات نیز دیگر نکات پر بھی آپ گہری نظر رکھتے تھے۔ بالعموم کوئی بھی حدیث بے حوالۂ کتب ذکر نہیں فرماتے ایک ایک حدیث کی تخریج میں کبھی کبھی دس پندرہ کتابوں کے نام بہ طور حوالہ ذکر فرماتے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر آپ کے پیشرؤوں سے کسی حدیث کے حوالہ میں کوئی سہو ہو گیا تو آپ اُس کی تصحیح تخریج فرماتے ہیں اور نتائج کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں اسی طرح مراد حدیث میں کسی سے چوک ہوئی تو اس پر بھی آگاہ فرماتے ہیں۔

(ج) مسائل فقہیہ کے استخراج اور استنباط و تائید میں ضمناً کئی علوم کا بکثرت استعمال فرمائے۔ لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، منطق و فلسفہ، حساب اقلیدس اور ہیئت وغیرہ سے مدد لینے میں کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔

علوم کی معرفت و ممارست بہت ہی اہم اور مشکل شئ ہے لیکن کمال علم و وفور علم یہ ہے کہ علوم غیر متعلقہ سے بھی مقصد برآری میں کامیابی حاصل کر لی جائے۔ اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ علوم و فنون کو دین متین کی خدمت میں بھی لگا دیا جائے اعلیٰ حضرت کو یہ خصوصیت بدرجۂ کمال حاصل تھی۔

اعلیٰ حضرت کے فتویٰ وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اول نظر میں آپ کی حسب ذیل خصوصیات کا ادراک ہر قاری کو ہوتا ہے۔

(۱) جس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں اس میں اقوال سلف کا استقصار فرماتے ہیں

(۲) احتمال شقوق کا استیعاب کرتے ہیں۔

(۳) غیر معتمد اقوال و شقوق پر کلام وافر فرماتے ہیں۔

(۴) کلام سلف کی توجیہات کرتے ہیں۔

(۵) اقوال متبائنہ و دلائل مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۶) تطبیق و توجیہ نا ممکن ہو تو ترجیح دیتے ہیں۔

(۷) توجیہ و توفیق اور ترجیح کے اسباب وعلل پر مدلل کلام فرماتے ہیں۔

(۸) ضوابط کُلّیہ وضع فرماتے ہیں۔

(۹) اصلاح و اضافہ فرماتے ہیں۔

(۱۰) دلائل کا تکاثر پایا جاتا ہے۔

(۱۱) دلائل و مسائل کی بھرپور تنقیح فرماتے ہیں۔

(۱۲) مسائل جدیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔

(۱۳) علوم عصریہ سے دینی مسائل کی تائید فرماتے ہیں۔

اس قسم کی بے شمار خوبیاں اعلیٰ حضرت کی فقہی تصانیف میں نظر آتی ہیں۔ جو قاری فقہ میں جتنی بصیرت رکھتا ہوگا اُتنا ہی زیادہ اس کے خزانۂ علم میں اضافہ ہوگا اور اعلیٰ حضرت کے تفقہ سے اس کا تاثر بھی اسی حساب سے ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کی انھیں فقہی تحقیقات اور بے مثال تنقیحات کا جائزہ لینے کے بعد علّامہ سید اسمٰعیل مفتی حرم علیہ الرحمہ پکار اُٹھے۔

لو راٰہ الامام ابوحنیفہ لجعلہ فی اصحابہ[1]

ایک حد تک ہم بھی اس رائے سے متفق ہیں کہ اعلیٰ حضرت قواعد اصول و فروع احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل و اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔

آپ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی اور ملکۂ استخراج پر اعتماد رکھتے تھے بلاشبہ آپ نے فقہ حنفی کے لئے بہترین مواد اور عظیم ترین سرمایہ چھوڑا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

---

[1] الاجازات المتینہ ص ۹

اعلیٰ حضرت کی

فقہی تصانیف

الف — اُردو — مطبوعہ

(الف) :- اُردو (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	الطراز الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۲۹۵ھ
۲	نقاء النیرۃ فی شرح الجوہرۃ	″ لاہور	۱۲۹۵ھ
۳	نقاء النیرۃ فی شرح الجوہرۃ	″ لکھنؤ	۱۲۹۵ھ
۴	انفس الفکر فی قربان البقر	″ اہلسنت بریلی	۱۲۹۸ھ
۵	الامر باحترام المقابر	″ ″ بریلی	۱۲۹۸ھ
٦	اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ	رضوی کتبخانہ بریلی	۱۲۹۹ھ
۷	انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ ﷺ	″ ″ بریلی	۱۳۰۴ھ
۸	البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطیٔ للتعجل	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۹	ازکی الہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال	″ ″ مبارکپور	۱۳۰۵ھ

نوٹ۔ کتاب ۸ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں شریک اشاعت ہے اور کتاب ۹ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں شریک اشاعت ہے۔

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱۰	حیات الموات فی بیان سماع الاموات	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۱۱	النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید	؍ ؍ ؍	۱۳۰۵ھ
۱۲	تبیان الوضوء		۱۳۰۶ھ
۱۳	اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام	حسنی پریس بریلی	۱۳۰۶ھ
۱۴	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	مطبع اہلسنت بریلی	۱۳۰۶ھ
۱۵	تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ	رضا اکیڈیمی لاہور	۱۳۰۷ھ
۱۶	سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید	مطبع اہلسنت بریلی	۱۳۰۷ھ
۱۷	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۱۸	الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم	حنفیہ پٹنہ	۱۳۰۷ھ
۱۹	عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۲۰	حاجز العیب فی حرمۃ تسویۃ الشیب	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۰۷ھ
۲۱	حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان	مکتبۂ حنفیہ پٹنہ	۱۳۰۷ھ
۲۲	الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن	حسنی پریس بریلی	۱۳۰۸ھ
۲۳	ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال	؍ ؍ بریلی	۱۳۰۸ھ
۲۴	اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۹ھ
۲۵	الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۰۹ھ
۲۶	جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۰ھ
۲۷	رعایۃ المذھبین فی الدعاء بین الخطبتین	؍ ؍ ؍	۱۳۱۰ھ

نوٹ:- کتاب ۱۲، ۱۳، ۱۸، ۲۸ بشمول طباعت فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔ کتاب ۲۵ بشمول طباعت فتاویٰ رضویہ جلد پنجم۔ کتاب ۱۰، ۲۷ بشمول طباعت فتاویٰ رضویہ جلد چہارم۔

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب	مطبع	سنہ کیفیت
۲۸	بذل الجوائز علی الدعاء بعد الصلوٰۃ الجنائز	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۱ھ
۲۹	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	؍ ؍ ؍	۱۳۱۱ھ
۳۰	وادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران مواسات وھراسات الفقراء	رضا برقی پریس بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۱	الطائب التہانی فی النکاح الثانی	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۲ھ
۳۲	القلادۃ المرضعہ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ	؍ ؍ ؍	۱۳۱۲ھ
۳۳	سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب	؍ ؍ ؍	۱۳۱۲ھ
۳۴	وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح	؍ ؍ ؍	۱۳۱۲ھ
۳۵	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح لاولیاء	رضا برقی پریس بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۶	وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید	اہلسنت بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۷	القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۳ھ
۳۸	حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین	اہلسنت بریلی	۱۳۱۳ھ
۳۹	شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۱۵ھ
۴۰	الاعلام بحال البخور فی الصیام	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۵ھ
۴۱	النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز	؍ ؍ ؍	۱۳۱۵ھ
۴۲	تجویز الرد عن تزویج الابعد	؍ ؍ ؍	۱۳۱۵ھ
۴۳	ھبۃ النساء فی تحقیق المصاھرۃ بالزنا	؍ ؍ ؍	۱۳۱۵ھ
۴۴	مروج النجاء لخروج النساء	اہلسنت بریلی	۱۳۱۵ھ
۴۵	لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۱۵ھ
۴٦	ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار	مکتبہ حنفیہ پٹنہ	۱۳۱٦ھ

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۴۷	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۱۶ھ
۴۸	تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والسلام	؍ ؍ مبارکپور	۱۳۱۶ھ
۴۹	ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند والبنجالہ	؍ ؍ ؍	۱۳۱۷ھ
۵۰	اصح البیان فی حکم مزارع ھندوستان	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۱۸ھ
۵۱	خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال		۱۳۱۸ھ
۵۲	رامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ	اہلسنت بریلی	۱۳۲۰ھ
۵۳	الحلیت الاسماء لحکم بعض الاسماء	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۲۰ھ
۵۴	طرق اثبات الھلال	؍ ؍ پٹنہ	۱۳۲۰ھ
۵۵	اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر	؍ ؍ ؍	۱۳۲۰ھ
۵۶	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	اہلسنّت بریلی	۱۳۲۰ھ
۵۷	الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل	شیخ غلام علی لاہور	۱۳۲۰ھ
۵۸	مرقاۃ الجمان فی الھبوط من المنبر لمدح السلطان	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۰ھ
۵۹	اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعہ	؍ ؍ مبارکپور	۱۳۲۰ھ
۶۰	الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اللبن	ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۶۲ء بریلی	۱۳۲۰ھ
۶۱	اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۱ھ
۶۲	اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ	مکتبہ کلیمی کانپور	۱۳۲۱ھ
۶۳	آلۃ التحقیق بباب التعلیق	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۲ھ
۶۴	اھلاک الوھابین علیٰ توھین قبور المسلمین	اہلسنّت بریلی	۱۳۲۲ھ
۶۵	ھدایۃ الجنان باحکام رمضان	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۳ھ
۶۶	الجود الحلو فی ارکان الوضوء	؍ ؍ ؍	۱۳۲۴ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۶۷	تنویر القندیل فی اوصاف المندیل	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۲۴ ۱۳ھ
۶۸	لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام	" " "	۲۴ ۱۳ھ
۶۹	الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم	" " "	۲۴ ۱۳ھ
۷۰	ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال	" " "	۲۴ ۱۳ھ
۷۱	نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم	" " "	۲۵ ۱۳ھ
۷۲	تیسیر الماعون للسکن الطاعون	مطبع سعیدی رام پور	۲۵ ۱۳ھ
۷۳	حسن التعمم لبیان حد التیمم	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۲۵ ۱۳ھ
۷۴	السھم الشھابی علی خداع الوھابی	مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد	۲۵ ۱۳ھ
۷۵	العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۲۶ ۱۳ھ
۷۶	بدر الانوار فی اٰداب الاٰثار	اہلسنّت بریلی	۲۶ ۱۳ھ
۷۷	بارق النور فی مقادیر ماء الطھور	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۲۷ ۱۳ھ
۷۸	برکات السماء فی حکم اسراف الماء	اہلسنّت بریلی	۲۷ ۱۳ھ
۷۹	النمیقہ الانقی فی فرق الملاقی والملقی	" "	۲۷ ۱۳ھ
۸۰	الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب	" "	۲۷ ۱۳ھ
۸۱	ترجمہ شمائم العنبر	ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۶۲	۲۷ ۱۳ھ
۸۲	ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۲۸ ۱۳ھ
۸۳	الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا	حسنی پریس بریلی	۲۸ ۱۳ھ
۸۴	الذیل المنوط لرسالۃ النوط	اہلسنّت "	۲۹ ۱۳ھ
۸۵	کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم	" "	۲۹ ۱۳ھ
۸۶	نوٹ کے مسائل	" "	۲۹ ۱۳ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۸۷	عطایا القدیر فی حکم التصویر	اہلسنت بریلی	۱۳۳۱ھ
۸۸	تعبیر خواب و ھوائے رحیاب	تحفۂ حنفیہ پٹنہ	۱۳۳۳ھ
۸۹	نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ	مکتبۂ رکلیمی اہلسنت کانپور	۱۳۳۳ھ
۹۰	النہی النمیر فی الماء المستدیر	اہلسنت بریلی	۱۳۳۴ھ
۹۱	رحب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجہھا وجوفہا فی المساحۃ	〃 〃	۱۳۳۴ھ
۹۲	ھبۃ الحبیر فی حکم ماء کثیر	〃 〃	۱۳۳۴ھ
۹۳	النور والنورق لاسفار الماء المطلق	〃 〃	۱۳۳۴ھ
۹۴	عطایا النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی	〃 〃	۱۳۳۴ھ
۹۵	الرقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان	〃 〃	۱۳۳۴ھ
	سمح الندماء فیما یورث العجز عن الماء	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۹۷	الظفر لقول زفر	〃 〃	نامعلوم
۹۸	المطر السعید علی نبت جنس الصعید	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۹۹	الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۱۰۰	قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۱۰۱	الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۱۰۲	مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ	〃 〃	۱۳۳۵ھ
۱۰۳	البدور الاجلۃ فی امور الاھلۃ	حسنی پریس 〃	
۱۰۴	الوار البشارۃ فی مسائل حج والزیارۃ	قادری پریس 〃	۱۳۳۹ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱۰۵	اراءۃ الادب لفاضل النسب	مطبع سمنانی میرٹھ	
۱۰۶	احکام شریعت حصہ اول	رضوی کتبخانہ بریلی	
۱۰۷	احکام شریعت حصہ دوم	" "	
۱۰۸	احکام شریعت حصہ سوم	" "	
۱۰۹	احکام شریعت حصہ چہارم	" "	
۱۱۰	عرفان شریعت حصہ اول	" "	
۱۱۱	عرفان شریعت حصہ دوم	" "	
۱۱۲	عرفان شریعت حصہ سوم	" "	
۱۱۳	امام الکلام فی قراءۃ خلف الامام	" "	
۱۱۴	اذان من اللہ لقیام سنۃ نبی اللہ	" "	
۱۱۵	الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ	سمنانی کتبخانہ میرٹھ	
۱۱۶	السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ	"	
۱۱۷	مسائل سماع	مکتبۂ کلیمی کانپور	
۱۱۸	المعرکۃ اللمعا علی طالع نطق بکفر طوعاً		
۱۱۹	النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء	انجمن اشرفی دار المطالعہ مبارکپور	
۱۲۰	رویت ہلال کا ضروری فتویٰ		
۱۲۱	نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار		
۱۲۲	حاشیۃ الاصناف فی احکام الاوقاف		
۱۲۳	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	کتب خانہ سمنانی میرٹھ	۲۳ ۱۳ھ
۱۲۴	جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور	بریلی	۳۹ ۱۳ھ

سنۂ تصنیف	مطبع	اسمائے کتب	نمبر سلسلہ وار
۱۳۳۱ھ	کتب خانہ سمنانی میرٹھ	بوریق المنار بشموع المزار	۱۲۵
۱۳۳۲ھ		السیف الصمدانی الی السنتالی والکرانی	۱۲۶
۱۳۳۹ھ	رفاہ عام پریس بریلی	الرمز الواصف علی سوال مولانا آصف	۱۲۷
۱۳۳۹ھ	بریلی	الرصل المرصف علی سوال مولانا آصف	۱۲۸

(ب) اُردو (غیر مطبوعہ)

سنۂ تصنیف	مطبع	اسمائے کتب	نمبر سلسلہ وار
۱۳۰۰ھ		بذل الصفا لعبد المصطفیٰ	۱
۱۳۰۱ھ		المجمل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد	۲
۱۳۰۲ھ		نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء	۳
۱۳۰۲ھ		اجود القری لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القری	۴
۱۳۰۵ھ		الوء لؤ العقود لبیان حکم امرأۃ المفقود	۵
۱۳۰۵ھ		باب غلام مصطفیٰ	۶
۱۳۰۷ھ		حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجھاز	۷
۱۳۱۰ھ		رفیع المدارك فی حکام السوائب و ماطرح المالك	۸
۱۳۱۰ھ		اول من صلی الصلوٰت الخمسہ	۹
۱۳۱۱ھ		السنی والدرر لمن عمر منی آر در	۱۰
۱۳۱۲ھ		سترجمیل فی مسائل السراویل	۱۱
۱۳۱۲ھ		حق الاحقاق فی حادثۃ من نوازل الطلاق	۱۲
۱۳۱۶ھ		انجم انجد فی حفظ المسجد	۱۳

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سنہ تصنیف
۱۴	الشرالبھیہ فی تحدید الوصیہ		۱۳۱۷ھ
۱۵	لب الشعور باحکام الشعور		۱۳۱۸ھ
۱۶	انقۃ الجاریہ عن حلف الطالب عن طلب المواثبہ		۱۳۲۱ھ
۱۷	ردالقضاۃ الی حکم الولاۃ		۱۳۲۳ھ
۱۸	الحق المجتلی فی احکام فی المبتلی		۱۳۲۴ھ
۱۹	مفاد البحر فی الصلٰوۃ بمقبرۃ اوجنب قبر		۱۳۲۶ھ
۲۰	حوال العلو لتبیین الخلو		۱۳۲۶ھ
۲۱	تابع النور علی سوال جبل پور		۱۳۲۹ھ
۲۲	احکام الاحکام فی التناول من ید من قالہ حرام		
۲۳	نور الادلہ لبدور الاجلہ		
۲۴	رفع العلہ عن نور الادلہ		
۲۵	السنی الشکوٰۃ فی تنقیح احکام الزکوٰۃ		
۲۶	ارشد السؤل		
۲۷	سلامۃ اللہ لاھل السنہ		
۲۸	کمال الاکمال شرح جمال الاجمال		
۲۹	حاشیہ غنیۃ المستمل		
۳۰	احسن المقاصد فی بیان ماتنزح عندالمساحہ		۱۳۰۵ھ
۳۱	رعایۃ السنہ فی ان التہجد نفل اوسنہ		۱۳۱۲ھ
۳۲	مایجلی الاھران تحدید المصر		۱۳۲۳ھ

(ج) عربی (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سن تصنیف
۱	جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ	بریلی	۱۳۰۴ھ
۲	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۳	کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم	بریلی	۱۳۲۴ھ
۴	ھدایت المسلمین الی ما یجب فی الدین[1]		۱۳۳۰ھ
۵	اجلی الاعلام فی ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام	مکتبہ ایشق ترکی	

(د) عربی (غیر مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سن تصنیف
۱	عبقری حسان فی اجابت الاذان		۱۲۹۹ھ
۲	حسن البراعہ فی تنفیذ حکم الجماعہ		۱۲۹۹ھ
۳	شوارق النساء فی حد المصر والفناء		۱۳۰۰ھ
۴	احسن الجلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ۔		۱۳۰۰ھ
۵	المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرہ		۱۳۰۱ھ
۶	لمعۃ الشمعہ۔		۱۳۰۰ھ
۷	منزع المرام فی التداوی بالحرام		۱۳۰۲ھ

[1] بحوالہ معجم المطبوعات العربیہ صفحہ ۶۲۹۔

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سنہ تصنیف
۸	جمال الاجمال لتوتیف حکم الصلوٰۃ فی النعال		۱۳۰۳ھ
۹	معدل الزلال فی اثبات الھلال		۱۳۰۳ھ
۱۰	طوالع النور فی حکم السراج علی القبور		۱۳۰۴ھ
۱۱	ازین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل		۱۳۰۵ھ
۱۲	الحلاوۃ التدارہ فی موجب سجود التلاوۃ		۱۳۰۶ھ
۱۳	الصافیۃ الوجیہ لحکم جلود الاضحیہ		۱۳۰۷ھ
۱۴	الطراۃ فی ستر العورۃ		۱۳۰۷ھ
۱۵	المنح الملیحہ فیما نھی عن اجزاء الذبیحہ		۱۳۰۷ھ
۱۶	فتح الملیک فی حکم التملیک		۱۳۰۸ھ
۱۷	الکاس الدھاق باضافۃ الطلاق		۱۳۱۳ھ
۱۸	ھادی الاضحیہ بالشاۃ الھندیہ		۱۳۱۴ھ
۱۹	الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی		۱۳۱۸ھ
۲۰	ابجل ابداع فی حد الرضاع		۱۳۱۸ھ
۲۱	اضاقات افاضات		۱۳۲۳ھ
۲۲	نقد البیان لحرمۃ ابنتہ اخی البیان		۱۳۱۴ھ
۲۳	الجوھر الثمین فی ما تنعقد بہ الیمین		۱۳۹۹ھ
۲۴	الفرازالمذھب فی تجویز تغیر الکفو ومخالف النسب۔		۱۳۱۹ھ
۲۵	حاشیہ حلیۃ المجل		
۲۶	حاشیہ خادمی		

اسمائے کتب	نمبر سلسلہ وار
حاشیہ درر الاحکام	۲۸
حاشیہ تبیین الحقائق	۲
حاشیہ منحۃ الخالق	۳۰
حاشیہ عقود الدریہ تنقیح فتاویٰ حامدیہ	۳۱
حاشیہ فتاویٰ بزازیہ	۳۲
حاشیہ حلیۃ الطلبہ	۳۳
حاشیہ فوائد کتب عدیدہ	۳۴
حاشیہ شرح مسلک متقسط	۳۵
حاشیہ اصلاح شرح القیاس	۳۶
حاشیہ فتاویٰ عالمگیری	۳۷
حاشیہ فتاویٰ خانیہ	۳۸
حاشیہ فتاویٰ سراجیہ	۳۹
حاشیہ فتاویٰ خیریہ	۴۰
حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ	۴۱
حاشیہ فتاویٰ زرینیہ	۴۲
حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ	۴۳
حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ	۴۴
حاشیہ کتاب الخراج	۴۵
حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف	۴۶
حاشیہ اتحاف الابصار	۴۷

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب
۴۸	حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
۴۹	حاشیہ اصلاح شرح ایضاح
۵۰	حاشیہ بدائع الصنائع
۵۱	حاشیہ البحر الرائق
۵۲	حاشیہ جوہرہ نیرہ
۵۳	حاشیہ جواہر اخلاطی
۵۴	حاشیہ جامع الفصولین
۵۵	حاشیہ جامع الرموز
۵۶	حاشیہ جامع الصغار
۵۷	حاشیہ خلاصۃ الفتاوی
۵۸	حاشیہ رسائل الارکان
۵۹	حاشیہ رسائل شامی
۶۰	حاشیہ رسائل قاسم
۶۱	حاشیہ شفاء الصغار
۶۲	حاشیہ عنایہ
۶۳	حاشیہ فتح القدیر
۶۴	حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار
۶۵	جد الممتار علی رد المحتار اول
۶۶	جد الممتار " " ثانی
۶۷	جد الممتار " " ثالث

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب		کیفیت	سنہ تصنیف
۶۸	جد الممتار علی رد المحتار	رابع		
۶۹	جد الممتار " "	خامس		

(ط) فارسی (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ	مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۲	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	"	۱۳۲۰ھ
۳	الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین	بریلی	

(و) فارسی (غیر مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	سنہ تصنیف
۱	حاشیہ فتح المعین	
۲	لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبہا	۱۳۱۳ھ
۳	رویت ھلال رمضان	

(ن) فقہ اسلامی میں نادر الوجود تصانیف

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع
۱	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اول	اہلسنت بریلی
۲	〃 〃 〃 〃 دوم	〃 〃
〃	〃 〃 〃 〃 سوم	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور
〃	〃 〃 〃 〃 چہارم	〃 〃
〃	〃 〃 〃 〃 پنجم	حسنی پریس بریلی
〃	〃 〃 〃 〃 ششم	غیر مطبوعہ
〃	〃 〃 〃 〃 ہفتم	〃
〃	〃 〃 〃 〃 ہشتم	〃
〃	〃 〃 〃 〃 نہم	〃
〃	〃 〃 〃 〃 دہم	〃
〃	〃 〃 〃 〃 یازدہم	〃
〃	〃 〃 〃 〃 دوازدہم	〃

ے ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب وعجم سے جس زبان میں استفتار کیا گیا، اسی زبان میں فتویٰ دیا۔ مثلاً عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی میں۔ مذکورہ جلدوں میں فتاوے موجود ہیں۔

لُبابُ الناسِ

کتابیات

عربی مآخذ

کتابیات

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	مطبوعہ	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ
۲	ابن ماجہ شریف	محمد بن یزید ابن ماجہ	"	دہلی	سنہ ۱۲۶۳ھ
۳	اصول سرخسی	ابوبکر بن محمد بن احمد سرخسی	"	مصر	سنہ ۱۳۷۲ھ
۴	الاجازات المتینہ	حامد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۵	الاجازات الرضویہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتاب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۶	احیاء العلوم	امام غزالی	مطبوعہ	لکھنؤ	سنہ ۱۳۲۰ھ
۷	بخاری شریف	ابوعبداللہ محمد اسماعیل بخاری	"	کانپور	سنہ ۱۳۲۰ھ
۸	بیضاوی شریف	قاضی عبداللہ بن عمر الشافعی	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۸۲ھ
۹	بحرالرائق	زین الدین بن نجیم	"	مصر	سنہ ۱۳۱۱ھ
۱۰	بدائع وصنائع	ابوبکر کاشانی	"	"	
۱۱	تنویرالابصار	زیلعی	"	"	سنہ ۱۳۱۳ھ
۱۲	تبیین الحقائق	ابومحمد فخرالدین عثمان بن علی	"	"	سنہ ۱۳۰۳ھ
۱۳	ترمذی شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ	"	فخرالمطابع	سنہ ۱۳۷۰ھ
۱۴	توضیح شرح تنقیح	عبداللہ بن مسعود	"	کلکتہ	سنہ ۱۲۷۸ھ
۱۵	توضیح تلویح	مسعود بن عمر المعروف سعدالدین	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۲ھ
۱۶	تاریخ خطیب	ابوبکر بن احمد ابن علی	"	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ، مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۷	تاریخ الادب العربی	احمد حسن الزیات	مطبوعہ	بیروت	
۱۸	جد الممتار جلد اول	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتبخانہ جامعہ منظر اسلام لکھنؤ	سنہ ۱۳۲۶ھ
۱۹	〃 جلد ثانی	〃	〃	〃	〃 〃
۲۰	〃 جلد ثالث	〃	〃	〃	〃 〃
۲۱	〃 جلد رابع	〃	〃	〃	〃 〃
۲۲	〃 خلد خامس	〃	〃	〃	〃 〃
۲۳	حاشیہ درر	ملا خسرو	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۳۴۸ھ
۲۴	حلیہ	محی الدین النوروی	〃	مصر	سنہ ۱۳۰۶ھ
۲۵	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد	〃	〃	سنہ ۱۳۱۱ھ
۲۶	در مختار	مولانا علاء الدین	〃	ہوگلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۲۷	دار قطنی	امام علی بن احمد	〃	دہلی	
۲۸	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین	〃	〃	سنہ ۱۲۸۶ھ
۲۹	سنن بیہقی	ابو بکر احمد بن حسین ابن علی	〃	حیدر آباد	سنہ ۱۳۴۴ھ
۳۰	سل الحسام الہندی	محمد امین ابن عابدین			
۳۱	شرح وقایہ	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	〃	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۳ھ
۳۲	شرح منار	ملا احمد المعروف ملا جیون	〃	کانپور	سنہ ۱۳۳۵ھ
۳۳	شرح کنز	محمد محمود بن احمد المعروف قاضی بدر الدین	〃	مصر	سنہ ۱۲۸۵ھ
۳۴	شفاء العلیل	شہاب الدین احمد	〃	〃	سنہ ۱۳۲۵ھ
۳۵	شرح منیہ	ابراہیم بن محمد الحلبی	〃	لاہور	
۳۶	شرح سلم الثبوت	عبد الحق خیر آبادی	〃	کانپور	

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ / مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۳۷	شرح معتقد المنتقد	احمد رضا خاں	مطبوعہ	ترکی	سنہ ۱۳۹۵ھ
۳۸	شرح عقائد	علامہ سعد الدین	″	لکھنؤ	سنہ ۱۳۲۸ھ
۳۹	شرح مواقف	سید شریف جرجانی	″	″	سنہ ۱۲۹۴ھ
۴۰	صدرا	صدر الدین شیرازی	″	بمبئی	سنہ ۱۲۹۲ھ
۴۱	طحطاوی علی الدر	احمد طحطاوی	″	مصر	سنہ ۱۲۶۸ھ
۴۲	عقود الدریہ	الشیخ حمزہ فتح اللہ	″	″	سنہ ۱۳۰۸ھ
۴۳	فتح القدیر	کمال الدین بن ہمام	″	″	سنہ ۱۳۱۵ھ
۴۴	فتاوی قاضی خاں	فخر الدین قاضی خاں	″	دہلی	سنہ ۱۲۷۱ھ
۴۵	فواتح الرحموت	عبد العلیم	″	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۵ھ
۴۶	فصل القضائی رسم الافتا	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتاب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۴۷	الفقہ علی مذاہب الاربعہ	عبد الرحمن	مطبوعہ	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ
۴۸	قرآن شریف				
۴۹	مسلم شریف	امام مسلم	″	″	سنہ ۱۳۴۹ھ
۵۰	مناقب امام اعظم	الموفق احمد المکی	″	حیدرآباد	سنہ ۱۳۲۱ھ
۵۱	المختصر القدوری	ابو الحسن بن احمد قدوری	″	دہلی	سنہ ۱۲۹۱ھ
۵۲	منیۃ المصلی	سید الدین الکاشغری	″	کانپور	سنہ ۱۳۰۳ھ
۵۳	المسلک المتقسط	ملا علی قاری	″	مصر	سنہ ۱۲۸۸ھ
۵۴	المنجد	لوئیس معلوف	″	″	سنہ ۱۹۲۸ء
۵۵	نزہۃ الخواطر جلد اول	عبد الحئی	″	حیدرآباد	سنہ ۱۳۸۷ھ
۵۶	″ جلد ثانی	″	″	″	″

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۵۷	نزہۃ الخواطر جلد ثالث	عبد الحئی	مطبوعہ	حیدرآباد	۱۳۸۷ھ
۵۸	" جلد رابع	"	"	"	"
۵۹	" جلد خامس	"	"	"	"
۶۰	" جلد سادس	"	"	"	"
۶۱	" جلد سابع	"	"	"	"
۶۲	" جلد ثامن	"	"	"	"
۶۳	وافی	امین بن ابراہیم	"	مصر	
۶۴	ہدایہ	برہان الدین	"	لکھنؤ	۱۳۹۳ھ

اردو ماخذ

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۶۵	الاستمداد	احمد رضا خاں	مطبوعہ	لاہور	۱۳۹۶ھ
۶۶	امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	یٰسین اختر	"	الٰہ آباد	۱۹۷۷ء
۶۷	اصول فقہ اسلام	عبد الرحمٰن	"	کراچی	۱۹۶۷ء
۶۸	الرد الناہر علی ذام النبی الحاجز	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	۱۳۲۶ھ
۶۹	اردو انسائیکلوپیڈیا	سید سبط حسن و احمد ندیم وغیرہ	مطبوعہ	کراچی	۱۹۶۳ء
۷۰	القاموس المشاہیر	نظامی بدایونی	"	بدایوں	۱۹۲۴ء
۷۱	اسباب بغاوت ہند	سرسید احمد خاں	"	کراچی	۱۹۵۷ء
۷۲	ایام غدر	مسز ہورنسٹ انگلیسی، ترجمہ ظفر حسن عاصی	"		۱۹۲۳ء

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۷۳	انتصار الاسلام	محمد قاسم نانوتوی	مطبوعہ	دیوبند	سنہ ۱۳۸۰ھ
۷۴	آزادی کی کہانی	مرتب عبد الرزاق ملیح آبادی	"	دہلی	سنہ ۱۹۵۸ء
۷۵	احکام شریعت	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۰۰ء
۷۶	الاعلام بحال البخور فی الصیام	"	"	"	سنہ ۱۳۱۵ھ
۷۷	اعلام العلام	"	مخطوطہ	کتاب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	سنہ ۱۳۰۶ھ
۷۸	اذکی الاہلال	"	مطبوعہ	بریلی	سنہ ۱۳۰۵ھ
۷۹	اشرف السوانح	عزیز الحسن	"	لاہور	سنہ ۱۹۶۰ء
۸۰	باغی ہندوستان	تالیف فضل حق خیر آبادی ترجمہ عبد الشکور	"	بجنور	سنہ ۱۹۷۴ء
۸۱	بعض مکاتیب حضرت مجدد	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۳۴ھ
۸۲	تاریخ ہند	سید محمد ہاشمی	"	حیدرآباد	سنہ ۱۳۴۹ھ
۸۳	تاریخ الفقہ	عبد السلام	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۳۸۶ھ
۸۴	تقویۃ الایمان	محمد اسماعیل دہلوی	"	کانپور	سنہ ۱۳۲۳ھ
۸۵	تاریخ علم فقہ	سید عمیم الاحسان	"	دہلی	سنہ ۱۹۶۲ء
۸۶	تذکرہ مشائخ دیوبند	عزیز الرحمن	"	بجنور	سنہ ۱۹۶۷ء
۸۷	تذکرہ اکابر اہلسنت	عبد الحلیم شرر	"	لاہور	
۸۸	تذکرہ علمائے اہلسنت	محمود احمد قادری	"	کانپور	سنہ ۱۳۹۱ھ
۸۹	تقدیس الوکیل	اقبال احمد	"	لاہور	
۹۰	تذکرۂ رضا	محمد احمد مصباحی	"	الٰہ آباد	سنہ ۱۹۷۵ء

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۹۱	تذکرہ کاملانِ رامپور	حافظ احمد علی شوق	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۹۲۹ء
۹۲	جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء	خورشید مصطفیٰ	"	"	سنہ ۱۹۵۹ء
۹۳	جواہر البیان	نقی علی خاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۱۷ء
۹۴	حدائق الحنفیہ	فقیر محمد	"		
۹۵	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۹۴۳ء
۹۶	حیات اعلیحضرت	محمد ظفر الدین رضوی	"	کراچی	سنہ ۱۹۳۸ء
۹۷	حدائق بخشش حصہ اول	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۰۵ھ
۹۸	" حصہ دوم	"	"	"	سنہ ۱۳۸۹ھ
۹۹	خطبات آزاد	مرتب ملک رام	"	دہلی	سنہ ۱۹۷۴ء
۱۰۰	دہلی کی جانکنی	خواجہ حسن نظامی	"	"	سنہ ۱۹۶۴ء
۱۰۱	سبحان السبوح	احمد رضا خاں	"	لکھنؤ	سنہ ۱۳۰۷ھ
۱۰۲	سوانح اعلیٰ حضرت	بدر الدین احمد	"	"	سنہ ۱۹۶۳ء
۱۰۳	سید المرسلین	شاہ ولی اللہ ترجمہ عزیز بیگ	"	سرگودھا	سنہ ۱۹۵۶ء
۱۰۴	شمعِ توحید	ثناء اللہ	"	"	
۱۰۵	الشاہ احمد رضا	سرور القادری	"	بریلی	سنہ ۱۳۹۱ھ
۱۰۶	فتاویٰ رضویہ جزء اول	احمد رضا خاں		"	سنہ ۱۳۳۵ھ
۱۰۷	" جزء ثانی	"		"	سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۰۸	" جزء ثالث	"	"	مبارکپور	سنہ ۱۹۶۱ء
۱۰۹	" جزء رابع	"	"	"	سنہ ۱۹۶۳ء
۱۱۰	" جزء خامس	"	"	بریلی	سنہ ۱۳۶۵ھ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۱۱	فتاوئ رضویہ جزو سادس	احمد رضا خاں	مخطوطہ	دار المطالعہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور	
۱۱۲	〃 جز سابع	〃	〃	〃	〃
۱۱۳	〃 جزو ثامن	〃	〃	〃	〃
۱۱۴	〃 جز تاسع	〃	〃	〃	〃
۱۱۵	〃 جز عاشر	〃	〃	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۱۶	〃 الحادی عشر	〃	〃	〃	〃
۱۱۷	〃 اثنا عشر	〃	〃	〃	〃
۱۱۸	فتاوئ امجدیہ جز اول	امجد علی رضوی	〃	دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی اعظم گڑھ	
۱۱۹	〃 جزو ثانی	〃	〃	〃	〃
۱۲۰	فتاوئ عزیزیہ	شاہ عبد العزیز	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۳۱۰ھ
۱۲۱	فتاوئ افریقیہ	احمد رضا خاں	〃	بریلی	سنہ ۱۳۳۶ھ
۱۲۲	فتاوئ رشیدیہ حصہ اول	رشید احمد گنگوہی	〃	دیوبند	
۱۲۳	فتاوئ رشیدیہ حصہ دوم	〃	〃	〃	
۱۲۴	الفوائد البہیہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۲۵	فاضل بریلوی اور ترک موالات	مسعود احمد	مطبوعہ	لاہور	سنہ ۱۹۷۷ء
۱۲۶	الفضل الموہبی	〃	〃	〃	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۲۷	قیصر التواریخ				سنہ ۱۸۹۴ء
۱۲۸	کیفر کفر آریہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۲۹	گنجہائے گرانمایہ	رشید احمد صدیقی	مطبوعہ	لاہور	سنہ ۱۹۴۲ء
۱۳۰	الملفوظ حصہ اول	مرتب مصطفیٰ رضا خاں	〃	بریلی	سنہ ۱۳۳۸ھ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مطبوعہ / مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۳۱	الملفوظ حصہ دوم	مرتب مصطفےٰ رضا خاں	مطبوعہ	بریلی	سنہ ۱۳۳۸ھ
۱۳۲	" حصہ سوم	"	"	"	"
۱۳۳	" حصہ چہارم	"	"	"	"
۱۳۴	مسلمانان ہند و پاک کی تاریخ تعلیم	سید نوشہ علی	"	کراچی	سنہ ۱۹۶۲ء
۱۳۵	معاشرتی و علمی تاریخ	معین الحق	"	"	سنہ ۱۹۶۵ء
۱۳۶	مذاہب الاسلام	نجم الدین خاں	"	لاہور	سنہ ۱۹۱۳ء
۱۳۷	موجِ کوثر	شیخ محمد اکرام	"	"	سنہ ۱۹۵۸ء
۱۳۸	مقالات یوم رضا	مرتبہ عبد النبی کوکب	"	"	سنہ ۱۹۷ء
۱۳۹	مسلمانان ہند کی سیاست وطنی	محمد امین	"	آگرہ	
۱۴۰	ہدم النصرانی و تقسیم الایمانی	احمد رضا خاں	"	پٹنہ	سنہ ۱۳۲۶ھ
۱۴۱	النہی الحاجز	"	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۴۲	النور	سلیمان اشرف	مطبوعہ	علی گڈھ	سنہ ۱۹۲۱ء
۱۴۳	وصایا شریف	حسنین رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۲۲ء
۱۴۴	ہندوستان عربوں کی نظر میں	مسعود علی	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۹۴۰ء
۱۴۵	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	سید مناظر احسن گیلانی	"	دہلی	سنہ ۱۳۶۳ھ
۱۴۶	یادگار بریلی	محمد ایوب قادری	"	کراچی	سنہ ۱۹۷۰ء

فارسی ماٰخذ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۴۷	تذکرہ علمائے ہند	رحمٰن علی پوری	مطبوعہ	کانپور	سنہ ۱۹۱۴ء
۱۴۸	گلستاں	شرف الدین سعدی	"	دہلی	سنہ ۱۹۵۲ء
۱۴۹	اکبر نامہ	ابو الفضل بن شیخ مبارک	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۴۸ھ
۱۵۰	عالمگیر نامہ	کاظم منشی محمد بن محمد امین	"	کلکتہ	سنہ ۱۸۶۸ء

رسائل وجرائد

۱ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم سنہ ۱۹۵۴ء

۲ المیزان امام احمد رضا نمبر بمبئی شمارہ ۷، ۸، ۹، اپریل، مئی، جون سنہ ۱۹۷۶ء

۳ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سنہ ۱۳۷۹ھ

۴ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ شمارہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۶۲ء

۵ العلم سہ ماہی شمارہ اپریل تا جون سنہ ۱۹۷۲ء

۶ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ شمارہ نومبر، دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء

۷ ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف شمارہ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء

۸ اخبار "جمعیت" لاہور شمارہ فروری سنہ ۱۹۵۷ء

۹ ماہنامہ الرضا بریلی شمارہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ



اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد
کے مزار اقدس کا اندرونی منظر



اعلیٰ حضرت کے علم جفر کے استاد
کے مزار پاک کا اندرونی منظر



اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد کے مزار اقدس کا بیرونی منظر



وہ حجرۂ اقدس جس میں اعلیٰ حضرت بیعت ہوئے تھے



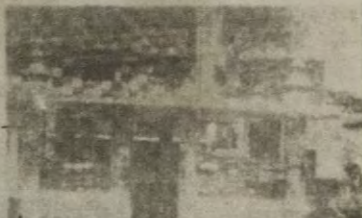
وہ مکان جس میں اعلیٰ حضرت کی ولادت ہوئی



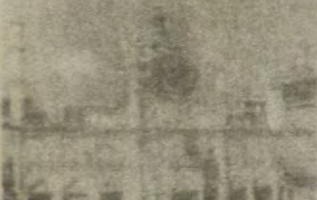
رضا مسجد کی دوسری منزل کا منظر



رضا مسجد کا بیرونی دروازہ



اعلیٰ حضرت کے والد ماجد و جد امجد کا مزار



اعلیٰ حضرت کے مزار اقدس کا بیرونی منظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ما قولکم دام فضلکم فی من باع جلد اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی وجوہ القرب کاعانۃ المدارس الاسلامیۃ وشراء حصر المساجد وزیت قنادیلہ وغیر ذلک من القربات التی لا تملیک فیہا فہل یجوز والصرف الی تلک الوجوہ سائغ ام لا بل یکون صدقۃ واجبۃ لا یصرف الا فی مصارفہا فیدو نا رحمکم اللہ تعالی

الجواب

الحمد للہ وبہ نستعین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، ما تقرب الی اللہ تعالی بالقرابین، نعم اذا باعہ بالدراہم لا للمال تمول او بیع تحصیل بل لیصرفہ الی وجوہ القرب ومرضاۃ اللہ جاز لہ ذلک وان لم یوجد تملیک ہنالک فان المطلوب فی الاضاحی مطلق التقرب دون خصوص التملیک من الفقیر ولذا جازت الاباحۃ ولو لغنی والمعنی المانع فی البیع انما ہو التصرف علی قصد التمول کما نص علیہ الائمۃ الاعلام قال فی الہدایۃ لا یشتری بہ ما لا ینتفع بہ الا باستہلاکہ کالخل والابازیر اعتبارا بالبیع بالدراہم والمعنی فیہ انہ تصرف علی قصد التمول اھ وفی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر لا ببیعہ بالدراہم لینفق الدراہم علی نفسہ وعیالہ والمعنی انہ لا یتصرف علی قصد التمول اھ ومثلہ فی البنایۃ شرح الہدایۃ للعلامۃ البدر وغیرہ من اسفار العلماء الغر وظاہر ان البیع للتقرب لیس من التمول فی شیء فلا وجہ لمنعہ بل ہو قربۃ لکونہ فعل لاجل قربۃ فیکون اقامۃ للمطلوب الشرعی لا دخولا فی الوجہ المنہی الا تری الی ما قال الامام العلامۃ فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لو باعہا بالدراہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق اھ فانما علل الجواز بکونہ قربۃ وما نحن فیہ ایضا کذلک فیکون مثلہ فی حکم الجواز ویا لیت شعری من این یحکم بوجوب التصدق مع انہ لم یکن متعینا فی القربان راسا ولا حدث آخرا ما یوجبہ عینا بخلاف ما

اعلیٰ حضرت کا اپنے دست گرامی سے تحریر کیا ہوا فتویٰ



وكرى الانهار وبناء الربط والجسور والمساجد والمدارس وغير ذلك وهي ما تقول انها صدقات جارية ومن
ذلك قولهم في الاوقاف صدقة موبدة وعليها ما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذ اتاه سعد بن عبادة رضي الله تعالى
عنه فقال يا رسول الله ان امي ماتت فاي الصدقة افضل قال سقي الماء فحفر بيرا وقال هذه لام سعد اخرجه
ابو داود والنسائي وابن حبان والحاكم [illegible] عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم فقد سمى [illegible]
حفر البير صدقة ومعلوم ان لا تمليك فيه ولا اباحة فان من شرطهما ان يكون المال في ملك [illegible] كما لا يخفى [illegible]
وقد قال صدر الشريعة انهم لما لم يملكوه لا يصح اباحتهم اه وقد نص العلماء [illegible]
البير ونحوها ما وضع للاحراز ولا يملك المباح بدونه وفي فتاوى العلامة خير الدين الرملي [illegible] وكثير
من الكتب لو شرع مار بئر رجل بغير اذنه حتى [illegible] صاحب البير [illegible] اه فاذن
لا يكون الا تقربا الى الله تعالى بتصرف في ماله لنفع المسلمين [illegible] سائر القرب المالية سواء [illegible]
في معنى الصدقة وهذه الاطلاقات كلها فقهية كما ترى [illegible] توسع فيقطع النظر عن قيد المال ايضا ويطلق على كل
نفع للغير بايصال الخير او دفع الضير كيفما كان ومن ذلك حديث [illegible] الجماعة المروي في جامع الترمذي وغيره
الا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع
فيه الشمس تعدل بين الاثنين صدقة وتعين الرجل على دابته فتحمل عليها او ترفع له عليها متاعه صدقة [illegible]
صدقة ودل الطريق صدقة وتميط الاذى عن الطريق صدقة اخرجه احمد والشيخان عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه
وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل مسلم يصاب بشيء في جسده فيتصدق به الا رفعه الله به درجة [illegible]
اخرجه احمد والترمذي وابن ماجه عن ابي الدرداء [illegible] واحمد والضياء بنحوه عن عبادة رضي الله تعالى عنهما [illegible]
وقد يستقصي في التوسع فيقطع النظر عن الغير ايضا ويطلق على كل فعل [illegible]
فتصدق على نفسه ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم [illegible] ابي هريرة [illegible]
[illegible] حديث كل [illegible] صدقة وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم [illegible] معروف صدقة

اعلیٰ حضرت کا اپنے دست گرامی سے تحریر کردہ فتویٰ



اعلیٰ حضرت کا اپنے دستِ مبارک سے تحریر کیا ہوا حاشیہ طحاوی

[illegible] علماء الحرمين المحترمين ۞ وصلى الله تعالى وبارك وسلم على [illegible]
على كل [illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible] وبركاته [illegible] تبارك وتعالى [illegible]
والحمد لله العزيز الوهاب ۞ والصلاة والسلام على النبي الأواب ۞ وآله وصحبه خير آل وأصحاب ۞
وإذ انتهت الرسالة ۞ بحمد ذي الجلالة ۞ [illegible]
[illegible]
[illegible] المحاكمة المكية [illegible] وكان ذلك ضحوة
الخميس [illegible] من ذي القعدة الحرام [illegible] من هجرة المولى سيد الأنام ۞
[illegible] من الملك السلام عليه وعلى آله وصحبه
[illegible] والأيام ۞ والحمد لله ذي الجلال والإكرام ۞

[illegible]





اعلیٰ حضرت کا اپنے دستِ گرامی سے تحریر کیا ہوا فتویٰ

ہماری مطبوعات

۱	فتاوی مصطفویہ	مفتی اعظم ہند	۲۵/۰
۲	فضائل قرآن	مولانا افتخار احمد قادری	۲۰/۰
۳	تدوین قرآن	مولانا محمد احمد اعظمی	۲۱/۰
۴	ارشادات اعلیحضرت	مولانا عبد المبین نعمانی	۷/۵۰
۵	شریعت و طریقت	اعلیحضرت	۶/۰
۶	میلاد النبی	اعلیحضرت	۲/۵۰
۷	لیس شریف	اعلیحضرت	۳/۰
۸	معانقہ عید	اعلیحضرت	۷/۵۰

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا
کراچی